قران السّعدین فی اثبات
افضلیت الشیخین و
سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہما
مع
سیف القاہر علیٰ قول الطاہر



تالیف
محمد علی مصطفوی حنفی

بزم رضویہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(قال علی : لا یفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الاجلدته حد المفتری)

(حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی مجھے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت نہ دے جو ایسا کرے گا اُسے مفتری کی حد (80 کوڑے) لگائی جائے گی)

قران السّعدین فی اثبات افضیلت الشیخین و
رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سیدنا عثمان ذی النورین

مع

سیف القاھر علیٰ قول الطاھر

تالیف

محمد علی مصطفوی حنفی

ناشر

بزم حنفیہ، پاکستان

نام کتاب: قران السعدین فی اثبات افضلیت الشیخین
وسیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہما
مولف: محمد علی مصطفوی حنفی
موضوع: سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم
کے انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام لوگوں
سے افضل ہونے کا بیان اور تفضیلی شیعی علماء کے دلائل کا علمی محاسبہ
اشاعت اوّل: 2015ء
ناشر: بزم حنفیہ، پاکستان
قیمت: 350/=

کتابت کی غلطیوں کی تصحیح کی پوری کوشش کی گئی ہے۔
قارئین کرام کہیں غلطی محسوس کریں تو آگاہ کریں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کردی جائے۔

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی النبی الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

مقدمہ

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فصل ''فی انہ افضل الصحابہ وخیرھم'' کے تحت لکھتے ہیں۔

اجمع اهل السنة ان افضل الناس بعد رسول الله علیه الصلاة والسلام۔ ابوبکر، ثم عمر، ثم عثمان، ثم علی، ثم سائر العشرة ثم باقی اهل البدر، ثم باقی اهل احد، ثم باقی اهل البیعة، ثم باقی الصحابة، هکذا حکی الاجماع علیه ابو منصور البغدادی۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص ۴۴)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

وقال ابو منصور البغدادی من اکابر أئمتنا أجمع اهل السنة ان افضل الصحابة ابوبکر فعمر فعثمان فعلی، فبقیة العشرة المبشرین بالجنة فاهل البدر، فباقی اهل أحد فباقی أهل بیعة الرضوان بالحدیبیة فباقی الصحابة انتهی۔

(الصواعق المحرقة: ص ۲۱۴، ۲۱۵)

ترجمہ: امام ابومنصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے اکابر آئمہ اہل سنت سے ہیں، کہتے ہیں کہ اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اس کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، پھر عشرہ مبشرہ ہیں، پھر اہل بدر، پھر شرکاء احد، پھر حدیبیہ کے مقام پر بیعت کرنے والے صحابہ کرام، اس کے بعد باقی صحابہ ہیں...... رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

(اعلم) ان الذی اطبق علیه عظماء الملة و علماء الامة ان افضل هذه الامة ابوبکر الصدیق، ثم عمر، ثم اختلفوا، فالاکثرون و منهم الشافعی و احمد و هو المشهور عن مالك ان الافضل بعد هما عثمان ثم علی۔

(الصواعق المحرقة: ص٥٧)

ترجمہ: اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جس امر پر علمأ امت اور عظماء ملت کا اتفاق ہو چکا ہے وہ یہ ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس امت کے سب سے افضل ترین آدمی ہیں اور ان کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ کثیر علماء کرام جن میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مشہور روایت یہی ہے کہ وہ ان دونوں کے بعد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو افضل الامۃ کہتے ہیں اور پھر سیدنا علی المرتضٰی سب سے افضل ہیں۔

امام اعظم سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ان کی مشہور کتاب ''الفقہ الاکبر'' میں یوں تحریر ہے۔

وافضل الناس بعد النبیین علیهم الصلاة والسلام أبوبكر الصدیق، ثم عمر بن الخطاب الفاروق، ثم عثمان بن عفان ذوالنورین، ثم علی بن أبی طالب المرتضٰی رضوان الله علیهم اجمعین عابدین ثابتین علی الحق و مع الحق نتولاهم جمیعا۔

(الفقه الاکبر مع شرح لملاء علی القاری، ص٦)

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب لوگوں سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد سیدنا عمر بن خطاب الفاروق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ہے، پھر سیدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ہے اور ان کے بعد سیدنا علی بن ابوطالب المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ وشان ہے۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار، حق پرست اور حق گو بندے تھے۔ ہمارے

دلوں میں ان سب کا احترام ومحبت جاگزیں ہے۔

امام جلیل محدث کبیر ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عقیدے کا اظہار یوں کیا ہے۔

و نثبت الخلافة بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم اولاً لابى بكر الصديق رضى الله عنه، تفضيلاً له تقديما على جميع الامة ثم لعمر بن الخطاب رضى الله عنه ثم لعثمان رضى الله عنه ثم لعلى بن ابى طالب رضى الله عنه، و هم الخلفاء الراشدون والائمة المهتدون۔

(العقیدہ الطحاویۃ مع شرح اردو، ص ۲۳۵)

ترجمہ: اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ کرام پر فضیلت دیتے ہوئے اور تمام امت پر مقدم سمجھتے ہوئے سب سے اول خلافت کا اثبات سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے کرتے ہیں اور پھر ان کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے، پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے پھر سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے لیے......اور یہ (چاروں حضرات) خلفاء راشدین ہیں اور ہدایت یافتہ امام ہیں۔

امام لالکائی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ نقل کرتے ہیں۔

قال سمعت أبا عبدالله احمد بن محمد بن حنبل يقول......و خير هذه الامة بعد نبيها ابوبكر الصديق ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان۔

(شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة، جلد ۱: ۱۵۹)

عبدوس بن مالک العطار کہتے ہیں کہ میں نے امام بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے بہترین شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عمر بن خطاب، اور پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہم ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

اجمع الصحابة واتباعهم على افضلية ابی بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی۔

(فتح الباری، جلد۹: ۲۰)

ترجمہ: صحابہ کرام اور تابعین کا اجماع ہے کہ سب صحابہ کرام سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، پھر عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

میں اس بارے میں صرف آئمہ اربعہ اور امام طحاوی کے اقوال نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں وگرنہ اگر ہر عہد کے چیدہ چیدہ علماء اسلام کے اقوال ہی نقل کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

علماء اسلام کی ان تصریحات کے باوجود ہمارے عہد میں قادری چشتی کہلانے والے حضرات کا ایک گروہ ظاہر ہوا ہے جو عقیدہ اہل سنت وجماعت افضلیت شیخین وعثمان ذوالنورین بر جمیع الناس بعد انبیاء والمرسلین کا منکر ہے۔ یہ حضرات تحریراً وتقریراً حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تمام صحابہ کرام سے افضل ہونے کے نظریہ کا پرچار کررہے ہیں۔ ابتدا میں اس نظریہ کی ترجمانی صائم چشتی صاحب فیصل آبادی نے کی مگر علماء حق کی طرف سے اس نظریہ کی تردید کے بعد یہ فتنہ زیادہ نہ پنپ سکا۔ بعدازاں پیر سید انور شاہ صاحب آف سدرہ شریف ڈیرہ اسماعیل خان کی بعض تقاریر میں اس نظریہ کی ترجمانی پائی گئی مگر بات تقریروں تک محدود رہی۔ بعدازاں انہوں نے اس سے رجوع کا اعلان بھی فرمایا۔

مگر اب کچھ عرصہ سے تحریری طور پر ''افضلیت علی رضی اللہ عنہ بر جمیع الناس بعد انبیاء و مرسلین'' کے نظریے کا پرچار کیا جارہا ہے۔ جو حضرات اس نظریے کے پرچار میں پیش پیش ہیں ان میں پروفیسر طاہر القادری، قاری ظہور احمد فیضی، پیر عبدالقادر جیلانی وغیرہ زیادہ نمایاں ہیں۔ یہ حضرات حنفی قادری سنی ہونے کا لبادہ اوڑھ کر شیعہ عقائد کی ترجمانی کررہے ہیں اور ان کے باطن میں رافضیت پوشیدہ ہے اور یہ حضرات تفضیلی شیعہ ہیں۔

پروفیسر طاہر القادری صاحب نے ''السیف الجلی علی منکر ولایة علی'' میں اس

نظریہ کی ترجمانی کی۔ چونکہ یہ نظریہ عقیدہ اہل سنت و جماعت سے متصادم تھا اس لیے اس پر حضرت علامہ پیر سائیں غلام رسول قاسمی مدظلہ العالی نے اپنی دینی وملی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے ''ضرب حیدری'' کے نام سے کتاب لکھ کر اس غلط عقیدہ کی تردید فرمائی۔

''ضرب حیدری'' کی اشاعت کے اڑھائی تین سال بعد خلیل الرحمٰن قادری صاحب نے ماہنامہ ''سوئے حجاز'' میں مضمون لکھ کر پروفیسری نظریات کی تائید کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شیخین (سیدنا ابوبکر صدیق وعمر فاروق) وعثمان ذی النورین رضی اللہ عنہم سے افضل ہونے پر کوئی دلیل نقل کرنے میں ناکامی کے بعد اپنے مضامین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام صحابہ کرام بالخصوص سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم سے اعلم ہونے کی بحث شروع کر دی جس پر حضرت علامہ مفتی غلام رسول سیالوی دامت برکاتہم العالیہ نے "ضرب ختنین بر منکر افضلیت شیخین" کے نام سے کتاب لکھ کر اس کے دلائل کی مدلل تردید کر دی۔

اسی اثناء میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''خصائص علی'' کی ایک مبسوط شرح قاری ظہور احمد فیضی صاحب کے قلم سے بازار میں آ گئی۔ جس میں تفصیلی شیعی عقیدہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شیخان (سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا عمر فاروق) سے افضل ہیں، کی پرزور ترجمانی کی گئی ہے۔ راقم الحروف نے اس کتاب کو بازار میں سرسری نظر سے دیکھا اور محسوس کیا کہ اس میں رافضی عقیدہ کی ترجمانی کی گئی ہے مگر میں نے اس کتاب کو خریدنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ ایک دن میں اپنے ایک دوست کے پاس بیٹھا تھا جو ایک سنی مسجد کا امام وخطیب اور مشرباً قادری ہے، میں نے اسے اور ان کے پاس بیٹھے ان کے چند احباب کو ''شرح خصائص علی فیضی'' کے مندرجات سے بڑا متاثر پایا۔ میں نے اپنے اس دوست کو اس شرح کے مفاسد سے آگاہ کرنے کی کوشش کی مگر اس پر فیضی صاحب کا تحقیقات کا بڑا اثر پایا۔ اس پر میں نے محسوس کیا کہ قاری ظہور احمد فیضی کی یہ شرح جس میں ضعیف، منکر اور موضوع روایات نقل کر کے عوام وخواص اہل سنت کو دھوکہ دے کر اہل سنت و جماعت کے مسلمہ عقیدہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں اور پھر

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ افضل ہیں سے منحرف کرنے کی کوشش کی گئی ہے کا جواب لکھنا اشد ضروری ہے۔فیضی کی کتاب پر تقریظیں لکھنے والوں میں بعض مشہور نام بھی ہیں یہ حضرات یا تو عقیدہ اہل سنت سے بے خبر ہیں یا انہوں نے اب تک ازراہ تقیہ اپنا تفضیلی شیعی عقیدہ چھپا رکھا تھا جسے اب ظاہر کیا ہے۔

میں نے اول بازار سے رجوع کیا کہ وہاں کوئی ایسی کتاب موجود ہو جو شرح فیضی کے جواب میں لکھی گئی ہو مگر مجھے کوئی ایسی کتاب دستیاب نہیں ہوئی تو میں شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ للفیضی کے علمی محاسبہ کی طرف متوجہ ہوا۔

''شرح خصائص علی للفیضی'' کے مندرجات کے رد و محاسبہ کے دوران تفصیلی شیعہ حضرات کی تین اور کتابیں بھی شائع ہو گئیں۔

ا۔ زبدۃ التحقیق مسئلہ افضلیت کا تحقیقی جائزہ، مصنف: پیر سید عبدالقادر الجیلانی

۲۔ غایة التبجیل و ترك القطع فی التفضیل.....کیا مسئلہ افضلیت ظنی نہیں؟ اردو ترجمہ، تصنیف: شیخ محمود سعید ممدوح مصری

۳۔ فتح الملك العلی بصحة حدیث باب مدینة العلم علی، اردو ترجمہ، تصنیف: احمد بن محمد بن الصدیق الغماری

راقم الحروف نے مذکورہ بالا تینوں کتابوں میں مذکورہ دلائل کی کمزوریوں پر بھی تبصرہ کر دیا ہے۔

اس دوران محمد امیر شاہ قادری گیلانی صاحب (یکہ توت پشاور) کی کتاب ''انوار علی شرح خصائص الامام امیر المومنین علی بن ابی طالب'' بھی مطالعہ سے گزری اس میں بھی شیعی تفصیلی نظریہ کی ترجمانی ہے۔قاری ظہور احمد فیضی کی شرح کا علمی محاسبہ کرتے ہوئے اس کتاب کے مندرجات پر بھی بعض جگہ تبصرہ کر دیا گیا ہے۔

راقم الحروف نے ''تفصیلی شیعہ علماء کا علمی محاسبہ'' کو مختلف ابواب اور حصوں میں تقسیم کر کے تفضیلی نظریہ کا رد کیا ہے۔ پہلے حصے کا نام قران السعدین فی اثبات افضلیت شیخین و سیدنا عثمان

ذی النورین ہے۔اس میں قرآن وحدیث کی روشنی میں انبیاء کرام اور رسل عظام کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تمام انسانوں سے افضل ہونے پر روشن دلائل نقل کیے گئے ہیں۔''سیف القاہر علیٰ قول الطاہر'' کے نام سے خودساختہ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری کے باطل نظریہ کی تردید کی گئی ہے۔قاری ظہور احمد فیضی کی ''شرح خصائص علی'' پر نقد ونظر کا نام ''برہان الجلی تحقیق وتنقید بر شروح خصائص علی رضی اللہ عنہ'' تجویز کیا ہے۔

چونکہ کتاب کا مسودہ خاصا ضخیم ہو گیا ہے اس لیے فی الوقت اس کا پہلا حصہ ''قران السعدین فی اثبات افضلیت الشیخین وسیدنا عثمان ذی النورین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)'' اور ''سیف القاہر علی قول الطاہر'' کو شائع کیا جا رہا ہے۔

تفضیلی شیعی حضرات کے کچھ اہم دلائل پر تبصرہ بھی شامل اشاعت ہے۔وسائل دستیاب ہونے پر قاری ظہور احمد فیضی کی ''شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ'' پر نقد ونظر کی اشاعت کا اہتمام بھی کیا جائے گا۔اگر کوئی سُنّی ادارہ اشاعت کا اہتمام کرنا چاہے تو ہم اسے خوش آمدید کہیں گے۔

خاک پائے صحابہ واہل بیت
محمد علی مصطفوی حنفی
پنڈوڑیہ وڑائچاں، کوٹ رنجیت
شیخوپورہ

❖❖❖

فرقہ شیعہ تفضیلیہ کا پس منظر

قطب ربانی محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف ''غنیۃ الطالبین''، میں شیعہ فرقوں کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"واما الشیعة فلهم اسامی منها الشیعة والرافضة و منهم الغالیة و منهم الطیادة وانما قیل لها الشیعة لانها شیعت علیاً رضی الله عنه و فضلوه علی سائر الصحابة"

(غنیة الطالبین، مترجم، جلد۱ ص۱۰۵، مطبوعه نفیس اکیڈمی کراچی)

ترجمہ: شیعہ کو رافضی، غالیہ اور طیارہ بھی کہتے ہیں۔ شیعہ کو شیعہ اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیروری کا دعویٰ کرتے ہیں اور انہیں تمام صحابہ سے افضل سمجھتے ہیں۔''

حضرت غوث العالمین سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر سے واضح ہوا کہ سید علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل سمجھنا شیعہ فرقہ کا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ رکھنے والا شیعہ شمار ہوگا۔ یہی بات دیگر اکابر علماء اہل سنت وجماعت نے بھی بیان کی ہے مگر افسوس کہ اس کے باوجود بعض قادری کہلانے والے حضرات تفضیلی شیعی عقیدہ کے پرچارک ہیں۔ ایسے قادری حضرات حضور غوث پاک سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے منحرف ہیں۔ لہٰذا انہیں قادری نہیں کہلانا چاہیئے۔

حضرت علامہ میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"مخدوم قاضی شهاب الدین در تسیر الاحکام نبشت که هیچ ولی بدرجه هیچ پیغمبری نرسد زیرا که امیر المومنین ابوبکر بحکم حدیث بعد پیغمبران از همه اولیاء برترست و او بدرجه هیچ پیغامبری نرسید و بعد او امیر المومنین عمر بن خطاب است و بعد

او امیر المومنین عثمان بن عفان ست و بعد امیر المومنین علی بن ابی طالب است رضوان الله علیهم اجمعین کسی که امیر المومنین علی را خلیفه نداند او از خوارج وست کسی اور ابر امیر المومنین ابوبکر و عمر تفضیل کند او از روافض ست۔

(سبع سنابل، ص ۱۰)

ترجمہ: مخدوم قاضی شہاب الدین (رحمۃ اللہ علیہ) نے تسیر الاحکام میں لکھا ہے کہ کوئی ولی کسی پیغمبر کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا اس لیے کہ امیر المومنین ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پیغمبروں کے بعد تمام ولیوں سے برتر ہیں جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے اور وہ بھی کسی پیغمبر کے درجہ تک نہ پہنچے اور ان کے بعد امیر المومنین عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہیں، ان کے بعد امیر المومنین عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) ہیں اور ان کے بعد امیر المومنین علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ تو جو شخص امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہ مانے وہ خارجی ہے اور جو کوئی انہیں امیر المومنین ابوبکر صدیق اور عمر فاروق (رضی اللہ عنہما) پر فضیلت دے وہ رافضیوں میں سے ہے۔

امام ابوالعرب تمیمی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۳۳ھ) لکھتے ہیں۔

تشیع اهل العلم الذی یقدم علیاً علی عثمان، واما من قدم علیاً علی ابی بکر فهو رافضی۔

(کتاب المحن، ص۳۴۶)

اہل علم کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تقدیم دینا (افضلیت دینا) تشیع ہے اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے وہ رافضی ہے۔

اکابر علماء اہل سنت جماعت کی تحریروں سے واضح ہوا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت شیخان سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر فضیلت دینے والے کو رافضی شمار کیا جاتا ہے ایسے حضرات کا اہل سنت و جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

خاتم المفسرین والمحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شیعہ مذہب کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

باید دانست که مذہب شیعه از ابتدای حدوث ظہورات رنگا رنگ نموده و کسوتہای گونا گوں پوشیده و در ہر وقت برنگ دیگر ظاہر شده ......

تفصیل این اجمال آنکه چون در زمان خلفای ثلاثه رضی الله عنہم فتح بلاد کفار از یہود و نصاریٰ و مجوس و بت پرستان بعنایت ایزدی بدست صحابه کرام رضی اللہ عنہم و تابعان عظام واقع شده و قتل واسر و نہب در کفار نگونسار اتفاق افتاد و کمال ذلت و عار بآنہا لا حق گردیدبحدیکه زنان دوشیزه آنہا فراش ادانی اہل اسلام شدند و اطفال آنہا کنیزك و غلام اجلاف عرب گردیدند واخذ جزیه بکمال هوان و مذلت از بقیه آنہا مرسوم و معمول گشت در عہد خلیفتین اولین بجہت غلبۂ حمیت و شدت عصبیت دست و پازدند و بقتال و جدال برخاستند چون نصرت الہی پی در پی مددگار طائفه اسلام بود غیر از خیتبه و خسران و کبت و خذلان بدست نیاوردند ناچار در عہد خلیفه ثالث حیله دیگر انگیختند و بحبل متین مکر آدیختند پس جماعه کثیر از آنہابکلمه اسلام گویا شده خود را در شمار مسلمین داخل کردند و در پی اطفای نور اسلام و ایقاع فتنه و فساد و بغض و عناد در فرقه مسلمین شدند و تدبیر و حیله برأی این کاربستند ناگاه بتقدیر ربانی چوں انقضای ایام خلافت نزدیك شد جماعه از مردم مصر بر خلیفه ثالث بغی در زیدند و خلعت خروج پوشیدند آنجماعه از ہمه بیشتر

و بیشتر در افروختن این آتش ساعی گشتند و این فرصت را غنیمت شمردندو از اطراف و جوانب خصوصاً کوفه و نواحی عراق خود را بمدینه علی افضل ساکنہا التحیة والسلام رسانید ند و تقریر فتنه انگیز که از سالها مہیا کرده بودند وبجہت ترس از صولت اہل اسلام بر زبان نمی آوردند برملا آغاز نہادند و ہرگاه شهادت آن خلیفه بر حق و خلافت حقه خاتم الخلفاء امیر المومنین علیه السلام صورت گرفت خود را در اعداد محبین و مخلصین آنجناب دا نمودند و خویشتن را بشیعه علی ملقب ساختند و باین درآمد کمال فرحت و شادی نصیب ایشان شد و خواستند که مکنونات ضمائر خبث ذخائر خود را بی دغدغه در پایه اظهار و ابر از آرند و این فتنه را که قریب الانطفای والانتفاء بود در از و پہناور نمایند کلان تر این گروه عبدالله بن سبا یہودی یمنی صنعانی بود که سالها در یہودیت علم تلبیس و اضلال افراخته و نرد دغا و دغل باخته سرد و گرم فتنه انگیزی چشیده و نشیب و فراز این صحرا نور دیده خیلے برکار برآمده بود۔ ہر کسے را از اہل فتنه بطوری فریب دادن آغاز نہاد و فراخور استعداد ہر یك تخم ضلالت کاشتن بنیاد کرد اولاً اظہار کمال محبت و اخلاص بخاندان نبوی ودود مان مصطفوی و تحریص بر محبت اہل بیت و استحکام درین امر شروع کرد و التزام جانب خلیفه بر حق و ایثار او بر دیگران و میل نکردن بمخالفان او بیان نمود و این معنی مقبول خاص و عام و مرغوب کافه اہل اسلام گردید و باعث اعتقاد بر نصیحت و خیر خواہی او گشت و چون جماعه را باین دام فریب گرفتار کرد اولاً القا نمود که جناب

مرتضوی بعد از پیغمبر افضل مردم و اقرب ایشان ست بسوی پیغمبر و وصی اوو برادر او وداماد اوست و آیات وارده درفضائل آنجناب و احادیث مرویه در مناقب آن عالی قباب باضم موضوعات و مخترعات خود منتشر ساخت ہرگاه دید که تلامذه اوبه تفضیل جناب مرتضوی بر جمیع اصحاب قائل شدند و این معنی در اذہان ایشان رسوخ و استحکام پذیرفت جماعه را از خلص اخوان و برگزیده یاران خود سر دیگر تعلیم کرد که جناب مرتضوی وصی پیغمبر بود و پیغمبر اور ابنص صریح خلیفه ساخته و خلافت او در قرآن مجید از آیه انما ولیکم الله و رسوله مستنبط میشود و لکن صحابه بغلبه و مکر وصیت پیغمبر را ضائع ساختند و اطاعت خدا و رسول نکردند و حق مرتضیٰ را تلف نمودند و ہر ہمه برائے طمع دنیا از دین برگشتند و مناقشه که فیمابین سیدة النساء و خلیفه اول در باب باغ فدك رفته بود و آخرہا بصلح و صفا انجامیده دست آویز و متمسك ساخت و ہریك را بکتمان این سر وصیت بالغه نمود و گفت اگر بامردم شمارا ازین جنس مقاوله و محاورة درمیان آید نام من مگیرید و از من تبرا و بیزاری اظہار نمائید که مرا غرض ازین وصیت و نصیحت محض بیان حق و اظہار واقع است نه نام و نشان و نه وصیت و جاه بجہت این وسوسه او گفت و شنود این مقدمات و سب و طعن خلفا در لشکریان حضرت امیر جاری شد و مناظرات و مجادلات شدن گرفت تا انکه حضرت امیر رضی الله عنه برسر منبر برملا خطبہا فرمود و ازین جماعه بیزاری و تبرا ظاہر نمود و برخی را بوعید و ضرب حد تہدید کرد. ابن سباچون دید که این تیرا وهم بر ہدف

نشست و فتنه و فساد در عقیده اہل اسلام مداخلت کرد باهم بگفتگو مے آویزند و آبروی یکدیگر مے ریزند جماعه را از اخص الخواص شاگردان خود بر چیده در خلوت خالی از اغیار بعد از گرفتن عہد و میثاق و پیمان و قسم سر دیگر باریك تر و نازك تر درمیان نہاد که از جناب مرتضوی چیزہا صادر میشوند که مقدور بشر نیست .... بعد از تشویق بسیار و تاکید بیشمار در حفظ اسرار و انمود که این همه خواص الوہیت است که ظہور مینماید و در کسوت ناسوت لاهوت جلوه می فرماید (فاعلموا ان علیاً هوا الا له و لا اله الا هو) .... این مقاله قبیحه فاش شد و بجناب مرتضوی رسید و آنجناب آنجماعه را مع ابن سبا تہدید باحراق نار فرمود و توبه داد و بعد ازان اجلا فرمود بمداین چون در مد این رفت بازهمان مقاله قبیحه خود را اظہار کرد و تلامذه خود را بآذر بیجان و عراق منتشر ساخت و جناب مرتضوی بسبب اشتغال بحرب بغاة شام و مہمات خلافت بحال او و اتباع او نپرواخت تا آنکه مذہب او رواج گرفت و شیوع پیدا گرد.....

پس لشکریان حضرت امیر بسبب رد و مقبول وسوسه این شیطان لعین چهار فرقه شد اول فرقه شیعه اولیٰ و شیعه مخلصین که پیشوایاں اہل سنت و جماعت اندبر روش جناب مرتضوی در معرفت حقوق اصحاب کبار و ازواج مطہرات و پاسداری ظاہرو باطن باوصف وقوع مشاجرات و مقاتلات و صفائی سینه و برات از غل و نفاق گذرانیدند و اینہا را شیعه اولیٰ و شیعه مخلصین نامندو این گروه من جمیع الوجوه بحکم ان عبادی لیس لك علیهم سلطان از شر آن ابلیس

پر تلبیس محفوظ و مصؤن ماندند و لوثی بدامن پاک آنہا از نجاست آن خبیث نرسید و جناب مرتضوی رضی اللّٰہ عنہ در خطبہ خود مدح اینہا فرمود و روش اینہا را پسندید دوم فرقہ شیعہ تفضیلیہ کہ جناب مرتضوی را بر جمیع صحابہ تفضیل میدادند این فرقہ آزاد نامی تلامذہ آن لعین شدند و شمہ از وسوسہ او قبول کردند و جناب مرتضوی در حق اینہا تہدید فرمود کہ اگر کسے را خواہم شنید کہ مرا بر شیخین تفضیل مے دہد او را حد افترا کہ ہشتاد چابک است خواہم زد۔ سوم فرقہ شیعہ سبیہ کہ آنہا را تبرائیہ نیز گویند جمیع صحابہ را ظالم و غاصب بلکہ کافر و منافق می دانستند و این گروہ از اوسط تلامذہ آن خبیث گشتند............ و ہر گاہ مقالات شیعہ این گروہ بسمع مبارک مرتضوی بواسطہ مخلصین میرسید خطبہا میفر مودونکو ہشہا مینمو دو برأت خود ازیں مردم ظاہر مے کرد۔ چہارم فرقہ شیعہ غلاۃ کہ ارشد تلامذہ واخص الخواص یاران آن خیثث بودند قائل بالوہیت آنجناب شدند..........

اصل طریق حدوث مذہب تشیع و از اینجا معلوم شد کہ اصول ارباب تشیع سہ فرقہ اند و اینہا ہمہ دریک وقت پیدا شدہ اندوبانی مبانی این ہر سہ طریق ہمان یک یہودے خبیث الباطن نفاق پیشہ بود کہ ہریک را برنگ دیگر فریفت و دردام دیگر لشید۔

(تحفہ اثناء عشریہ، ص۳ تا ۵، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

ترجمہ۔ جاننا چاہیے کہ مذہب شیعہ جب سے پیدا ہوا رنگ رنگ کے ظہور کرتا رہا اور طرح طرح کے لباس بدلا کیا، ہر وقت میں دوسرے رنگ پر ظاہر ہوا۔

اب تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر اور

حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے وقت میں بہت سے شہر کفار یہود ونصاریٰ اور مجوس اور بت پرستوں کے بعنایت ایزدی صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ہاتھ سے فتح ہوئے اور قتل وگرفتاری اور لوٹ اور غارت کفار نگونساری میں پڑی جس سے نہایت ننگ وعاران کو لاحق ہوئے حتیٰ کہ لڑکیاں نا کتخدا ان کی ہم بستر ادنیٰ مسلمانوں کے ہوئیں اور لڑکی لڑکے اشراف کفار کے لونڈی غلام اجلاف عرب کے بنے اور بکمال ذلت وخواری داغ جزیہ کا ان کے اعلیٰ لوگوں پر لگایا گیا۔

اول تو شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں ان کفاروں نے بھی بمقتضائے غلبہ غیرت اور شدت غضب کے بہت سے ہاتھ پاؤں مارے اور جنگ وجدال میں مستعد رہے لیکن جو مدد الٰہی شامل حال اہل اسلام کے تھی کوئی بات پیش نہ کی گئی۔ اور سوائے زیان کاری وخجالت کے کوئی نتیجہ نہ پایا۔ ناچار خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت میں یہ حیلہ پیدا کیا اور مکر بنایا کہ ایک جماعت کثیر ان میں سے بکلمہ اسلام گویا ہوئی اور اس حیلے سے اپنے آپ کو مسلمانوں میں داخل کیا اور دل سے درپے اس بات کے ہوئے کہ چراغ اسلام کا بجھا دیں اور مسلمانوں میں کینہ وفساد ڈال دیں۔ چنانچہ اسی کے حیلے اور تدبیریں ڈھونڈتے رہے۔ اتفاقاً تقدیر الٰہی سے جب زمانہ انقضائے خلافت کا کہ وہ بحکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیس برس تھے نزدیک پہنچا تو مصریوں میں سے ایک جماعت خلیفہ سوم حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) سے باغی ہوگئی اور ان پر قصد کیا۔ سب سے پہلے اور سب سے زیادہ یہ جماعت اس آگ کے بھڑکانے میں سرگرم ہوئی اور فرصت وموقع سمجھ کر اطراف وجوانب خصوص کوفہ وعراق سے مدینہ منورہ پہنچی اور وہ باتیں فساد انگیز کہ برسوں سے تیار کر رکھی تھیں اور بخوف صولت اسلام زبان پر نہیں لا سکتے تھے برملا کرنا شروع کیں۔ ہرگاہ کہ شہادت حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) اور خلافت جناب امیر (رضی اللہ عنہ) نے صورت پکڑی۔ ان لوگوں نے (اپنے) آپ کو مخلصوں اور محبوں جناب امیر (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) میں ظاہر کیا اور شیعہ علی رضی اللہ عنہ اپنا لقب ٹھہرایا اور اس گھس پیٹھ سے نہایت خوش وقت اور خوش دل ہوئے۔ چاہا کہ خبث دلی کو بے دغدغہ ظاہر کریں اور یہ فساد

جو شہادت حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) میں اٹھ کر قریب مٹنے کے ہو رہا ہے مٹنے نہ پائے اس کو خوب لمبا چوڑا کر دیں۔

سب سے بڑھ کر اور سب کا دادا پیر اس گروہ میں عبداللہ بن سبا یہودی یمنی صنعانی تھا کہ مکرو اغوا میں بحالت یہود کے مشہور اور دغا و دغل میں از بس معروف تھا گرم و سرد فتنہ انگیزی چکھے ہوئے اور نشیب و فراز اس راہ کے کما ینبغی (حسب اطمینان) دیکھے ہوئے، غرض ان باتوں میں خوب چڑھا ہوا تھا اس نے مفسدوں کو ایک طور پر فریب دینا اور موافق مادہ ہر ایک کے بہکانا شروع کیا۔ اول تو اظہار اپنے کمال محبت و اخلاص کا خاندان نبوت سے کیا اور ان کو محبت اہل بیت اور استحکام اس امر کی تحریص کی اور واجب جاننا خلیفہ برحق یعنی جناب امیر (رضی اللہ عنہ) کو اور رغبت نہ کرنا ان کے مخالفوں (یعنی خلفاء ثلاثہ) کی طرف بیان کیا کہ یہ بات خاص و عام اور گروہ اسلام کو مقبول و مطبوع ہوئی۔ سب اس کو اپنا ناصح اور خیر خواہ سمجھ کر معتقد ہوئے۔ جب اس نے اس جال میں لوگوں کو پھانس لیا تو پہلے یہ بات ان کے دلوں میں ڈالی کہ جناب امیر (علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ) بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں اور آنحضرت سے قریب تر اور وصی اور بھائی اور داماد ان کے ہیں۔ اور آیات قرآنی اور حدیثیں جو جناب امیر (علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ) کے فضائل و مناقبت میں تھیں ان کو مع مخترعات اپنی طبیعت کے سب میں پھیلا دیا۔ جب دیکھا کہ شاگرد اس کے فضیلت امیر کے قائل ہو گئے۔ اور یہ بات ان کے ذہنوں میں خوب جم گئی تو ایک گروہ کو جو اسی کے خالص بھائیوں اور چیدہ یاروں سے تھا۔ دوسرا بھید تعلیم کیا کہ جناب امیر (حضرت علی رضی اللہ عنہ) وصی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہیں اور آنحضرت نے صریح ان کو اپنا خلیفہ کیا اور خلافت ان کی قرآن کی اس آیت شریف ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ﴾ سے نکالی جاتی ہے لیکن صحابہ نے بسبب اپنے غلبہ اور مکر کے وصیت آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ضائع کیا اور اطاعت خدا و رسول کی نہ کی اور حق جناب امیر (حضرت علی) کا تلف کر ڈالا جملہ دنیا کی لالچ میں آ کر دین سے پھر گئے۔ اور اس جھگڑے کو جو حضرت خاتون جنت (رضی اللہ عنہا)

اور خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے بابت فدک کے ہو کر منجر بصلح وصفا ہوا تھا اس کو اپنے اس قول میں سند اور دستاویز ٹھہرایا۔ بعد اس تعلیم کے ہر ایک کو بھید چھپانے (اپنا عقیدہ چھپانے) کی بالمبالغہ وصیت کی کہ اگر تم کو لوگوں سے اس قسم کی گفتگو اور بات چیت آ پڑے تو میرا نام مت لینا بلکہ مجھ سے تبرا اور بیزاری ظاہر کرنا۔ اس واسطے کہ مجھ کو اس وصیت ونصیحت سے محض بیان حق اور اظہار امر واقع منظور ہے نہ کہ نام ونشان ومنصب وجاہ۔

پس بسبب اس وسوسہ کے گفت وشنود ان باتوں کی اور طعن ودشنام خلفاً کی حضرت امیر کے لشکر والوں میں جاری ہوئی اور جھگڑے اور لڑائیاں ہونے لگیں۔ یہاں تک کہ حضرت امیر (علی المرتضیٰ) نے برسر منبر برملا خطبہ فرمایا اور اس گروہ سے تبرا اور بیزاری اپنی ظاہر کی۔ بعض کو وعید اور ضرب حد یعنی سزا شرعی سے تحدید کی۔

ابن سبا نے جو دیکھا کہ یہ تیر بھی اس کا نشانہ پر لگا اور فتنہ وفساد مسلمانوں کے عقیدے میں پڑ گیا باہم گفتگو کرتے ہیں اور درپے بے آبروئی ایک دوسرے کے ہوتے ہیں، پھر ایک گروہ اخص الخواص شاگردوں سے چھانٹ کر خلوت خاص میں قول وقسم لے کر دوسرا بھید کہ اس سے باریک تر اور نازک تر تھا بیان کیا کہ جناب امیر (علی المرتضیٰ) سے ایسی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں جو مقدور بشر کا نہیں ہے۔ یعنی کرامتیں اور ہر قالب میں ہو جانا، غیب کی خبر دینا، مردے جلانا، حقائق الٰہیہ اور کونیہ بیان کرنا، حاضر جواب اور عبارت والفاظ میں بلیغ وفصیح ہونا، زہد وتقویٰ اور شجاعت بیحد اور وہ قوت کہ نہ کسی آنکھ سے دیکھی نہ کان سے سنی۔ آیا کچھ جانتے ہو کہ یہ سب چیزیں ان میں کہاں سے آئیں اور یہ کیا بھید ہے سب نے عجز ظاہر کر کے کہا کہ ہم کچھ نہیں جانتے تم جس راہ ہم کو چلاؤ گے چلیں گے۔ اس نے بہت سا شوق ان کو دلا [illegible] بہت سے تاکیدیں بھید چھپانے کی کر کے ظاہر کیا کہ یہ سب خواص الوہیت کے ہیں جو لباس بشریت میں جلوہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ خود ظاہر ہو کر کہا۔ فاعلموا ان علیا ھو الا له لا الا ھو ...... یعنی تم لوگ جان لو کہ بے شک علی خدا ہیں اور کوئی خدا نہیں سوائے ان کے......

یہ قول قبیح اس کا فاش ہو کر جناب امیر (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) تک پہنچا۔ آپ نے اس گروہ کو مع ابن سبا آگ میں جلا دینے سے دھمکایا، ڈرایا اور توبہ کرائی اور وہاں سے نکال کر شہر مدائن کو بھیج دیا۔ مدائن میں یہ لوگ وہی باتیں قبیح اپنی ظاہر کرنے لگے اور ابن سبا نے اپنے شاگردوں کو عراق و آذربائیجان میں پھیلا دیا۔ حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) بسبب کثرت اشغال لڑائیوں کے جو باغیان شام سے درپیش تھیں اور نیز بوجہ دیگر امورات عظیم خلافت کے متوجہ حال ابن سبا اور اس کے تابعین کے نہ ہو سکے۔ یہاں تک کہ اس کا مذہب رواج پا گیا اور پھیل گیا۔

پس لشکر والے جناب امیر (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کے اس شیطان کے وسواس سے چار فریق ہو گئے۔

ایک فرقہ اولیٰ اور شیعہ مخلصین کہ اہل سنت و جماعت کے پیشوا ہیں اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے چال چلن پر حقوق اصحاب کبار اور ازواج مطہرات کے پہچانتے تھے اور ان کی پاسداری ظاہر و باطن کرتے تھے۔ باوصف لڑائیوں اور جھگڑوں باہمی کے سینہ بے کینہ سے مکر و نفاق کو نکال دیا تھا اور صفا و برأت حاصل تھی انہی کو شیعہ اولیٰ اور شیعہ مخلصین کہتے ہیں کہ یہ گروہ بجمیع وجوہ بحکم ان عبادی لیس لک علیهم سلطان کے شر اس شیطان مکار سے محفوظ و مصؤن رہے ان کا دامن نجاست خبث اُس پلید سے پاک رہا۔ معنے اس آیت کے یہ کہ بے شک میرے خاص بندوں پر تجھ کو غلبہ نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ شیطان سے فرمایا ہے اس وقت جو شیطان نے کہا کہ میں ان کو بہکاؤں گا اور جناب امیر رضی اللہ عنہ نے خطبوں میں مدح ان کی فرمائی اور روش ان کی پسند کی۔

دوسرا فرقہ تفضیلیہ کہ جناب امیر (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو سب صحابہ کرام پر فضیلت دیتے تھے۔ یہ فرقہ ادنیٰ شاگردوں اس لعین (لعنتی) سے تھا کہ انہوں نے تھوڑا سا وسوسہ اس کا قبول کیا اور جناب امیر (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) نے ان کو بہت ڈرایا دھمکایا کہ اگر میں نے کسی کو سنا کہ مجھ کو شیخین (حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما) پر فضیلت دیتا ہے تو اس کو سزا افترا کی دوں گا جو اسی (۸۰) کوڑے ہیں۔

تیسرا فرقہ شیعہ سبیہ سب بمعنی دشنام کہ ان کو تبرائیہ بھی کہتے ہیں جو تمام صحابہ کو ظالم غاصب بلکہ کافر و منافق جانتے ہیں اور یہ (اس گروہ کے لوگ) اس کے اوسط درجہ کے شاگردوں سے ہوئے...... ہر گاہ (کہ شیعہ کے اس گروہ کی گالی گلوچ کی) یہ خبر بواسطہ مخلصین جناب امیر (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کے سمع شریف میں پہنچتی تھی تو خطبے فرماتے تھے اور انہیں (تبرائی گروہ کو) بُرا بھلا کہہ کر اپنی بیزاری اُن (اس شیعہ گروہ) سے ظاہر کرتے تھے۔

چوتھا فرقہ شیعہ غلات یعنی نہایت حد سے بڑھا کہ یہ لوگ اس خبیث کے خاص الخاص اور ارشد شاگردوں سے تھے اور قائل الوہیت جناب امیر (سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ) کے ہوئے (یعنی یہ غالی گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو الہ قرار دیتا ہے)

اب اس سے معلوم ہوا کہ اصل اصول شیعوں کے تین فرقے ہیں (تفضیلہ، سبیہ، غلاۃ) کہ تینوں ایک وقت میں پیدا ہوئے اور بانی مبانی ان تینوں فرقوں کا وہی یہودی خبیث الباطن نفاق پیشہ (عبداللہ بن سبا) تھا کہ ہر ایک کو ایک دوسرے پر فریفتہ کر کے اپنے جال میں پھانسا۔"

(تحفہ اثناء عشریہ، اردو ترجمہ، ص ۵ تا ۸)

خاتم المفسرین والمحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

شیعه اولیٰ را دو فرقه اعتبار میکنند فرقه اول مخلصین که اہل سنت و جماعت انداز صحابه و تابعین که لازم صحبت حضرت مرتضیٰ و ناصران خلافت او بودند از اخیار مہاجران و انصار و غیرہم مذہب ایشاں آنکه حضرت مرتضیٰ امام حق است بعد از شہادت حضرت عثمان و طاعت او برکافه انام فرض است و او افضل زمان خود بود ہر که باو خلاف نمود در امر خلافت مخطی و باغی بود و ہر که او رالائق خلافت ندانست مبطل و ضال و ام المومنین و طلحه و زبیر باودرامر خلافت

مناقشه نکرده اند در تقدیم قصاص قتله عثمان و تاخیر آن نزاع داشتند و قریب بود که بصلح انجامد همین عبد الله بن سبا و امثال او بی مرضی روساء طرفین جنگ و قتال آغاز کردند و شدانچه شد و لهذا ہمه بزرگواران عدم لیاقت مرتضیٰ مر خلافت را اصلا معتقد نبودند بلکه بہترین اہل عصر خود میدانستند و مدائح و مناقب آنجناب را برملا روایت مینمودند و مذہب این فرقه آنست که کلمات طیبات مرتضیٰ را محمول بر ظواہر آن بایدداشت نه برتقیه و خلاف نمائے چنانچه کلام اللّٰہ و کلام الرسول رانیز بر ظاہر آن حمل باید کرد چه امام بحق نائب پیغمبرست و نصوص پیغمبر ہمه محمول بر ظاہر است پس انچه مرتضیٰ از تفضیل بعض اصحاب بر خود و مدائح و مناقب سائر اصحاب گو مخالفان و مقاتلان او باشند بیان فرماید بی شبه و بیشك یقین باید کرد و ماخذ اعتقاد و عمل سنت مصطفویه را که بروایت جمیع صحابه ثابت شده است باید دانست که مُرتضیٰ ہر ہمه را تصویب فرموده و جمیع صحابه کرام را پایه بپایه ستوده کما سیجی تفضیله ان شاء الله تعالیٰ و لہٰذا آ نفرقه ملقب باہل سنت و جماعت شد و لہذا این طائفه در حق صحابه موافق ظواہر کلمات مرتضی میردند و ہر ہمه را مرتبه بمرتبه معتقد اند.

فرقه دوم تفضیلیه ہر چند این فرقه داخل شیعه اولی نیست لیکن چون در جمیع مسائل موافق باہل سنت و جماعت اندو ماخذ اعتقاد و عمل ایشان نیز سنت مرویه از جماعه صحابه است مگر مسئله تفضیل فقط اینہا را نیز داخل شیعه اولی بنما نید. تقلیلا للاکثار و ضبطا للانتشار مذہب ایشان انیست...... و مرتضیٰ افضل الناس بعد الرسول

ست و صحابه کرام را بخیر یاد میکنند و نسبت بظلم و غضب و ضلال نمینماید و در ہیچ مسئله مخالف فرقه اول نمیشوند مگر در تفضیل فقط.................. و نیز باید دانست که شیعه اولی که فرقه سنیه و تفضیلیه اند در زمان سابق بشیعه ملقب بودند و چوں غلاة و روافض و زیدیان و اسمعیلیه باین لقب خود را ملقب کردند و مصدر قبایح و شرور اعتقادی و عملی گردیدند (خوفا عن التباس الحق بالباطل) فرقه سنیه و تفضلیه این لقب را بر خود نه پسندیدند و خود را باہل سنت و جماعت ملقب کردند.

(تحفہ اثناءعشریہ، ص۱۱)

ترجمہ: شیعہ اولیٰ کو دو فرقے اعتبار (شمار) کرتے ہیں۔ اول فرقہ مخلصین کہ اہل سنت و جماعت ہیں۔ صحابہ اور تابعین کہ ہمیشہ حضرت امیر (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کی صحبت میں رہے اور ان کی خلافت کے ناصر و مددگار جتنے اخیار مہاجرین و انصار سے تھے اور ان سب کا یہی مذہب تھا کہ حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) امام برحق ہیں۔ بعد شہادت حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے اطاعت ان کی کافہ انام (تمام مخلوق) پر فرض تھی اور اپنے وقت میں یہ سب سے افضل ہیں جو کوئی خلافت کے معاملہ میں ان سے خلاف ہو خطا کار و باغی ہے اور جو ان کو لائق خلافت نہ جانے بیہودہ اور گمراہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (ام المومنین) اور طلحہ و زبیر (رضی اللہ عنہما) نے خلافت کے معاملے میں ان سے مناقشہ نہیں کیا ہے بلکہ یہ غرض تھی کہ جو لوگ قاتل حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے ہیں ان سے قصاص لیا جائے اور حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) بہ نظر مصلحت تاخیر کرتے تھے بس فقط نزاع قصاص کا تھا اور قریب تھا کہ صلح ہو جائے۔ عبداللہ بن سبا نے بے مرضی رؤسا طرفین لڑائی شروع کرادی۔ آخر ہوا سو ہوا، اس کے واسطے کہ ان بزرگواروں سے کوئی معتقد اس کا نہ تھا کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ لائق خلافت کے نہیں بلکہ بہترین اپنے وقت کا ان کو جانتے تھے اور تعریفیں اور توصیفیں برملا کرتے تھے۔ اور مذہب اس فرقہ کا یہ ہے کہ جو کلمات طیبات جناب امیر

رضی اللہ عنہ نے فرمائے ہیں وہی ظاہر معنے ان کے ہیں نہ تقیہ اور خلاف نمائی، جیسے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے ظاہر معنے لیے جاتے ہیں کس واسطے کہ جب امام نائب پیغمبر کا ہے اور احکام پیغمبر سب محمول ظاہر پر۔ پس جو کچھ مرتضٰی نے تفضیل (افضلیت) بعض اصحاب کی اپنے اوپر اور صفت و ثناء تمام اصحاب کی گو ان کے مخالف ہی ہوں بیان فرمائی ہے بلاشبہ اور بے شک اس پر یقین کرنا چاہیے اور ٹھکانا اعتقاد اور طریقہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا تمام صحابہ کی روایت سے ثابت ہوا ہے اسی کو جاننا چاہیے کہ مرتضٰی (رضی اللہ عنہ) ان سب کی طرف نسبت صواب کی ہے اور جمیع صحابہ کی تعریف جس کی تفصیل قریب آتی ہے ان شاءاللہ تعالٰی۔ اسی واسطے یہ فرقہ ملقب باہل سنت و جماعت ہوا کیونکہ یہ گروہ صحابہ کے حق میں ظاہر کلمات امیر (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) پر چلتے ہیں اور سب کے درجہ بدرجہ معتقد۔

دوسرا فرقہ تفضیلیہ ہر چند یہ فرقہ داخل شیعہ اولٰی میں نہیں ہے لیکن یہ فرقہ جو جمیع مسائل میں موافق اہل سنت و جماعت کے ہے اور ٹھکانا نکلنے ان کے اعتقاد و عمل کا بھی وہی ہے جو اہل سنت و جماعت سے روایت کیا گیا ہے سوائے مسئلہ تفضیل کے۔ ان کو شیعہ اولٰی میں شمار کرتے ہیں۔ ان کا مذہب یہ ہے...... اور جناب امیر (علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ) سب لوگوں میں افضل ہیں بعد رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اور صحابہ سے کسی کی طرف نسبت غضب اور گمراہی نہیں کرتے سب کا ذکر بخیر کرتے ہیں نہ کسی مسئلہ میں مخالف فرقہ اول (اہل سنت و جماعت ☆ کے ہوتے ہیں بس فقط (مسئلہ) تفضیل۔ (مسئلہ تفضیل میں فرقہ تفضیلیہ اہل سنت کے مخالف ہے)

اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ شیعہ اولٰی کہ فرقہ سنی اور تفضیلیہ کے ہیں زمانہ سابق میں لقب ان کا شیعہ تھا۔ جب غلاۃ اور روافض اور زیدیوں اور اسماعیلیوں نے اس لقب سے اپنے آپ کو ملقب کیا اور قباحت اعتقادی و عملی ان سے صادر ہوئی تو اس خوف سے کہ حق و باطل ایک صورت کے نہ ہو جائیں فرقہ سنیہ اور تفضیلیہ نے اس لقب کو اپنے حق میں ناپسند کیا اور اہل و سنت و جماعت اپنا لقب قرار دیا۔

(تحفہ اثنا عشریہ، اردو ترجمہ، ص ۱۹۔۲۰)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق سے واضح ہوا کہ حضرت امیر المومنین علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے سچے محبوں اور ناصر و مددگاروں پر لفظ شیعہ کا اطلاق ہوا ہے اور ان حضرات کو شیعہ اولیٰ اور شیعہ مخلصین کہا گیا ہے اور یہ حضرات اہل سنت و جماعت کے پیشوا ہیں۔ یہ صحابہ کرام اور تابعین عظام تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے بعض اصحاب کا (مراد سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم ہیں) اپنے سے افضل ہونا بیان کیا ہے یہ درست ہے۔ جبکہ دوسرا فرقہ تفضیلیہ ہے جو شیعہ اولیٰ یا شیعہ مخلصین سے علیحدہ فرقہ ہے۔ تفضیلیہ تمام صحابہ کا ادب واحترام کرتے ہیں مگر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ کرام بشمول شیخاں (سیدنا صدیق اکبر و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما) سے افضل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ صحابہ کرام کا ادب واحترام رکھنے کی وجہ سے انہیں بھی اہل سنت میں شمار کر لیا جاتا ہے کیونکہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ کرام سے افضل ہونے کا عقیدہ رکھنے کے علاوہ کسی اور بات میں اہل سنت و جماعت سے اختلاف نہیں رکھتے مگر اپنے عقیدہ تفضیل علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے یہ اہل سنت سے علیحدہ فرقہ ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نکتہ کی وضاحت ''تحفہ اثناء عشریہ'' میں کئی مقامات پر کی ہے۔

علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

''دوم فرقه شیعه تفضیلیه جناب مرتضوی را بر جمیع صحابه تفضیل میدانند و این فرقه آزاد نامی تلامذه ان لعین شدند و شمه از وسوسه او قبول کردند.''

(تحفہ اثناعشریہ، ص ۵)

ترجمہ: دوسرا فرقہ شیعہ تفضیلیہ ہے کہ جناب علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام سے افضل قرار دیتا ہے اور یہ فرقہ اس لعنتی (عبداللہ بن سبا) کے ادنیٰ شاگردوں سے تھا اور انہوں نے تھوڑا سا وسوسہ اس کا قبول کیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

"شیعہ سبیہ از ہمہ فرق بیشتر و قوی تر گشتند زیرا کہ ممدات عقیدہ آنہا پی در پی میر سید و غلاۃ و تفضیلیہ کمتر و ذلیل تر ماندند اما غلاۃ پس بجہت ظہور بطلان معتقد ایشان و شناعت کلمات وحشت انگیز ایشان ہذیانات آنہارا کسے گوش نمیکرد و اکثر احیاناً بمز خرفات ایشان کسے فریفتہ میشد زد و بمراجعت عقل خود یا بہ نصیحت اقارب و عشائر و معاریف خود باز میگشت واما تفضیلیہ پس بایں جہت کہ از ہر دو طرف راندہ در وسط ماندہ بودند سبیہ و تبرائیہ ایشان را از خود نمی شمردندو در عداد شیعہ علی نمی آوردندکہ داد محبت اہل بیت کہ بزعم شان منحصر در سب و تبرامی صحابہ و ازواج است نمید ہند و جماعہ مخلصین آنہا را رابر غیر روش جناب مرتضوی دانستہ د مورد وعید آنجناب نکاشتہ تحقیر و تذلیل میکردند (لا فی العیز ولا فی النفیر) در حق ایشان راست آمد.

(تحفہ اثناعشریہ،ص٦)

ترجمہ: شیعہ سبیہ سب (شیعہ) فرقوں سے زیادہ اور قوی تر ہو گئے کس واسطے کہ ان کو اپنے عقیدے کی مدد پے در پے ملتی رہی اور غلاۃ وتفضیلیہ کم اور ذلیل تر رہے لیکن غلاۃ کی قلت اور ذلت اس سبب سے ہوئی کہ ان کے اعتقاد کی باتوں میں بطلان اور کلمات وحشت انگیز میں برائیاں بہت ظاہر ہوتی تھیں لاجرم کوئی ان کے ہذیانات کو نہیں سنتا تھا۔ اگر کسی وقت کوئی دھوکا کھا کر ان کے مزخرفات میں آ بھی گیا تو فوراً اپنے کنبے قبیلے والوں کی نصیحت سے پلٹ جاتا تھا۔

اور تفضیلیوں (تفضیلی شیعوں) کی قلت و ذلت کی یہ وجہ کہ دونوں طرف سے راندے ہوئے بیچ میں لٹک رہے ہیں۔ سبّیہ اور تبرائیہ تو ان کو اپنی گروہ سے نہیں جانتے اور شیعہ حضرت علی

رضی اللہ عنہ کی گنتی میں نہیں گنتے اس واسطے کما ینبغی حق محبت اہل بیت کا جو منحصر سب وتبرائے صحابہ اور ازواج (مطہرات) میں ہے یہ ادا نہیں کرتے۔ اور جماعت مخلصین (اہل سنت و جماعت) ان کو غیر چلن جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سمجھ کر اور مورد ان کے وعید کا جان کر حقیر و ذلیل جانتے رہے ان کی مثل وہ ہے۔ ''نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے۔''

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ غالی اور تبرائی شیعہ تفضیلیوں کو اپنے میں شمار نہیں کرتے اور اہل وسنت و جماعت ان کو اپنے میں شمار نہیں کرتے اور ان کی مثال یہ ہے: لا فی العیر و لا فی النفیر ...... یعنی نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا ترجمہ یوں بھی کیا جا سکتا ہے کہ ان کا حال دھوبی ...... والا ہے...... نہ گھر کے نہ گھاٹ کے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تھوڑا سا آگے چل کر لکھتے ہیں۔

بلکه عندالتفتیش چنان ظاهر میشود که لفظ نواصب در عرف شیعه قاطبة مستعمل برای کسی است که مخالف عقیده ایشاں باشد پس غلاة سبیه را نواصب دانند و سبیه تفضیلیه راوتفضیلیه شیعه اولیٰ را خوشا حال شیعه اولی که مورد طعن و ملامت جمیع فرق ضاله از شیعه و نواصب گردیده اند و باهر همه آنها مخالفت گزیده گویا ایشانرا بوراثت جناب مرتضوی رضی الله عنه مجاهده کبری و غربت عظمیٰ نصیب شده (وان الدین بدء غریبا و سیعود غریبا فطوبی للغرباء) مصداق حال ایشان و کشف مال ایشان آمده والحمدلله۔

(تحفہ اثنا عشریہ، ص ۴۶)

بلکہ عندالتفتیش ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ لفظ نواصب کا عرف شیعہ میں اس شخص کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ان کے مخالف عقیدے کا ہو پس غلاۃ سبیہ کو نواصب جانتے ہیں اور سبیہ تفضیلیہ کو اور

تفضیلیہ شیعہ اولیٰ (اہل سنت و جماعت) کو، لیکن شیعہ اولیٰ (اہل سنت و جماعت) کو مبارک ہو کہ مورد طعن و ملامت ہر فرقہ گمراہ شیعہ اور نواصب کے بنے ہیں اور سب کے ساتھ مخالفت اختیار کی گویا ان کو بوراثت جناب علی المرتضیٰ کے مجاہدہ کبری اور غربت عظمیٰ نصیب ہوئے اور ان الدین بدء غریبا و سیعود غریبا فطوبی للغرباء ...... کا مصداق حال اور کشف مآل ان کا ہوا بس اللہ کے لیے حمد ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے درست فرمایا کہ تفضیلی شیعہ اہل سنت و جماعت کو ناصبی قرار دیتے ہیں اس کی کئی مثالیں قاری ظہور احمد فیضی شیعی تفضیلی کی کتاب ''شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ'' میں مل جائیں گی۔

قاری ظہور احمد فیضی نے ''شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ'' میں کئی مقامات پر حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم و دیگر اہل بیت کا حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت سیدنا عمر بن خطاب اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے افضلھو نا بیان کیا ہے جو سراسر رافضی مذہب کی ترجمانی ہے۔

امام ابوشکور محمد بن عبدالسعید السالمی الکبشی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقالت الروافضة بان اهل البيت و هم على و فاطمة والحسن و الحسين كانوا افضل من الصحابة و علے ما كان من الصحابة لانه كان من القرابة والصحابة من يكون من غير القرابة و قالوا بان عليًا كان افضل الناس بعد رسول ال صلى الله عليه وسلم وهوما كان من الصحابة ومن الصحابة و افضلهم ابوبكر و هذا مردود عليهم لان علياً كان من الصحابة بدليل ماروى عن النبى انه قال اصحابى كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم و كان على منهم و لوقلنا بان عليا ما كان منهم يكون منقصه فى حقه فصح ما قلنا قال المهتدى ابو شكور السالمى كنت ابليت بين قوم من الشيعة فسالونى عن افضل الناس بعد رسول الله و كنت ارتعدمنهم بالفرب فقلت افضل الناس من الصحابة ابوبكر و من اهل

بیت علی ففرحوا لان من زعمھم ان علیا ما کان من الصحابة و کان من اھل البیت و ھم افضل الصحابة و من زعمی ان علیا کان من الصحابة و کان من اھل البیت و ابوبکر افضل منه والخلفاء افضل من اھل البیت۔

(تمہید ابی شکور سالمی، ص ۱۶۶۔۱۶۷)

ترجمہ: ''رافضیوں نے کہا کہ اہل بیت وہ حضرت علی اور فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم ہیں اور یہ صحابہ کرام سے بھی افضل ہیں اور علی (رضی اللہ عنہ) صحابہ میں داخل نہیں اس لیے کہ وہ قرابت دار ہیں اور اصحاب غیر رشتہ دار وقرابت دار ہوتے ہیں اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ہیں اور وہ (علی رضی اللہ عنہ) صحابہ میں سے نہیں اور صحابہ میں افضل ابوبکر صدیق ہیں۔ لیکن ان (رافضیوں) کا قول مردود ہے، اس لیے کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) صحابہ سے تھے۔ دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی پیروی کرو ہدایت پا جاؤ گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان میں داخل ہیں۔

اور اگر ہم یہ کہیں کہ علی (رضی اللہ عنہ) ان میں داخل نہیں تو اس میں ان کی توہین و منقصت ہے تو صحیح وہی ہے جو ہم نے کہا۔ امام ابوشکور سالمی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ میں رافضیوں میں پھنس گیا اور میں ان سے زدوکوب کے خطرے میں کانپ رہا تھا، انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ میں نے جواب دیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور اہل بیت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے اس لیے کہ وہ علی (رضی اللہ عنہ) کو اصحاب میں داخل نہیں مانتے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت میں داخل مانتے ہیں اور اہل بیت افضل الصحابہ ہیں۔ میرا (امام ابوشکور سالمی کا) عقیدہ یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اصحاب میں داخل ہیں اور اہل بیت بھی ہیں اور ابوبکر ان سے افضل ہیں اور خلفائے راشدین اہل بیت سے افضل ہیں۔''

اکابرین اہل سنت و جماعت کی کتابوں سے نقل کردہ ان تمام حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کو خلفاً ثلاثہ سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم پر افضلیت دینا شیعوں رافضیوں کا عقیدہ ہے۔ آج جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم سے افضل ہونے اور اہل بیت کے صحابہ میں شمار نہ ہونے کا پرچار کر رہے ہیں۔ یہ تمام حضرات حنفی، قادری، چشتی کہلانے کے باوجود تفضیلی شیعہ ہیں۔ ان کا اہل سنت و جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ عوام اہل سنت و جماعت کو دھوکا دینے کے لیے انہوں نے قادری، چشتی ہونے کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے جبکہ ان کے باطن میں رفض پوشیدہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سنی العقیدہ مسلمانوں کو ان کے فتنہ وشر سے محفوظ رکھے۔

محمد علی مصطفوی حنفی

پکا ڈیرہ وڑائچاں، کوٹ رنجیت

تحصیل وضلع شیخوپورہ

باب اول

فضائل خلفاۓ ثلاثہ

قرآن مجید سے دلائل

دلیل نمبر 1- إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا......

(التوبہ:۴۰)

ترجمہ: اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی، جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا، بے شک اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نہیں دیکھ سکتے۔

علامہ اسمٰعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

(ثاني اثنين) .... والاثنان ابوبكر و رسول الله صلى الله عليه وسلم

دو سے مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(تفسیر روح البیان، جلد ۳، ص ۵۴۸)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

و فى الاية: دلالة على علو طبقة الصديق و سابقة صحبته و هو ثانى رسول الله فى عالم الارواح حين خرج من العدم و ثانيه حين خرج مهاجراً و ثانيه فى الغار و ثانيه فى

الخلافة و ثانيه فی القبر بعد وفاته فی انشقاق الارض عنه یوم البعث و ثانیه فی دخول الجنة کما قال علیه السلام: اما انك یا ابابکر اول من دخل الجنة من امتی۔

(تفسیر روح البیان، جلد۳،ص۵۵۲)

ترجمہ: اوراس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بلند مرتبہ ثابت ہوااور یہ عالم ارواح میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی ہیں۔ جب آپ عالم عدم سے عالم وجود میں آئے تب بھی ثانی ہیں، آپ ہجرت میں ثانی ہیں تو غار میں بھی ثانی، خلافت میں بھی ثانی، وفات کے بعد قبر میں بھی ثانی ہیں، اسی طرح جب روز محشر زمین شق ہوگی تو صدیق اکبر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی، اسی طرح دخول جنت میں بھی ثانی، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوبکر قیامت میں تم میرے ساتھ میری امت سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگے۔

(یہ حدیث ابوداؤد جلد۳،ص۴۵۰ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور میں موجود ہے)

قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

(ثانی اثنین) منصوب علی الحال من الضمیر المتصوب فی نصرہ یعنی نصرہ حال کونه بحیث لم یکن معه الا رجل واحد و هوابوبکر و هو ثانیهما۔

(اذ یقول) یعنی النبی صلی الله علیه وسلم (لصحبه) یعنی ابابکر، روی الترمذی والبغوی عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لابی بکر: انت صاحبی فی الغار و صاحبی علی الحوض، و روی مسلم عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لو کنت متخذا خلیلاً لاتخذت ابابکر خلیلاً ولکن اخی و صاحبی و لکن اتخذالله صاحبکم خلیلا قال الحسن بن الفضل من قال: ان ابابکر لم یکن صاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم فهو کافر لانکارة نص القرآن و فی سائر الصحابة اذا انکریکون مبتدعاً کافراً

(لا تحزن ان الله معنا) معیة غیر متکیفة قال الشیخ الاجل الشهید مظهر فیوض

الرحمن مرزا جان جاناں رحمة الله تعالیٰ رحمة واسعة کفی لابی بکر فضلا ان رسول الله صلی الله علیه وسلم أثبت لابی بکر معیة الله سبحانه التی أثبتها لنفسه بلا تفاوت فمن أنکر فضل أبی بکر أنکر هذه الآیة و کفر۔

(تفسیر المظهری، جلد۳، ص۲۸۸)

ترجمہ:ثانی اثنین...... ایسی حالت میں کہ وہ دو میں دوسرے تھے یعنی دو آدمی تھے ایک وہ تھے اور ان کے ساتھ ایک شخص تھا اور وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور وہ دوسرے تھے۔اذ یقول لصاحبه۔ جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھی ابوبکر سے کہہ رہے تھے۔ترمذی اور بغوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا۔تم میرے غار کے ساتھی ہو اور حوض پر بھی میرے ساتھی ہو گے۔امام مسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا مگر وہ میرے بھائی اور ساتھی ہیں اور اللہ نے تمہارے ساتھی (رسول اللہ) کو اپنا خلیل بنالیا ہے۔حسن بن فضل کہتے ہیں اگر کوئی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی نہ مانے وہ کافر ہے کیونکہ وہ نص قرآنی کا انکار کرتا ہے،اگر دوسرے صحابہ کا انکار کرے تو بدعتی ہوگا کافر نہیں۔لا تحزن ان الله معنا۔غم نہ کر بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔اللہ کی معیت بے کیف ہے۔حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت بڑی ہے کہ رسول اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ ملا کر اللہ کی معیت کی دونوں کے لیے یکجائی ثابت کی جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا انکار کرتا ہے وہ اس آیت کا انکار کرتا ہے اور یہ کفر ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

یقول تعالیٰ (الا تنصروه) أی تنصروا رسوله فان اللّٰه ناصره و مؤیده و کافیه و حافظه کما نصره (اذ اخرجه الذین کفروا ثانی اثنین) أی عام الهجرة لما هم المشرکون

بقتله أوجسه أونفيه فخرج منهم هاربا بصحبة صديقه و صاحبه أبي بكر بن ابی قحافة فلجا الی غار ثور ثلاثه ایام لیرجع الطلب الذین خرجوا فی اثارهم ثم یسیروا نحو المدینة فجعل ابوبكر رضی الله عنه یجزع ان یطلع و علیهم أحد فیخلص الی رسول الله صلی الله علیه وسلم منهم اذی فجعل النبی صلی الله علیه وسلم یسکنه یثبته و یقول: "یا ابابکر ما ظنك باثنین الله ثالثهما" كما قال الامام احمد حدثنا عفان حدثنا همام أنبانا ثابت عن انس أن ابابکر حدثه قال: قلت للنبی صلی الله علیه و سلم و نحن فی الغار: لوأن أحدهم نظر الی قدمیه لا بصرنا تحت قدمیه قال: فقال: یا ابابکر ما ظنك باثنین الله ثالثهما أخرجاه فی الصحیحین، و لهذا قال تعالیٰ (فانزل الله سکینته علیه) ای تاییده و نصره علیه أی علی الرسول صلی الله علیه وسلم فی أشهر القولین و قیل علی ابوبکر۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد۲، ص۱۷۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم رسول کی مدد نہ کرو گے تو کیا ہوا تو بے شک اللہ تعالیٰ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حامی و ناصر، محافظ و موید ہے جیسا کہ اس نے آپ کی اس وقت مدد کی جب ہجرت کے سال کفار نے آپ کو مکہ سے نکال دیا۔ مشرکین نے آپ کو قتل کرنے، قید میں ڈالنے یا جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا تو آپ اپنے سچے دوست اور ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بن ابی قحافہ کو لے کر مکہ سے نکلے، تین دن آپ نے غار ثور میں پناہ لی تا کہ آپ کو تلاش کرنے والے پلٹ جائیں اور وہ مدینہ کی طرف عازم سفر ہو جائیں، غار ثور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھبراہٹ کا شکار ہو کر یہ سوچنے لگے کہ کہیں کفار ان کی اطلاع پا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کے درپے نہ ہو جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دلاسہ اور اطمینان دلاتے ہوئے فرمایا۔ اے ابوبکر! تمہارا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔

امام احمد بن حنبل نے مسند میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے غار کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اگر ان (کفار) میں سے کوئی اپنے قدموں پر نظر ڈالے تو ضرور اپنے قدموں کے نیچے ہمیں دیکھ لے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوبکر تمہارا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو صحیح بخاری تفسیر سورۂ توبہ، صحیح مسلم کتاب فضائل صحابہ)

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''تو اللہ تعالیٰ نے اس پر سکینہ اتارا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تائید و نصرت سے نوازا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سکون و اطمینان نازل کیا۔

علامہ مفتی احمد یار خان بدایونی ثم گجراتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

(ثانی اثنین) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) جو حضور کے یار غار ہیں، لفظ یار غار اس آیت سے حاصل ہوا، آج بھی دلی دوست اور باوفا یار کو ''یارِ غار'' کہتے ہیں۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی صحابیت قطعی ایمانی قرآنی ہے لہٰذا اس کا انکار کفر ہے۔ دوسرے یہ کہ صدیق اکبر کا درجہ حضور کے بعد سب سے بڑا ہے کہ انہیں رب نے حضور کا ثانی فرمایا۔ اس لیے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں اپنے مصلے پر امام بنایا۔ آپ چار پشت صحابی ہیں۔ والدین بھی، خود بھی، ساری اولاد بھی، اولاد کی اولاد بھی صحابی۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام چار پشت نبی۔ یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت صدیق اکبر کے لیے ہے۔ رب تعالیٰ انہیں دوسرا بنا چکا پھر انہیں تیسرا یا چوتھا کرنے والا کون ہے، وہ تو قبر میں بھی دوسرے، حشر میں بھی دوسرے ہوں گے۔

(لَا تَحزَنْ) مجھ پر غم نہ کھاؤ۔ کیونکہ صدیق اکبر کو اس وقت اپنا غم نہ تھا۔ خود تو سانپ سے کٹوا چکے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہو چکے تھے اگر اپنا غم ہوتا تو حضور کو کندھے پر اٹھا کر گیارہ میل

پہاڑ کی بلندی پر نہ چڑھتے اور اکیلے غار میں اندھیرے میں داخل نہ ہوتے سانپ سے نہ کٹواتے۔
(اِنَّ اللّٰہ مَعَنَا) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ اِنَّ رَبِّیْ سَیَھدِین۔ میرے ساتھ میرا رب ہے۔ یعنی تمہارے ساتھ رب نہیں صرف میرے ساتھ ہے مگر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے یعنی میرے ساتھ بھی ہے اور تمہارے ساتھ بھی، جس کے ساتھ رب ہو وہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ابوبکر کے ساتھ رہا جیسے حضور کے ساتھ۔

فَاَنزَلَ اللّٰہ سَکِینَتَہٗ عَلَیہِ۔ معلوم ہوا سکینہ کا نزول صدیق اکبر پر ہوا کیونکہ اس وقت بے چینی انہیں کو تھی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قلب مبارک تو پہلے ہی چین میں تھا نیز اس سے قریب میں صدیق اکبر کا ہی ذکر ہوا۔ لِصَاحِبِہ اور ضمیر حتی الامکان قریب کی طرف رجوع کرتی ہے۔ حضرت صدیق اکبر کا خیال تھا کا کافر غار کے منہ پر آ گئے اگر مطلع ہو گئے تو حضور کو دکھ دیں گے۔

شیعہ مذہب کی معتبر کتاب تفسیر قمی میں ہے۔

فانه حدثنی ابی عن بعض رجاله رفعه الی ابی عبدالله قال لما کان رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الغار قال لابی بکر کانی انظر سفینة جعفر فی اصحابه یقوم فی البحر و انظر الی الانصار محتبین فی افنیتهم فقال ابوبکر و تراهم یا رسول الله قال نعم قال فارینها فمسح علی عینه فراهم فقال له رسول الله (صلی الله علیه وسلم) انت صدیق۔

(تفسیر قمی، ص ۲۶۵۔۲۶۶، مطبوعہ ایران قدیم)

ترجمہ: حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کی رات غار میں تھے تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا، میں جعفر طیار کو اوران کے ساتھیوں کو اس کشتی میں بیٹھے دیکھ رہا ہوں جو دریا میں کھڑی ہے اور میں انصار کو بھی اپنے گھروں میں بیٹھے دیکھ رہا ہوں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا۔ کیا آپ واقعی دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا: ہاں۔ عرض کی مجھے بھی دکھلا دیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا، پھر انہیں بھی یہ سب کچھ نظر آ گیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ابوبکر) تو

صدیق ہے۔

دلیل نمبر 2- قال اللہ تبارک و تعالیٰ: وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔

(سورۃ الزمر:۳۳)

ترجمہ: اور وہ جو سچ لے کر تشریف لائے اور جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی لوگ متقی ہیں۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اخرج البزارو ابن عساکر ان علیا رضی اللہ عنہ قال فی تفسیر ھا الذی جاء بالحق ھو محمد والذی صدق بہ ابوبکر۔ قال ابن عساکر ھکذا الروایۃ بالحق ولعلھا قراۃ لعلی۔

(الصواعق المحرقۃ، ص٦٦)

ترجمہ: امام بزار رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ حق لانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حق کی تصدیق کرنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

دلیل نمبر 3- قال اللہ تبارک و تعالیٰ: وَسَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی۔ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی۔ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ تُجْزٰٓی۔ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّہِ الْاَعْلٰی۔ وَلَسَوْفَ یَرْضٰی۔

(سورۃ اللیل: آیات/ ۱۷تا۲۱)

ترجمہ: اور اس (نار جہنم) سے بہت دور رکھا جائے جو سب سے بڑا پرہیز گار ہوگا جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ (وہ) صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

علامہ ابن کثیر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

و قولہ تعالیٰ: (وَسَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی) ای و سیزحزح عن النار التقی النقی ثم فسرہ بقولہ (الذی یوتی مالہ یتزکی) أی یصرف مالہ فی طاعۃ ربہ لیزکی نفسہ و مالہ و ھبہ اللہ من دین و دنیا (و مالا حد عندہ من نعمۃ تجزی) أی لیس بذلہ مالہ فی مکافاۃ من

اسدى اليه معروفا، فهو يعطى فى مقابلة ذلك انما دفعه ذلك (ابتغا وجه ربه الا على) أى طمعاً فى ان يحصل له رويته فى الدار الآخرة فى روضات الجنات قال الله تعالىٰ (ولسوف يرضى) أى ولسوف يرضى من اتصف بهذه الصفات، و قد ذكر غير واحد من المفسرين أن هذه الآيات نزلت فى أبى بكر الصديق رضى الله عنه حتى ان بعضهم حكى الاجماع من المفسرين على ذلك ولاشك انه داخل فيها او أولى الامة بعمومها فان لفظهما العموم۔ و هو قوله تعالىٰ (وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى۔ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى وما لا حد عنده من نعمة تجزى)و لكنه مقدم الامة وسابقهم فى جميع هذه الاوصاف و سائر الاوصاف الحميدة۔ فانه كان صديقاً تقياً كريماً جواداً بذالاً لأمواله فى طاعة مولاه و نصرة رسول الله صلى الله عليه وسلم فكم من دراهم و دنا نير بذلها ابتغاء وجه ربه الكريم، ولم يكن لأحد من الناس عنده منة يحتاج الى أن يكافئه بها، و لكن كان فضله و احسانه على السادات والرؤسا من سائر القبائل و لهذا قال له عروة بن مسعود و هو سيد ثقيف يوم صلح الحديبية: أما والله لولا يدلك عندى لم اجزك بها لأ جبتك و كان الصديق قدأ غلظ له فى المقالة فان كان هذا حاله مع سادات العرب و رؤسا القبائل فكيف بمن عداهم۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد۴، :۶۷۳)

تر... فرمایا: اور دور کھا جائے گا (نار جہنم سے) اسے جو نہایت پرہیز گار ہو۔ نہایت متقی اور پرہیز گار کو... کی آگ سے دور کر دیا جائے گا۔ پھر اس کی تفسیر بیان فرمائی۔ ''جو اپنا مال اپنا دل پاک کرنے ... لیے دیتا ہے۔'' وہ اپنے مال کو اپنے رب کی اطاعت اور رضا اور خوشنودی میں خرچ کرتا ہے تا کہ اس کا دل بھی پاک ہو جائے اور اس کا مال بھی اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ دین و دنیا کی نعمتیں بھی۔ فرمایا: اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ اسے دینا ہو'' وہ جو مال خرچ کرتا ہے وہ کسی احسان کے بدلہ میں نہیں ہے جو اس پر کیا گیا تھا۔ وہ محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے ایسا کرتا

ہے۔ فرمایا: بجز اس کے وہ اپنے برتر پروردگار کی خوشنودگی کا طلب گار رہے۔ اس کے مال خرچ کرنے میں یہی خواہش ہے کہ اسے جنت میں اپنے پروردگار کا دیدار حاصل ہو۔

فرمایا: (ولسوف یرضی) اور وہ ضرور راضی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان صفات سے متصف مومن سے خوش ہوگا۔ اکثر مفسرین فرماتے ہیں: یہ آیات سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں حتیٰ کہ بعض نے تو اس پر مفسرین کا اجماع نقل کیا ہے۔ یقیناً ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان آیات کے حکم میں داخل ہیں۔ اگرچہ ان آیات کے الفاظ عموم پر دلالت کرتے ہیں لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان مذکور تمام اوصاف اور باقی تمام اوصاف حمیدہ میں تمام امت پر مقدم ہیں۔ آپ صدیق، متقی، کریم، سخی تھے۔ آپ اپنے مولیٰ کریم کی اطاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت میں اپنا مال خرچ کرتے تھے۔ آپ نے ہزاروں درہم و دینار راہ خدا میں خرچ کئے۔ لوگوں میں کسی کا آپ پر احسان نہیں تھا کہ آپ اس کا بدلہ چکاتے بلکہ بڑے بڑے روساء سرداران قبائل پر آپ کے احسانات تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ نے قبیلہ ثقیف کے سردار عروۃ بن مسعود کو سختی سے ڈانٹا تو اس نے کہا بخدا اگر آپ کا مجھ پر وہ احسان نہ ہوتا جس کا میں بدلہ نہیں دے سکتا، تو میں اس کا جواب دیتا۔ جب قبائل کے روساء اور سرداروں کے ساتھ آپ کی یہ حالت تھی تو عام لوگوں کے ساتھ آپ کے حسن سلوک کا عالم کیا ہوگا۔''

بیہقی زماں علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ 'سورۃ اللیل'' کی ان آیات مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

لاتفاق المفسرين على أن الآية نزلت فى ابى بكر الصديق، فالغرض منه توصيف الصديق بكونه أتقى الناس أجمعين غير الانبيأ وانما خصصنا بغير الانبيأ دلالة العقل والاجماع والنصوص۔

اخرجه ابن ابى حاتم عن عروة ان ابابكر الصديق اعتق سبعة كلهم يعذب فى الله فنزلت (وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى) الى آخر السورة۔

قال محمد بن اسحاق عن هشام بن عروة عن ابیه قال مربه ابوبکر یوما و هم یصنعون به ذلك و کانت دار ابی بکر فی جمع فقال لامیة الا تتقی الله فی هذا المسکین قال: أنت اخذته فانقذه مماتری، قال: افعل عندی غلام اسود اجلد منه وأقوی علی ذلك اعطیتك قال: قد فعلت، فاعطاه ابوبکر غلامه وأخذه فاعتقه ثم اعتق معه علی الاسلام قبل أن یهاجر رقاب بلال سابعهم عامر بن فهیرة شهد بدراً واحداً و قتل یوم بئر معونة شهیداً و ام عمیس و زبیرفأ صیب بصرها حین اعتقها فقالت قریش ما أذهب بصرها واعتق ابنتها الهدنة و کانتا لا مراة من عبد الدار بمنزلهما وقد بعثتها سیدتها یطحنان وهی تقول والله لا اعتقکما ابداً فقال ابوبکر فلان فقالت: حلاانت افسدتهما فاعتقهما قال: فبکم؟ قالت: بکذا و کذا قال: فأخذ تهما و هما حرتان و مربجاریة بنی مومل و هی تعذب فابتا عهافا عتقها ......

(وَلَسَوۡفَ یَرۡضَی) الله عنه بما یفعل او یرضی عن الله تعالیٰ بما یعطیه من الجزأ فی الاخرة من الجنة والکرامة ...... و هذه الایة لابی بکر کقوله تعالیٰ لنبیه صلی الله علیه وسلم (وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰی)(الضحیٰ:۵) و کون ابی بکر أتقی الناس بعد الانبیأ دلیل علی کونه افضلهم لقوله تعالیٰ (اِنَّ أَکۡرَمَکُمۡ عِندَ اللَّهِ أَتۡقَاکُمۡ) (الحجرات:۱۳) و علیه انعقد الاجماع، عن ابن عمر قال: کنا فی ز من النبی صلی الله علیه وسلم لا نعدل بابی بکرأ حداً ثم عمر ثم عثمان ثم نترك اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم لا تفاضل بینهم رواه البخاری، وسأل محمد بن الحنفیة عن علی أی الناس خیر بعد النبی صلی الله علیه وسلم قال: ابوبکر قال: ثم من قال عمر رواه البخاری، و قد بسطنا الکلام فی هذه المسألة و ذکرنا فیها الاحادیث والآثار و روایات الاجماع والمنقول فی کتابنا السیف المسلول۔

(تفسیر المظہری، جلد۷، ص۴۲۳۔۴۲۴)

ترجمہ: مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں اور اس سے غرض یہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیأ کرام علیہم السلام کے علاوہ سب لوگوں سے زیادہ متقی ہیں اور انبیأ کرام کی استثنا بھی ہم نے عقل اور اجماع اور نصوص شرعیہ کی بنا پر کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایسے سات غلام (خرید کر) آزاد کئے تھے جن کو مسلمان ہونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا اس پر یہ آیت (وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ......) آخر سورت تک نازل ہوئی۔

محمد بن اسحاق نے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے والد سے اور ان کے والد حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو لوگ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ظلم کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکان بھی بنی جمع کے محلہ میں ہی تھا آپ نے امیہ سے کہا اس بے چارے کے معاملہ میں تم کو ڈر نہیں لگتا۔ امیہ نے کہا تم ہی اس کو لے کر اس مصیبت سے رہائی دلا دو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں ایسا کروں گا میرے پاس ایک بڑا طاقتور قوی غلام ہے اس کے بدلہ میں وہ غلام تم کو دے دیتا ہوں۔ امیہ نے کہا، میں تبادلہ کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو لے کر آزاد کر دیا اور پھر ہجرت سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ چھ ایسے ہی غلام اور بھی آزاد کئے بلال رضی اللہ عنہ ساتویں تھے۔ ان میں سے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تھے جو بدر اور احد کے غزوات میں شریک تھے اور بیئر معونہ کے واقعہ میں شہید ہوئے۔ ایک ام عمیس تھیں آزادی کے وقت ان کی نگاہ جاتی رہی جس پر قریش نے کہا کہ آزادی نے اس کی نگاہ کھودی۔ ایک ام عمیس رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہدنہ رضی اللہ عنہا تھی یہ دونوں ماں بیٹیاں خاندان عبدالدار کی ایک عورت کی باندیاں تھیں اور ان کی مالکہ ان سے آٹا پسواتی تھی اور کہتی تھی کہ خدا کی قسم میں تم کو آزاد نہیں کروں گی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے

اس سے پوچھا: اے فلاں! ان دونوں کو آزاد کر دے۔ اس نے کہا تم ہی ان کا عوض دے کر ان کو آزاد کرا دو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا قیمت لے گی۔ اس نے کچھ قیمت بتائی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ان کو (اس قیمت پر) لیا اور یہ دونوں آزاد ہیں۔

وَلَسَوْفَ يَرْضٰى۔ اللہ اس کے فعل سے ضرور راضی ہوگا۔ وہ اللہ کی عطا کردہ جزا جنت و کرامت سے ہو جائے گا۔ یہ آیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق اسی طرح ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ انبیأ کرام کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سب لوگوں سے زیادہ متقی ہونا بتا رہا ہے کہ آپ سب سے افضل تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اکرمکم عنداللہ اتقکم۔ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ معزز وہ ہو جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ اجماع اہل سنت بھی اسی پر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہم پلہ کسی کو نہیں سمجھتے تھے آپ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ تھے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے پھر باقی صحابہ کو ہم یوں ہی چھوڑ دیتے تھے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے، اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ امام محمد بن حنیفہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے) نے اپنے والد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون تھا، جواب دیا: ابوبکر رضی اللہ عنہ، دریافت کیا: ان کے بعد کون، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ہم نے اس مسئلہ (افضلیت) پر پوری تفصیل اور اس بارے میں وارد احادیث و آثار اور اجماع کی روایات کو اپنی کتاب ''السیف المسلول'' میں جمع کر دیا ہے۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

قال ابن الجوزی أجمعوا انها نزلت فی ابی بکر، ففیها التصریح بأنه أتقی من سائر الامة

والاتقى هوالاكرم عندالله لقوله تعالىٰ ان اكرمكم عندالله أتقاكم والاكرم عندالله هو الافضل فنتج أنه أفضل من بقية الامة ولا يمكن حملها على عَلىّ خلافا لما افتراء بعض الجهلة لان قوله وما لاحد عنده من نعمة تجزى يصرفه عن حمله على على لان النبى صلى الله عليه وسلم رباه فله عليه نعمة أى نعمة تجزى واذاخرج علىّ تعين أبوبكر للاجماع على ان ذلك الاتقى هو أحد هما لاغير۔

(الصواعق المحرقة، ص٦٥۔٦٦)

ترجمہ: امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اوراس میں یہ تصریح موجود ہے کہ آپ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) ساری امت سے اتقیٰ ہیں (ساری امت سے زیادہ پرہیز گار ہیں) اورسب سے زیادہ اتقیٰ (پرہیز گار) ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خودفرمایا ہے۔ان اکرمکم عندالله أتقاكم۔ ''بے شک اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہ ہے جوزیادہ متقی ہے۔''اوراکرم ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہوتا ہے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بقیہ امت سے افضل ہیں۔اس آیت کوحضرت علی رضی اللہ عنہ پرحمل کرناممکن نہیں جیسا کہ بعض جاہلوں نے افترا کے طورپران کی مخالفت کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ وما لأحد عنده لا من نعمة تجزى۔ ''اورکسی کا اس پرکوئی احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔''اس کوحضرت علی رضی اللہ عنہ پرحمل کرنے سے روک دیتا ہے اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی پرورش کی اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان (حضرت علی رضی اللہ عنہ) پراحسان ہے یعنی ایسا احسان جس کی جزادی جائے گی۔اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اس آیت کے مفہوم سے خارج ہوگئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تعین ہوگیا کیونکہ آپ کے اتقیٰ (سب سے بڑا متقی) ہونے پراجماع ہو چکا ہے۔اوروہ دونوں میں سے ایک ہی ہوسکتا ہے نہ کہ کوئی اور۔

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

المسالة الاولی: اجمع المفسرون منا أن المراد منه ابوبکر رضی الله تعالیٰ عنه، و اعلم أن الشیعه بأسرهم ینکرون هذا الروایة، و یقولون: انها نزلت فی حق علی بن ابی طالب علیه السلام والدلیل علیه قوله تعالیٰ (وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُون) (المائدہ: ۵۵) .... قلت: اقیم الدلالة العقلیة علی أن المراد من هذه الآیة ابوبکر .... ولا یمکن حملها هذه الایة علی علی بن ابی طالب لأنه قال فی صفة هذا الاتقی: (وما لاحد عنده من نعمة تجزی) و هذا الوصف لا یصدق علی علی بن ابی طالب لانه فی تربیة النبی صلی الله علیه وسلم لانه اخذه من ابیه و کان یطعمه و یسقیه، و یکسوه ویربیه و کان الرسول منعماً علیه نعمة یجب جزاؤها أما ابوبکر فلم یکن للنبی علیه الصلوة والسلام علیه نعمة دنیویة، بل ابوبکر کان ینفق علی الرسول علیه السلام بل کان للرسول علیه اسلام علیه نعمة الهدایة والارشاد الی الدین، الا أن هذا لایجزی، لقوله تعالی: (ما أسالکم علیه من اجر) (الفرقان:۵۷) والمذکور ههنا لیس مطلق النعمة بل نعمة تجزی، فعلمنا ان هذا الآیة لاتصلح لعلی بن ابی طالب واذا ثبت أن المراد بهذه الآیة من کان افضل الخلق و ثبت ان ذلك الافضل من الامة، اما ابوبکر او علی، و ثبت ان الایة غیر صالحة لعلی، تعین/حملها علی ابی بکر رضی الله عنه، و ثبت دلالة الآیة ایضاً علی أن أبابکر افضل الامة۔

(تفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی، جلد۱۱، ص ۱۸۷۔۱۸۸)

خلاصہ ومفہوم: مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اتقیٰ سے مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ بے شک شیعہ اس بات کے منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اور دلیل میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول پیش کرتے ہیں۔ (وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُون) (المائدہ: ۵۵) (ترجمہ: اور جو زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں) (شیعہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ سورۃ المائدہ کی یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے حالت

رکوع میں خیرات دی حالانکہ سورۃ المائدہ کی یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے)۔امام رازی فرماتے ہیں کہ عقلی دلائل بھی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ سورۃ اللیل کی آیات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہیں۔ان آیات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر منطبق کرنا ممکن نہیں۔سورۃ اللیل کی آیت میں ہے۔﴿وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ﴾ ''اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔''(یعنی وہ اتقیٰ جو اپنا مال دیتا ہے تا کہ اس کا تزکیہ ہو وہ یہ مال اس لیے خرچ نہیں کرتا کہ یہ جن پر خرچ کرتا ہے ان میں سے کسی کا اس پر کچھ احسان ہے جس کے بدلے میں یہ ان پر خرچ کرتا ہے، بلکہ یہ سب کچھ یہ اپنے رب کی رضا کے حصول کے لیے کرتا ہے) میں جو وصف بیان کیا گیا ہے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر صادق نہیں آتا کیونکر حضرت علی رضی اللہ عنہ تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر پرورش تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے والد سے لے لیا تھا ان کا کھانا پینا اور تعلیم و تربیت سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تھا اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے منعم علیہ تھے اور اس کی جزا واجب تھی۔جبکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دنیاوی لحاظ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر کفالت نہ تھے بلکہ خود مختار تھے اور ان کا مال و اسباب اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین کی سربلندی کے لیے وقف تھا۔رسول اللہ علیہ السلام نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہدایت و ارشاد کی نعمت عطا کی مگر اس کی جزاء واجب نہیں تھی جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے سورہ فرقان میں حضور علیہ السلام سے کہلوایا ''میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا''(انہوں نے بے سہارا مسلمانوں کی آزادی کے لیے جو مال خرچ کیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تھا، ان کمزور و بے سہارا مسلمانوں کا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کوئی ایسا احسان نہ تھا جس کی جزا کے طور پر یہ ان پر خرچ کرتے)۔پس ان آیات میں اتقیٰ سے مراد افضل الخلق ہے اور وہی افضل الامۃ ہے، اب افضل الامۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں یا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔تو یہ آیات حضرت علی رضی اللہ عنہ پر صادق نہیں آتیں بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر صادق آتی ہیں۔پس یہ آیات دلالت کرتی ہیں کہ بے شک

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی افضل الامۃ (ساری امت سے افضل) ہیں۔

حضرت خاتم المفسرین والمحدثین شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ...... ومراد از اتقی در ینجا **باجتماع مفسران** حضرت ابوبکر صدیق ست که ایں سوره در شان **ایشان نازل شده** چنانچه مراد از اشقی امیه بن خلف ست که شقاوت کفر را بابخل و معاصی و ایذائ حضرت بلال و عداوت اسلام جمع کرده مرتبه اشقی بهمر سانیده بود و اہل سنت و جماعت بهمین لفظ تفضیل حضرت ابوبکر صدیق رضی الله عنه بعد از پیغمبران که در ہر بحث خارج اند برسائر امت تمسك حسية اند و تقریر آن تمسك انیست که حضرت ابوبکر صدیق را حق تعالیٰ اتقی فرمود و در آیت دیگر فرموده است (إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ) پس بمقضائے مجموع آیتین ثابت شد که حضرت ابوبکر صدیق اکرم الناس باشند عندالله و ہمین معنی افضلیت ست و فرقه تفضیلیه گویند که مراد از اتقی درین آیت تقی ست نه آنکه تقویٰ او افزون تر از ہمه کس باشند زیرا که حضرت ابوبکر صدیق در تقویٰ کمتر از جناب پیغمبر بودند پس اتقی بآن معنی بر ایشان راست نیاید بلکه این لفظ مخصوص بجناب پیغمبر شد و جون اتقی بمعنی تقی باشد دلالت بر افضلیت ایشان نگردد و اہل سنت جواب میگویند که اتقی را بمعنی تقی گرفتن خلاف لغت عربیه است پس حمل کلام الٰہی که قران عربیست بران درست نباشد و ضرورتے که درین حمل بیان کرده اندمندفع ست بآنکه کلام درسائرناس ست نه در پیغمبران زیرا که از

شریعت معلوم است که پیغمبران در کرامت و منزلت عندالله ممتاز اند آنهار ابا سائر ناس و سائرناس رابانها قیاس نتوان کرد پس عرف شرع در مقام بیان تفاضل و افزونی مراتب این قسم الفاظ را مخصوص بامت می سازد و تخصیص عرفی از تخصیص ذکری قوی ترست چنانچه ہرکہ گوید نان گندم بہترست از دیگرنا نہا ہرگز تفصیل نان گندم بر نان بادام فہمیده نخواہد زیرا کہ استعمال نان بادام معروفست و خارج از مبحث ست۔

(تفسیر عزیزی، جلد۳، ص۲۱۱)

تھوڑا سا آگے چل کر شاہ عبدالعزیز محدث شاہ دہلوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں۔

الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهُ...... یعنی آن صاحب تقویٰ کہ میدہد مال خود را در راہ خدا چنانچہ در خریدن بلال و دیگر غلامان و کنیز کان کہ مشرف باسلام شدہ بودند دردست کافران بعلت بردگی گرفتار و بعذاب شدید معذب زردادہ خلاص کردہ آزاد کردد در حوائج و مصارف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و در سامان ہجرت و خرید بقعہ زمین برائے مسجد نبوی داد و غرض او ازدادن این مال آنست کہ یَتَزَكّٰی یعنی خود را پاک میکندو دمبدم بدادن مال ترقی می نماید و کمال او بر مثال نہال پاکیزہ کہ آب و ھوا بآن میرسد روز بروز نمود از دیاد دارد زیرا کہ زکوٰۃ دو معنی داد طہارت و نمود ہر دو معنی اور احاصل بود

﴿وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی﴾ یعنی و نیست ہیچ کس را بروئے نعمتے و احسان کہ بدادن مال مکافات آن کردہ شودچہ دادن مال در مکافات و احسان نیز محمودست اماچون آشوب و نام وجاہ دارد از

مرتبه کمال اخلاص فروتر میگرد و در حدیث صحیح واردست که آنحضرت صلی الله علیه وسلم فرمودند که ہیچ کس را برمن نعمتے و احسانے نیست مگر آنکه مکافات آن نعمت و احسان کرده ام سوائے ابوبکر که او را برمن نعمتے و احسانے ست که ہرگز مکافات آن نکرده ام و روز قیامت خدا تعالیٰ خود متکفل مکافات آن خواہدشد از ہمیں جا قدر ثواب حضرت ابوبکر صدیق را باید شاخت و نیز در حدیث صحیح واردست که آنحضرت صلی الله علیه وسلم در آخر حیات خود پیش از وفات بچند روز خطبه فرمودند و دران خطبه بمناقب و مدائح حضرت ابوبکر ارشاد فرمودند از انجمله آن بود که ہیچ کس را منت مالی و حق خدمت بدنی و جانی برمن آنقدر ثابت نیست که ابوبکرراست دختر خود را بمن نکاح کرده داد و مہر از من نگرفت و بلال را از خالص مال خود آزاد کرد و مرا بدارالهجرت باسباب سفر از زاد و راحله برداشته آور دو بجان خود و مال خود در ہر وقت بامن مواسات نمود حالا ہمه دروازه ہارا ازین مسجد بند کنید غیر از دروازه ابوبکر و از کمال مرتبه حضرت ابوبکر صدیق رضی الله عنه ست که حق تعالیٰ خود شہادت بر اخلاص دلی ایشان میدہد و میفرماید که این کارہا نمیکند ﴿إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ﴾ یعنی مگر برائے درخواست رضامندی پروردگار خود که بلندست و بوجہے نفسانیت درین بذل و اتفاق منظور او نیست بلکه طمع و ثواب و رفع عقاب نیز مقصود ندارد.

چنانچه در حدیث صحیح ست که چون حضرت ابوبکر غلامان و کنیزکا بذن مسلمین را بمال خطیر خریده آزاد کردند پدر ایشآن ابو

قحافه ملامت میکرد که اگر شمارا آزاد کردن غلامان منظور بودمی بالیست که غلامان کار آمدنی را که قادر کسب و امداد و اعانت شمامی شدند خریده آزاد میکردیدو این غلامان و کنیز کان ضعیف را که به ہیچ کار نمی آیند و بعد از آزادی نیز خوراك و پوشاك ایشان را بر ذمه خود گرفته اید خریدن و آزاد کردن چه فائده دارد حضرت ابوبکر در جواب پدر خود ہمیں گفتند که مراد من ازین حرکت رضامندی حق تعالیٰ است نه چیز دیگر و در جامع عبدالرزاق بطریق صحیح مروی ست که آنحضرت صلی الله علیه وسلم فرمودند که مال ہیچکس از مسلمانان در حق من نافع تر ازمال ابوبکر نشده راوی میگوید که آنحضرت صلی الله علیه وسلم در مال ابوبکر چنان ہمیابا تصرف میفر مودند که در مال خود و اصلا درمیان مال خود و مال ابوبکر فرق و امتیاز نداشتند و در سنن ابن ماجه مذکورست که روزے آنحضرت صلی الله علیه وسلم فرمودند که ہیچ مال مرا آنقدر نفع نداده است که مال ابوبکر من نفع داد حضرت ابوبکر رضی الله عنه درانجا حاضر بود ندرقت کردند و گریه نمودند و عرض کردند یا رسول الله من و مال من همه ازان شماست و امام احمد نیز این قصه را روایت کرده اند و نیز از کمال مرتبه حضرت ابوبکر صدیق ست که حق تعالیٰ آنچه در مقام دلجوئی و خاطر داری پیغمبر خود در سورة والضحیٰ وعده فرموده است ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾ مانند آن در ینسوره در حق ابوبکر وعده فرموده است وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ- یعنی یقین که راضی خواہد شد ابوبکر از خدایا خدا از ابوبکر زیراکه ضمیر یرضی دو احتمال داردیکے آنکه راجع بحضرت ابوبکر رضی الله عنه باشد دوم

آنکه را جع بخدا باشد و در ہر دو صورت مدعا حاصل ست۔

(تفسیر عزیزی، جلد۳، ص ۲۱۲،۲۱۳)

ترجمہ: اور یہاں مفسرین کے اجماع کے مطابق اتقیٰ سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کہ یہ سورۃ آپ کی شان میں نازل ہوئی جیسا کہ اشقیٰ سے مراد امیہ بن خلف ہے جس نے شقاوت کفر، بخل، نافرمانیوں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ستانے اور اسلام کی عداوت جمع کر کے اشقیٰ کا درجہ حاصل کیا تھا۔

اور اہل سنت و جماعت نے اسی لفظ (اتقیٰ) کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد جو کہ خارج از بحث ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساری امت سے افضل ہونے کی دلیل پکڑی ہے اور دلیل اس طرح پکڑی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے یہاں اتقیٰ فرمایا جبکہ دوسری آیت میں فرمایا۔ ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (بے شک اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے) تو دونوں آیات کے مجموعی تقاضے کے مطابق ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اکرم الناس ہیں اور افضلیت کا معنی یہی ہے۔

افضلیت کے خلاف شیعہ تفضیلہ کی دلیل اور اس کا جواب:

اور فرقہ تفضیلہ والے کہتے ہیں کہ اس آیت میں اتقیٰ سے مراد تقی ہے نہ یہ کہ آپ کا تقویٰ ہر کسی سے بڑھا ہوا ہے اس لیے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تقویٰ میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کمتر ہیں۔ پس اس معنی میں اتقیٰ کا اطلاق ان (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر) ٹھیک نہیں بیٹھتا بلکہ یہ لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہو گیا اور جب اتقیٰ بمعنی تقی ہو تو آپ کی افضلیت پر دلالت نہیں کرتی۔

اہل سنت اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اتقیٰ کو تقی پر معمول کرنا لغت عربیہ کے خلاف ہے تو

کلام الٰہی کو جو کہ قرآن عربی میں ہے اس پر معمول کرنا درست نہ ہوگا۔ اور اس معنی پر محمول کرنے کی جو ضرورت بیان کی گئی ہے وہ یوں دور ہو جاتی ہے کہ کلام سارے لوگوں کے بارے میں ہے نہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں، اس لیے کہ شریعت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور عزت اور مرتبے میں انبیاء علیہم السلام ممتاز ہیں، انہیں سارے لوگوں پر اور سارے لوگوں کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، پس عرف شرع میں درجات کی فضیلت اور بڑائی کے سلسلے میں اس قسم کے الفاظ امت کے لیے مخصوص کئے جاتے ہیں اور عرف کی تخصیص ذکر کی تخصیص سے زیادہ قوی ہے۔ چنانچہ جو کہے کہ گندم کی روٹی دوسری روٹیوں سے بہتر ہے تو اس سے بادام کی روٹی سے افضل ہونا ہرگز نہیں سمجھا جائے گا۔ اس لیے کہ بادام کی روٹی کا استعمال معروف ہے اور بحث سے خارج ہے کیونکہ اس قسم کے مقام میں بحث دانوں اور غلوں کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے نہ کہ پھلوں اور میووں کے ساتھ۔

الَّذِی یُؤتِی مَالَہٗ۔ یعنی وہ صاحب تقویٰ جو کہ اپنا مال راہ خدا میں دیتا ہے جیسا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور دوسرے غلاموں اور کنیزوں کے خریدنے جو کہ مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے اور غلام ہونے کے ناطے گرفتار اور سخت عذاب میں مبتلا تھے، سونا دے کر انہیں خلاصی دلا کر آزاد کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروریات اور اخراجات میں اور سامان ہجرت اور مسجد نبوی کے لیے قطعہ زمین کی خریداری میں مال خرچ کیا اور یہ مال دینے میں اس کا مقصد یہ ہے کہ

یَتَزَکّٰی۔ وہ اپنے آپ کو پاک کرتا ہے اور دم بدم مال دے کر ترقی کر رہا ہے اور اس کا کمال اس پاکیزہ پودے کی طرح ہے جسے آب و ہوا مہیا ہے اور وہ دن بدن نشو ونما پا رہا ہے اس لیے زکوٰۃ کے دو معنی ہیں، پاکیزگی اور نشو ونما۔ اسے دونوں معنی حاصل ہیں۔

﴿وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ﴾ اور اس پر کسی کا کوئی انعام اور احسان نہیں ہے کہ مال دے کر اس کا بدلہ چکایا جائے کیونکہ احسان کے بدلے میں مال دینا بھی قابل تعریف ہے لیکن چونکہ نام اور مرتبے کا فتنہ رکھتا ہے اس لیے اخلاص کے کمال کے مرتبے سے نیچے رہ جاتا ہے۔

اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے بھی میری خدمت کی ہے میں نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے سوائے ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے۔ انہوں نے میری وہ خدمت کی ہے کہ میں نے اس کا بدلہ نہیں چکایا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی جزا کی خود کفالت فرمائے گا۔ یہیں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ثواب کا اندازہ لگا لینا چاہیے۔

نیز حدیث صحیح میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات ظاہری کے آخری ایام میں وصال مبارک سے چند روز پہلے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس خطبے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل ارشاد فرمائے۔ ان میں سے یہ ہے کہ مجھ پر کسی کا اس قدر مالی، بدنی اور جانی حق خدمت ثابت نہیں جس قدر کہ ابوبکر کا ہے۔ اس نے اپنی صاحبزادی میرے نکاح میں دی اور مجھ سے حق مہر نہ کیا، بلال رضی اللہ عنہ کو اپنے خالص مال سے خرید کر آزاد کیا، مجھے اسباب سفر، زادراہ اور سواری سمیت دارالہجرت یعنی مدینہ منورہ اٹھا کر لایا، اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ ہر وقت میری غم خواری کی۔ اب ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سوا اس مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کر دو۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مرتبے کا کمال ہے کہ حق تعالیٰ ان کے دلی خلوص کی گواہی خود ارشاد فرما رہا ہے اور فرماتا ہے کہ وہ یہ سب کام نہیں کرتا۔

﴿إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ﴾ مگر اپنے پروردگار کی رضا چاہنے کے لیے جو کہ بلند و بالا ہے اور اسے اس مال کے خرچ کرنے میں کسی طرح کی نفسانیت پیش نظر نہیں، بلکہ ثواب کی طمع اور عذاب کا دفع کرنا بھی مقصود نہیں۔

چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسلمان غلام اور لونڈیوں کو بھاری مال کے عوض خرید کر آزاد فرمایا تو آپ کے والد ابوقحافہ نے ملامت کی کہ اگر تمہیں غلام آزاد کرنا منظور ہے تو چاہیے تھا کہ کارآمد غلاموں کی جو کمائی کرنے اور تمہاری امداد

کرنے پر قادر ہوتے خرید کر آزاد کرتا، یہ کمزور غلام اور لونڈیاں جو کسی کام کے نہیں ہیں اور آزاد کرنے کے بعد ان کی خوراک اور پوشاک تم نے اپنے ذمے لے رکھی ہے انہیں خریدنے اور آزاد کرنے کا تمہیں کیا فائدہ؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کو جواب میں یہی کہا کہ اس حرکت سے میرا مقصد حق تعالیٰ کی خوشنودی ہے اور کچھ نہیں۔

اور جامع عبدالرزاق میں صحیح سند سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سے کسی کا مال میرے حق میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے زیادہ نفع بخش نہیں ہوا۔ راوی نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال میں بلا جھجک اس طرح تصرف فرماتے جیسا کہ اپنے مال میں۔ آپ اپنے مال میں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال میں کوئی فرق اور امتیاز نہیں فرماتے تھے۔

اور سنن ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہ دیا جتنا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مال نے نفع دیا۔ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے، ان پر رقت طاری ہوگئی اور پرنم آنکھوں سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور میرا مال سب آپ کی مِلک ہے۔ اور اس واقعہ کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

نیز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مرتبے کا کمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دلجوئی اور خاطر داری کے مقام میں جس چیز کا سورۃ والضحیٰ میں وعدہ فرمایا ہے۔ ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ (اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے)۔ اسی کی مانند اس سورہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے وعدہ فرمایا کہ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى۔ (اور بے شک قریب ہے وہ راضی ہوگا) اور یقیناً ابوبکر خدا سے راضی ہوگیا یا خدا ابوبکر سے اس لیے کہ يَرْضٰى کی ضمیر کے دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ ضمیر ابوبکر کی طرف لوٹتی ہے اور دوسرا یہ کہ خدا تعالیٰ کی طرف راجع ہو۔ دونوں صورتوں میں مدعا حاصل ہوتا ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر میں یہی بیان کیا ہے کہ سورۃ اللیل کی یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الحاوی للفتاویٰ'' میں سورۃ اللیل کی ان آیات مبارکہ کا سبب نزول یہ بیان کیا ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان آیات مبارکہ کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نزول سے متعلق "الحبل الوثیق فی نصرۃ الصدیق" کے نام سے رسالہ تحریر فرمایا ہے جس میں "و هل المراد بالاتقی ابوبکر الصدیق رضی اللّٰہ عنه" ہونے کے بارے میں مضبوط دلائل نقل کئے ہیں۔ ملاحظہ ہو: الحاوی للفتاویٰ، ص۳۳۳ تا ۳۴۰۔

امام جلیل محی السنۃ ابی محمد الحسین بن مسعود الفراء البغدی رحمۃ اللہ علیہ اور امام علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی الشہیر بالخازن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفاسیر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان آیات کا مصداق قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: ''معالم التنزیل'' جلد۴، ص۹۲۔۹۳ تفسیر خازن، جلد۴، ص۴۳۵۔۴۳۶

شیعہ مفسر علامہ طبرسی لکھتے ہیں:

عن ابن اندبیر قال انالآیة نزلت فی ابی بکر لانه اشتریٰ المالیك الدین اسلموا مثل بلال و عامر بن فهیرة وغیرهما واعتقهم۔

(تفسیر مجمع البیان، جلد۵، جز۱۰، ص۵۰۱ ۵۰۲)

ترجمہ: عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی الاخر﴾ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔ آپ نے بہت سے غلام خریدے تھے جو مسلمان ہو گئے تھے جیسا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ اور پھر حضرت ابوبکر صدیق نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔

دلیل نمبر4- وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى (البقرہ:۱۲۵)

ترجمہ: اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

دلیل نمبر 5- وَإِن تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ (التحریم:۴)

ترجمہ: اور ان پر زور باندھو تو بے شک اللہ ان کا مددگار اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

دلیل نمبر 6- وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعاً فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَّرَآءِ حِجَابٍ۔ (الاحزاب:۵۳)

ترجمہ: اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔

دلیل نمبر 7- قال اللّٰه تبارك و تعالىٰ: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَّكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ لَّوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (الانفال:٦٧۔٦٨)

ترجمہ: کسی نبی کو یہ حق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرے جب تک زمین میں ان کا خون نہ بہاوے، تم دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اگر اللہ پہلے ایک بات نہ لکھ چکا ہوتا تو اے مسلمانو تم نے جو کافروں سے بدلے کا حال لیا ہے اس میں تم پر بڑا عذاب آتا۔

دلیل نمبر 8- وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَداً وَّلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ (التوبہ:۸۴)

ترجمہ: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہونا۔

تفسیر:

ان آیات مبارکہ کی جو تفسیر احادیث میں آئی ہے اس سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایک عظیم شان ظاہر ہوتی ہے۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

اخرج احمد والترمذی عن ابن عمر و ابو دائود والحاکم عن ابی ذر و ابویعلی

والحاکم عن ابو هریر! والطبرانی عن بلال و عن معاویه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ان الله تعالیٰ جعل الحق علی لسان عمر و قلبه۔

(الصواعق المحرقة، ص ٩٤)

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، امام ابو داؤد اور امام حاکم نے حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے امام ابو یعلی اور امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، امام طبرانی نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اور پانچوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان و دل پر حق جاری کر دیا ہے۔

اس کی حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آ جاتی ہے۔ تفسیری روایات ملاحظہ فرمائیں:

حدیث ا۔ و عن ابن عمر قال: قال عمر: وافقت ربی فی ثلاث: مقام ابراهیم و فی الحجاب و فی اساری بدر۔ خرجه المسلم۔ (الریاض النضرہ، جلد ۲، ص ۲۴۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے اپنے رب کی مرضی کے موافق تین بار رائے دی۔ (۱) مقام ابراہیم (پر نماز پڑھنے کے بارے میں، (۲) پردہ (امہات المومنین کے پردہ کرنے کے بارے میں)، (۳) اور اسیران بدر (کو قتل کرنے) کے بارے میں۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

حدیث۲۔ و عن طلحة بن مصرف قال: قال عمر: یا رسول الله ألیس هذا م قام ابراهیم أبینا؟ قال: "بلی" قال عمر: فلو اتخذته مصلیٰ؟ فانزل الله تعالیٰ: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِن مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی﴾ (سورۃ البقرہ: ۱۲۵) خرجه المخلص الذهبی۔

(الریاض النضرة، جلد ۲، ص ٢٤٨)

ترجمہ: حضرت طلحہ بن مصرف کہتے ہیں کہ جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ ہمارے جد اعلیٰ ابراہیم علیہ السلام کا

مقام نہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا ہم اسے جائے نماز نہ بنائیں؟ (اسے سامنے رکھ کر نماز پڑھیں) تو فوراً اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار دی۔ (ترجمہ) ''مقام ابراہیم (علیہ السلام) کو جائے نماز بناؤ۔'' اسے مخلص ذہبی نے روایت کیا ہے۔

۳۔ اخرجه البخاری عن انس قال: قال عمر (بن الخطاب): وافقت الله ثلاث أو وافقنی ربی فی ثلٰث قلت: یا رسول الله لو اتخذت مقام ابراهیم علیه السلام مصلی فانزالله ﴿وَاتَّخِذُواْ مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ و قلت یا رسول الله یدخل علیك البر والفاجر فلوامرت امهات المومنین بالحجاب فانزل الله اية الحجاب قال و بلغنی معاتبة النبی صلی الله علیه وسلم بعض نسائه فدخلت علیهن قلت ان انتهیتن او لیبدلن الله و رسول الله صلی الله علیه وسلم خیرا منکن حتی اتیت احدی نسائه قالت یا عمر اما فی رسول الله صلی الله علیه وسلم ما یعظ نساء ه حتی تعظهن انت فانزل الله ﴿عَسَى رَبُّهُ إِن طَلَّقَكُنَّ أَن يُبْدِلَهُ أَزْوَاجاً خَيْراً مِّنكُنَّ﴾ (التحریم:۵)

(الجامع الصحیح للبخاری، جلد۲، ص ۷٤۰، کتاب التفسیر، تفسیر المظہری، جلداول، ص ۱۳۱، تاریخ الخلفأ ص ۱۲۲)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے اللہ سے تین باتوں میں موافقت کی، یا میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت فرمائی۔ ایک تو یہ کہ میں نے عرض کیا تھا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اگر مقام ابراہیم کو مصلّٰی بناؤں تو بہتر ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت آیت (''مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالو'') نازل فرمائی۔ دوسری بات یہ کہ میں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی بارگاہ میں نیک کار اور بدکار سب ہی طرح کے آدمی آتے ہیں، آپ امہات المومنین رضی اللہ عنہم کو پردے کا حکم فرمائیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمائی۔ اور تیسرا یہ کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ السلام کی بعض ازواج مطہرات سے کچھ ناراضگی ہوگئی ہے تو میں ازواج مطہرات کی

خدمت میں حاضر ہوااور عرض کیا: اگر آپ خواتین نے انہیں ناراض کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمہارے بدلے میں تم سے بہتر مدارت کرنے والی عورتیں تبدیل فرمادے گا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ مطہرہ کہنے لگیں۔ اے عمر! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کو نصیحت نہیں فرماتے کہ آپ سمجھانے لگے ہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (ترجمہ: ''ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو انہیں تم سے بہتر بیویاں عطا فرمائے۔'')

"وصالح المومنين-" روى عن ابن مسعود و ابى بن كعب أن صالحوا المومنين ابوبكر و عمر و كذا وى ابن مسعود وابو أمامة عن النبى صلى الله عليه وسلم و عن ابن عمر و ابن عباس و سعيد بن جبير أنها نزلت فى ابى بكر و عمر-

(تفسیر المظہر ی، جلد ۷، ص ۱۷۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں صالح المومنین سے مراد حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روایت کیا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الدر المنثور فی التفسیر الماثور'' میں اس بارے میں متعدد روایات نقل کی ہیں۔

قولہ تعالیٰ (وصالح المومنین)

أخرج ابن عساكر من الطريق الكلبى عن ابى صالح رضى الله عنه عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: كان أبى يقرؤها (و صالح المومنين) أبوبكر و عمر-

واخرج ابن عساكر من طريق عبدالله بن بريدة عن ابيه رضى الله عنه فى قوله (و

صالح المومنین) قال: أبوبکر و عمر رضی الله عنهما۔

واخرج ابن عساکر عن عکرمة و میمون مهران: مثله

وأخرج ابن عساکرعن مقاتل بن سلیمان فی قوله (و صالح المومنین) قال: أبوبکر و عمر رضی الله عنهما

وأخرج ابن عساکرعن ابن مسعود رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم فی قوله (و صالح المومنین) قال: أبوبکر و عمر رضی الله عنهما (قال المحشی: ضعیف)

وأخرج الطبرانی و ابن مردویه و ابو نعیم فی فضائل الصحابة عن ابن مسعود رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم فی قول الله (و صالح المومنین) قال: صالح المومنین أبوبکر و عمر رضی الله عنهما (قال المحشی: ضعیف)

أخرجه الطبرانی فی الاوسط و ابن مردویه عن ابن عمر و ابن عباس رضی الله عنهما فی قوله: (و صالح المومنین) قالا: تولت فی أبی بکر و عمر رضی الله عنهما

وأخرج سعید بن منصور و ابن سعد و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن عساکر عن سعید بن جبیر فی قوله ((و صالح المومنین) قال: نزلت فی عمر عمر بن الخطاب خاصة۔

اخرجه الحاکم عن ابی امامة عن النبی صلی الله علیه وسلم فی قوله (وصالح المومنین) ابوبکر و عمر رضی الله عنهما۔

وأخرج ابن ابی حاتم ضعیف عن علی رضی الله عنه وأخرج ابن مردویه عن اسمأ بنت عمیس رضی الله عنها قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فی قوله (و صالح المومنین) علی بن ابی طالب وأخرج ابن مردویه و ابن عساکر عن ابن عباس فی قوله: (و صالح المومنین) قال: هو علی بن ابی طالب۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور، جلد ۶، ص ۴۰۵_۴۰۶)

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہما سے بیان کیا

ہے کہ ''وصالح المومنین'' سے مراد ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔ امام ابن عساکر نے حضرت عکرمہ، حضرت میمون بن مہران اور مقاتل بن سلیمان سے نقل کیا ہے کہ صالح المومنین سے مراد ابوبکر صدیق وعمر وعلی رضی اللہ عنہم ہیں۔ امام طبرانی، امام ابن مردویہ، امام ابونعیم اور امام ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وصالح المومنین سے مراد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم ہیں۔ امام طبرانی نے اوسط میں اور ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ "وصالح المومنین" سے مراد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔

امام سعید بن منصور، امام ابن سعد، امام ابن المنذر، امام ابن ابوحاتم اور حافظ ابن عساکر نے حضرت سعید بن جبیر تابعی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "و صالح المومنین" خاص سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے ہے۔

امام حاکم نے حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "وصالح المومنین" سے مراد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے بسند ضعیف حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور امام ابن مردویہ نے حضرت اسماء بن عمیس رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وصالح المومنین" سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور ابن مردویہ اور حافظ ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ "وصالح المومنین" سے مراد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث ۲۸ و عن ابن عباس، عن عمر قال: لما کنا یوم بدر قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "ما ترون فی هو الا ساری" فقال ابوبکر: یا رسول الله! بنوالعم و بنو العشیرة والاخوان، غیر أنا ناخذ منهم الفدا، فیکون لناقوة علی المشرکین و عسی الله أن یهدیهم الی الاسلام، و یکونوا لنا عضداً، قال: فما تری یا ابن الخطاب؟ قلت یا

رسول الله ما أرى الذى رأى أبوبكر، و لكن هؤلاء ائمة الكفر و صناديدهم فنقربهم فنضرب أعناقهم قال: فهوى رسول الله صلى الله عليه وسلم ما قال ابوبكر، ولم يهوما قلت وأخذمنهم الفداء، فلما صبحت غدوت على رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذا هو و أبوبكر قاعدان يبكيان، قلت: يا نبي الله! أخبرني من أى شيء تبكى أنت و صاحبك؟ فان و جدت بكاء بكيت والا تباكيت لبكائكما، فقال: "لقد عرض على عذابكم أدنى من الشجرة و شجرة قريبة حينئذ، فانزل الله تعالىٰ: ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَّكُونَ لَهٗٓ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْآخِرَةَ﴾

(سورۃ الانفال:٦٧) اخرجه المسلم، و عند البخارى معناه۔

(الرياض النضرة، جلد٢، ص٢٤٩)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: بدر کے غزوہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان گرفتار شدگان کے بارے میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ ہمارے چچازاد ہیں، ہم قوم ہیں اور بھائی ہیں، ہم ان سے معاوضہ وصول کر لیتے ہیں۔ اس طرح مشرکین پر ہمارا احسان ہو جائے گا اور یہ بھی بہت ممکن ہے کہ اللہ انہیں اسلام کی راہ نصیب فرمادے اور یہ ہمارے مددگار بن جائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن خطاب! تمہاری رائے کیا ہے؟ عرض کیا، یارسول اللہ! میری رائے ابوبکر سے مختلف ہے۔ یہ لوگ کفر کے امام اور سرداران کفار ہیں ہمیں ان کی گردنیں اڑا دینی چاہئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی رائے پسند فرمائی اور جو کچھ میں نے کہا تھا اس کی طرف میلان نہ فرمایا اور اسیران بدر کو معاوضہ لے کر چھوڑ دیا۔ اگلے روز صبح کے وقت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) دونوں بیٹھے رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بتلائیں یہ گریہ کس وجہ سے ہے، تا کہ میں بھی رووں یا کم

از کم رونے والی شکل ہی بنالوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں پر عذاب اس درخت سے بھی قریب اتر آیا تھا اور سامنے قریب ایک ہی درخت تھا جس کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ﴾ ''کسی نبی کو یہ حق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرے جب تک زمین میں ان کا خون نہ بہادے، تم دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔'' اسے مسلم نے روایت جبکہ بخاری نے بھی اسی طرح کی روایت بیان کی ہے۔

حدیث ۵۔ اخرجه الترمذی حدثنا محمد بن بشار حدثنا یحییٰ بن سعید حدثنا عبیدالله أخبرنا نافع عن ابن عمر قال: جاء عبدالله بن عبدالله بن أُبی الی النبی صلی الله علیه وسلم حین مات أبوه فقال المطینی قمیصك اکفنه فیه و صل علیه واستغفرله فاعطاه قمیصه و قال اذ افرغتم فآذنونی فلما ارادأن یصلی جذبه عمر و قال الیس قدنهی الله أن تصلی علی المنافقین فقال انابین خیرتین استغفرلهم أولا تستغفرلهم فصلی علیه فانزل الله ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَداً وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ﴾ فترك الصلوة علیهم، قال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح۔

(الجامع الصحیح سنن الترمذی، جلد۲، ص۵٤٥، رقم ۳۰۲۳)

ترجمہ: جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن ابی (منافق) مرا تو اس کا بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی قمیص عطا کیجئے میں اپنے باپ کو کفن پہناؤں گا اور اس پر نماز جنازہ پڑھئے اور اس کے لیے مغفرت (کی دعا) کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی قمیص عطا فرمائی اور فرمایا، جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے خبر کر دینا۔ جب آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھنا چاہا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنی طرف کھینچا اور عرض کیا: کیا اللہ

تعالیٰ نے آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے دو امروں میں اختیار ہے۔ استغفرلهم أولا تستغفرلهم ...... پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَداً وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ﴾ یعنی ''ہرگز نماز نہ پڑھئے ان میں سے کسی پر اگر کوئی مر جائے اور نہ ہی آپ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔'' پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنا چھوڑ دیا۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی نے فرمایا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ثم رأيت في كتاب "فضائل الامامين" لابي عبدالله الشيباني قال: وافق عمر ربه في احد و عشرين موضعا (تاريخ الخلفاء للسيوطي، ص ۱۲۳)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پھر ابی عبداللہ الشیبانی کی کتاب ''فضائل الامامین'' میری نظر سے گزری اس میں لکھا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے سے رب کریم نے اکیس جگہ موافقت فرمائی ہے۔

دلیل نمبر 9- قال الله تبارك و تعالىٰ: وَعَدَ اللَّهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً (النور: ۵۵)

ترجمہ: اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور اس نے ان کے لیے جو دین پسند فرمایا اسے ضرور مضبوط اور پائیدار کرے گا اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر کے تحت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

دلت الآية على امامة الائمه الاربعة و ذلك لأنه تعالىٰ وعد الذين أمنوا وعملوا الصالحات من الحاضرين في زمان محمد صلى الله عليه وسلم و هو المراد بقوله

ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم وأن يمكن لهم دينهم المرضى وأن يبدلهم بعد الخوف أمناء و معلوم أن المراد بهذا الوعد بعد الرسول هولاء لأن استخلاف غيره لا يكون الا بعده و معلوم أنه لا نبيي بعده لأنه خاتم الانبياء فاذن المراد بهذا الاستخلاف طريقة الامامة و معلوم أن بعد الرسول الاستخلاف الذى هذا و صفه انما كان في أيام أبي بكر و عمر و عثمان لأن في ايامهم كانت الفتوح العظيمة و حصل التمكين و ظهور الدين والأمن و لم يحصل ذلك على رضى الله عنه لأنه لم يتفرغ لجهاد الكفار لا شتغاله بمعاربة من خالفه من أهل الصلوة۔

(التفسير الكبير للامام الفخر الرازى، جلد۸، ص ۴۱۳)

ترجمہ: یہ آیت مبارکہ خلفاء اربعہ (سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم) کی خلافت پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو اس سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کے حاضرین (صحابہ کرام) ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''وہ انہیں لازمی طور پر زمین میں خلافت دے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلوں کو جانشینی عطا فرمائی تھی اور اس نے ان کے لیے جو دین پسند فرمایا اور ضرور ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا'' سے معلوم ہوا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ خلافت دینے کا وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے آپ خاتم الانبیاء ہیں اور اس خلافت سے مراد طریق امامت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس خلافت کا کامل ظہور سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ایام خلافت میں ہوا۔ ان کے عہد خلافت میں فتوحات عظیمہ حاصل ہوئیں۔ مسلمانوں کو تمکنت حاصل ہوئی۔ دوسرے ادیان پر دین اسلام کا غلبہ ہوا اور امن حاصل ہوا اور خلافت کے یہ اوصاف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں موجود نہ تھے کیونکہ وہ کفار سے جہاد کی طرف توجہ نہ فرما سکے بسبب اپنے

مخالفین سے جنگ وجدل کے جو کہ اہل صلوٰۃ تھے۔

امام ابوعبداللہ بن احمد بن ابوبکر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہ آیت سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ امام مالک کا قول ہے۔

(تفسیر الجامع لاحکام القرآن المعروف تفسیر قرطبی، جلد ٦، ص ٥٩٨)

حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

هذا وعد من الله تعالىٰ لرسوله صلوات الله و سلامه عليه بأنه سيجعل امة خلفاء الارض، أي ائمة الناس والولاة عليهم، و بهم تصلح البلاد، و تخضع لهم العباد و ليبدلن بعد خوفهم من الناس أمنا و حكما فيهم، و قد فعله تبارك و تعالىٰ، وله الحمد والمنة، فانه صلى الله عليه وسلم لم يمت حتى فتح الله عليه مكة و خيبر والبحرين و سائر جزيرة العرب و أرض اليمن بكمالها، واخذ الجزية من مجوس هجر و من بعض اطراف الشام، و هاداه هرقل ملك الروم و صاحب مصر و اسكندرية و هو المقوقس، و ملوك عمان والنجاشي ملك الحبشة الذي تملك بعد اصحمة رحمه الله و أكرمه۔

ثم لما مات رسول الله صلى الله عليه وسلم واختار الله له ماعنده من الكرامة قام بالامر بعده خليفة أبوبكر الصديق، فلم شعث ماوهي بعد موته صلى الله عليه وسلم، وأطد جزيرة العرب و مهدها وبعث الجيوش الاسلامية الى بلاد فارس صحبة خالد بن الوليد رضي الله عنه، ففتحوا طرفا منها، و قتلوا خلقا من أهلها وجيشا آخر صحبة أبي عبيدة رضي الله عنه و من اتبعه من الأمراء الى أرض الشام، وثالثا صحبة عمرو بن العاص رضي الله عنه الى بلاد مصر، ففتح الله للجيش الشامي في أيامه بصرى و دمشق و مخاليفهما من بلاد حوران وما والاها، و توفا لا الله عزوجل واختار له ما عنده من الكرامة۔

و من على أهل الاسلام بأن ألهم الصديق أن يستخلف عمر الفاروق، فقام بالأمر بعده قياماتا مالم يدر الفلك بعد الانبياء على مثله فى قوة سيرته و كمال عدله. وتم فى أيامه فتح البلاد الشامية بكمالها و ديار مصر الى آخرها وأكثر اقليم فارس، و كسر كسرى وأهانه غاية الهوان و تقهقر الى اقصى مملكته، و قصر قيصر، وانتزع يده عن بلاد الشام، وانحدر الى القسطنطينية، وأنفق أموالهما فى سبيل الله، كما أخبر بذلك و وعدبه رسول الله، عليه من ربه أتم سلام وأزكى صلاة۔

ثم لما كانت الدولة العثمانية امترت لممالك الاسلامية الى أقصى مشارق الأرض و مغاربها، ففتحت بلاد المغرب الى أقصى ماهنالك الاندلس و قبرص، و بلاد القيروان و بلاد سبتة ممايلى البحر المحيط، ومن ناحية المشرق الى أقصى بلاد الصين، و قتل كسرى و باد ملكه بالكلية، و فتحت مدائن العراق و خراسان والأهواز، و قتل المسلمون الترك مقتلة عظيمة جدا، و خذل الله ملكهم الأعظم خاقان، و جبى الخراج من المشارق والمغارب الى حضرة امير ألمومنين عثمان بن عفان رضى الله عنه، و ذلك ببركة تلاوته و دراسته و جمعه الامة على حفظ القرآنه و لهذا ثبت فى الصحيح أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ان الله زوى لى الارض فرأيت مشارقها و مغاربها و سيبلغ ملك امتى مازوى لى منها، نحن نتقلب فيتما وعدنا الله و رسوله، و صدق الله و رسوله فنسال الله الايمان به و برسوله، والقيام بشكره على الوجه الذى يرضيه عنا۔

(تفسير ابن كثير، جلد٣، ص٣٩٨، ٣٩٩)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرما رہا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خلافت بخش کر لوگوں کا امام اور حکمران بنائے گا، ان کے طفیل ملک آباد ہوں گے اور بندے ان کے تابع فرمان ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خوف کی حالت کو امن میں بدل دے گا اور

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ سچ ثابت ہوا۔ اس پر اللہ ہی کی حمد وثنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہی مکہ مکرمہ، خیبر، بحرین، جزیرہ عرب اور یمن فتح ہوا۔ ہجر کے مجوسی اور شام کے بعض علاقوں والے لوگ جزیہ دینے لگے اور شاہ روم ہرقل، مقوقس والی مصر، شاہ عمان اور شاہ حبشہ نجاشی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحائف اور نذرانے ارسال کئے۔ حبشہ کے بادشاہ اصحمہ رحمۃ اللہ علیہ والکرامہ نے تو اسلام قبول کرلیا۔ ان کی وفات کے بعد تخت نشین ہونے والے بادشاہ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت کا اظہار کیا اور تحائف نذر کئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس دارِ کرامت میں بلالیا تو آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی۔ آپ نے خلافت کو کمزور کرنے والوں اور دین میں رخنہ اندازی کرنے والوں کا قلع قمع کیا اور خلافت کو مستحکم بنایا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے ایک لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے زیر کمان بلاد فارس کی طرف روانہ کیا جنہوں نے وہاں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا اور کفر کے سرغنوں کو نیست ونابود کردیا۔ ایک دوسرا لشکر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شام کی طرف روانہ کیا اور ایک تیسرا لشکر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت مصر کی طرف بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے شام کی طرف پیش قدمی کرنے والے لشکر کو فتوحات عطا کیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بصریٰ، دمشق اور بلاد حران وغیرہ فتح ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ملت اسلامیہ پر عظیم احسان فرمایا کہ اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا خلیفہ عطا فرمایا اور آپ رضی اللہ عنہ نے بھی اس ذمہ داری کو خوب نبھایا اور سلطنت اسلامیہ کو ایک باوقار، پرشکوہ اور بے مثال مقام پر لا کھڑا کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ انبیأ کرام علیہم السلام کے بعد چشم فلک نے آپ جیسا صاحب کردار، نیک سیرت اور عادل شخص نہیں دیکھا۔ آپ کے زریں عہد میں شام اور مصر کے تمام علاقے اور ایران کے اکثر علاقے اسلامی قلم رو میں شامل ہوئے۔ کسریٰ کی شان وشوکت خاک میں مل گئی۔ وہ ذلیل ورسوا ہو کر اور سلطنت چھوڑ کر بھاگ گیا اور سلطنت کسریٰ کے ٹکڑے

ٹکڑے ہو گئے اور قیصر بھی مغلوب ہوا اور بلاد شام سے ہاتھ دھو کر قسطنطنیہ میں جا ٹھہرا۔ ان دونوں سلطنتوں کے خزانے اور اموال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا جو اس نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ پھر خلافت عثمانیہ (خلافت عثمان غنی رضی اللہ عنہ) میں مملکت اسلامیہ کی سرحدیں مشرق و مغرب میں انتہائی دور دراز علاقوں تک وسیع ہو گئیں۔ مغرب میں فتوحات کا سلسلہ اندلس اور قبرص تک دراز ہوا اور بحر محیط کے ساتھ قیروان اور سبتہ کے علاقے فتح ہوئے۔ مشرق میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ چین کی سرحدوں تک پھیل گیا، کسریٰ قتل ہوا اور ساری سلطنت اس کے ہاتھوں سے جاتی رہی۔ دوسری طرف عراق، خراسان اور اہواز پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ ترکوں کے ساتھ گھمسان کا رن پڑا جس میں بہت سارے ترک قتل ہوئے اور ان کے بادشاہ خاقان کو ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مشرق و مغرب سے خراج اکٹھا ہو کر امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آنے لگا۔ یہ برکت تھی آپ کی تلاوت قرآن پاک کی، قرآن کی اشاعت کی اور حفظ قرآن کی ترغیب دلانے کی۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا۔ پس میں نے اس کے مشرق و مغرب دیکھ لیے اور عنقریب میری امت کی سلطنت ان علاقوں تک پہنچے گی جو میرے لیے سمیٹے گئے۔'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ سچ ثابت ہوا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وسیع و عریض اور عظیم الشان سلطنت سے نوازا جس میں ہم خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایمان پر کاربند رہنے اور اپنے احسانات کا شکر بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔

شیعہ اہل قلم کی ایک جماعت کی مرتب کردہ تفسیر نمونہ میں ہے کہ اس آیت میں:

''بعض نے پہلے چار خلفاءً کی حکومت کی طرف اشارہ قرار دیا ہے۔''

(تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ، جلد ۸، ص ۲۹۲)

10- قال الله تبارك تعالىٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي

اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗٓ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ ط ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔

(المائدۃ:۵۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

مفسر جلیل علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قال الحسن: علم اللّٰہ تبارك تعالیٰ أن قوما یرجعون عن الاسلام بعد موت نبیھم ...... واختلفوا فی ذلك القوم منھم قال علی رضی اللّٰہ عنہ ابن ابی طالب والحسن والضحاك و قتادہ ھم أبوبکر وأصحابہ الذین قاتلوا أھل الردۃ ومانعی الزکاۃ و ذلك أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لما قبض ارتد عامۃ العرب الا أھل مکۃ والمدینۃ والبحرین من عبدالقیس، و منع بعضھم الزکاۃ و ھم أبوبکر بقتالھم فکرہ ذلك أصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم و قال عمر: کیف تقاتل الناس و قد قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أمرت أن أقاتل الناس حتی یقولو الا الہ الا اللّٰہ فمن قالہ فقد عصم منی مالہ ونفسہ الا بحقہ و حسابہ علی اللّٰہ عزوجل، فقال ابوبکر رضی اللّٰہ عنہ: واللّٰہ لأ قاتلن من فرق بین الصلاۃ والزکاۃ فان الزکاۃ حق المال واللّٰہ لو منعونی عناقاً کانوا یؤدونھا الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لقاتلتھم علی منعھا قال أنس بن مالك: کرھت الصحابۃ قتال مانعی الزکاۃ وقالوا أھل القبلۃ، فتقلد أبوبکر رضی اللّٰہ عنہ سیفہ و خرج وحدہ فلم یجدوا بدًا من الخروج علی أثرہ قال ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ کرھنا ذلك فی الابتداء ثم حمدناہ علیہ فی الانتھا، قال ابوبکر بن عیاش: سمعت

أباحفص يقول: ما ولد بعد النبيين مولود أفضل من ابى بكر رضى الله عنه قام بعد النبى صلى الله عليه وسلم فى قتال أهل الردة و قال: قد ارتد فى حياة النبى صلى الله عليه وسلم ثلاث فرق منهم مذحج و رئيسهم ذوالحمار عبهلة بن كعب العنسى و يلقب بالأسود و كان كاهنا مشعبداً قبنى باليمن، واستولى على بلاده فكتب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى معاذ بن جبل و من معه من المسلمين، وأمرهم أن يحثوا الناس على التمسك بدينهم و على النهوض الى حرب الاسود فقتله فيروز الديلمى على فراشه قال ابن عمر: فأتى الخبر النبى صلى الله عليه وسلم من السماء الليلة التى قتل فيها و قال النبى صلى الله عليه وسلم قتل الاسود البارحة قتله رجل مبارك قيل: و من هو؟ قال: فيروز و فاز فيروز ، فبشر النبى صلى الله عليه وسلم أصحابه بهلاك الاسود و قبض صلى الله عليه وسلم من الغد وأتى خبر مقتل العنسى المدينة فى آخر شهر ربيع الاول بعد مخرج أسامة و كان ذلك أول فتح جاء أبابكر رضى الله عنه

والفرقة الثانيه بنو حنيفة باليمامة رئيسهم مسيلمة الكذاب و كان قد تنبى و فى حياة رسول الله صلى الله عليه وسلم فى آخر سنة عشر و زعم انه أشرك مع محمد صلى الله عليه وسلم فى النبوة و كتب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم من مسيلمة رسول الله الى محمد رسول الله أما بعد فان الارض نصفها لى و نصفهالك و بعث بذلك اليه رجلين من أصحابه، فقال لهما رسول الله صلى الله عليه وسلم : لولا أن الرسل لاتقتل لضربت أعناقكما ثم اجاب "من محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم الى مسيلمة الكذاب أما بعد فان الأرض لله يورثها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين" و مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم و توفى ابوبكر خالد بن الوليد الى مسيلمة فى جيش كثير حتى أهلكه الله على يدى وحشى غلام مطعم بن عدى الذى قتل حمزة بن عبدالمطلب بعد حرب شديد و كان وحشى يقول قتلت خير الناس فى الجاهلية و شر

الناس فی الاسلام۔

و فرقة الثالثة بنو اسد و رئیسهم طلیحة بن خویلد و کان طلیحة آخر من ارتد وادعی النبوة فی حیاة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم و أول من قوتل بعد وفاة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من أهل الردة فبعث أبوبکر خالد بن الولید الیه فهزمهم خالد بعد قتال شدید وأفلت طلیحة فمر علی وجهه هارباً نحو الشام ثم انه اسلم بعد ذلك و حسن اسلامه، و قد ارتد بعد وفاة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی خلافة أبی بکر رضی اللّٰه عنه خلق کثیر سبع فرق فزارة قوم عیینة بن حصین و غطفان قوم قرة بن سلمة القشیری، و بنو سلیم قوم الفجأة بن عبد یالیل و بنو یربوع قوم مالك بن نویرة و بعض تمیم قوم شجاج بنت المنذر المتنبیة زوجة مسیلمة وأسلمت آخراً و کندة قوم الاشعت بن قیس و بنو بکر بن وائل بالبحرین قوم الحطیم حتی کفی اللّٰه بالمسلمین أمرهم و نصردینه علی یدی أبی بکر رضی اللّٰه عنه، قالت عائشة توفی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وارتدت العرب وأشرب النفاق و نزل بابی مالو نزل بالجبال الراسیات لما ضمها۔

(تفسیر المظہری، جلد۲، ص ٣٦٣ ٣٦٤)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کو معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کچھ لوگ اسلام سے پھر جائیں گے اس لیے اس نے پہلے خبر دے دی کہ ایسا ہو گا۔﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ (تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے محبوب ہوں گے اور اللہ ان کا محبوب ہوگا) اس قوم سے مراد کون سی قوم ہے اس کے متعلق اقوال مختلف ہیں۔ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بصری، ضحاک اور حضرت قتادہ کے نزدیک اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی مراد ہیں جنہوں نے مرتدوں اور زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں سے جہاد کیا تھا۔

اس کا واقعہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرماتے ہی سوائے اہل مکہ، اہل مدینہ اور بحرین کے قبیلہ عبدالقیس کے عام عرب مرتد ہو گئے اور بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کا ارادہ کیا مگر صحابہ کرام نے اس ارادہ کو پسند نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (یہ لوگ کلمہ گو ہیں) آپ ان سے کس طرح جہاد کر سکتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم اس وقت تک ہے جب تک وہ لا الہ الا اللہ کے قائل نہ ہو جائیں اور جو اس کلمہ کا قائل ہو گیا اس نے اپنی جان و مال کو مجھ سے محفوظ کر لیا اور اس کا (اندرونی) محاسبہ اللہ کا کام ہے۔ ہاں کسی حق کی وجہ سے (اس کلمہ گو کے جان و مال سے) تعرض کیا جا سکتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو لوگ نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت میں فرق پیدا کرتے ہیں اللہ کی قسم میں ان سے جہاد کروں گا کیونکہ (جس طرح نماز جسمانی عبادت ہے اسی طرح) زکوٰۃ مالی فرض ہے۔ اللہ کی قسم اگر یہ لوگ بکری کا بچہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بطور زکوٰۃ) دیتے تھے اور مجھے دینے سے انکار کریں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ادا زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں سے جنگ کرنا صحابہ کرام کو (شروع میں) پسند نہ تھا، ان کا کہنا تھا کہ یہ لوگ اہل قبلہ ہیں لیکن جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گردن میں تلوار لٹکائے اکیلے ہی نکل کھڑے ہوئے تو صحابہ کرام کو بھی نکلے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم کو شروع میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ پسند نہ تھا لیکن آخر میں ہم نے آپ کے خیال کی تعریف کی۔ حضرت ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو حفص (ابو حصین) کو یہ فرماتے سنا ہے کہ انبیاء کرام کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی شخص پیدا نہیں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ ہی مرتدوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں تین گروہ مرتد ہو گئے تھے۔

(۱) بنی مذحج جن کا سردار ذوالحمار عبہلہ بن کعب عنسی تھا اس کا لقب اسود تھا، یہ ایک شعبدہ باز کاہن تھا یمن میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور بلاد یمن پر قابض ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (گورنر یمن) اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کو لکھا کہ لوگوں کو مضبوطی کے ساتھ دین اسلام پر قائم رہنے کی ترغیب دیتے رہیں اور اسود سے لڑنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ چنانچہ فیروز دیلمی نے (گھر میں گھس کر اسود کو اس کے بستر پر ہی قتل کر دیا تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قتل کی رات کو ہی آسمان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسود عنسی کے قتل ہونے کی خبر مل گئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج اسود کو قتل کر دیا گیا اور مبارک شخص نے اس کو قتل کیا ہے۔ عرض کیا گیا، وہ کون ہے؟ فرمایا: فیروز، فیروز کامیاب ہو گیا۔ اس بشارت کو سنانے کے دوسرے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور مدینہ میں اسود عنسی کے قتل کی خبر (باضابطہ) ماہ ربیع الاول کے آخر میں پہنچی جبکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جہاد کے لیے جا چکے تھے سب سے اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اس فتح کی اطلاع آئی۔

(۲) بنی حنیفہ جن کا سردار مسیلمہ کذاب تھا، نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی ۱۰ ہجری کے آخر میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھے بھی نبوت میں شریک کر دیا گیا ہے چنانچہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس مضمون کا خط بھیجا۔ ''مسیلمہ رسول اللہ (کذاب) کی طرف محمد رسول اللہ کے نام...... امابعد، یہ زمین آدھی میری اور آدھی آپ کی ہے۔'' یہ خط دو آدمیوں کے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصدوں سے فرمایا: اگر قاصدوں کو قتل نہ کرنے کا حکم نہ ہوتا تو میں تم دونوں کی گردنیں مار دیتا (قتل کرا دیتا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب لکھوایا۔ ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام...... امابعد، ساری زمین اللہ کی

ہے، اپنے بندوں میں سے وہ جس کو چاہتا ہے اس کا مالک بنا دیتا ہے اور اچھا انجام پرہیز گاروں کا ہوتا ہے۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پڑ گئے اور آپ کا وصال ہو گیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کثیر لشکر کے ساتھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا۔ آخر (مسیلمہ کذاب) معطم بن عدی کے غلام وحشی کے ہاتھوں مارا گیا۔ وحشی وہی شخص تھا جس نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ مسیلمہ کو قتل کرنے کے بعد کہا کرتے تھے۔ ''میں نے مسلمان ہونے سے پہلے سب سے بہتر آدمی (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ) کو شہید کیا تھا اور مسلمان ہونے کے بعد سب سے بدترین آدمی (مسیلمہ) کو قتل کر دیا۔''

(۳) بنی اسد، ان کا سردار طلیحہ بن خویلد تھا، یہ مدعیان نبوت میں سب سے آخری شخص تھا جس نے مرتد ہو کر نبوت کا دعویٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں کر دیا تھا لیکن اس سے جہاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شدید جنگ کے بعد اس کو شکست دی۔ یہ بھاگ کر شام کو چلا گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد دوبارہ مسلمان ہو گیا اور اسلام کے ساتھ مخلص رہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بہت سے لوگ مرتد ہو گئے تھے جن کو ہم سات فرقے کہہ سکتے ہیں۔

۱۔ بنی فزارہ ...... یہ عیینہ بن حصین کا قبیلہ تھا۔

۲۔ بنی غطفان ...... یہ قرہ بن مسلمہ قشیری کا قبیلہ تھا۔

۳۔ بنی سلیم ...... یہ فجاہ بن عبد یالیل کا قبیلہ تھا۔

۴۔ بنی یربوع ...... یہ مالک بن نویرہ کا قبیلہ تھا۔

۵۔ خاندان بنی تمیم کا کچھ حصہ ...... یہ قبیلہ شجاع بنت منذر زوجہ مسیلمہ کذاب (شجاع نے بھی نبوت

کا دعویٰ کیا تھا لیکن آخر میں مسلمان ہوگئی تھی)

۶۔ بنی کندہ...... یہ اشعث بن قیس کا خاندان تھا۔

۷۔ بنی بکر بن وائل...... یہ بحرین کے باشندے تھے اور حطیم قبیلے والے تھے۔ آخر کار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اللہ نے ان سب کا کام تمام کر دیا اور اپنے دین کو فتح یاب کر دیا۔

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرماتے ہی (کچھ) عرب مرتد ہو گئے اور نفاق ان کے دلوں میں جم گیا اور میرے باپ پر وہ مشکلات پڑیں کہ اگر مضبوط پہاڑوں پر پڑتیں تو ان کو بھی ریزہ ریزہ کر دیتیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس آیت مبارکہ کا حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہونا نقل کیا ہے اور اس بارے میں مفصل کلام فرمایا ہے اور تقریباً یہی دلائل نقل کئے ہیں جو قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر کبیر، جلد ۴، ص ۳۷۷ تا ۳۸۰)

جو تفسیر علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائی ہے یہ تفسیر "معالم التنزیل" سے نقل کی گئی ہے، ملاحظہ ہو: "تفسیر البغوی المسمی معالم التنزیل" جلد ۲، ص ۴۵۔۴۶)

یہی تفسیر شیعہ مفسر ملا فتح اللہ کاشانی نے اپنی تفسیر منہج الصادقین میں بیان کی ہے۔ ملاحظہ ہو: تفسیر منہاج الصادقین، جلد سوم، مطبوعہ تہران، ص ۲۵۷۔۲۵۸)

علامہ مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں ایک غیبی خبر دی گئی ہے کہ بعض کلمہ پڑھنے والے مرتد ہو جائیں گے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے زمانے میں کچھ لوگ زکوٰۃ کا انکار کر کے اور کچھ مسیلمہ کذاب پر ایمان لا کر مرتد ہو گئے تھے۔

﴿بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ یہاں قوم سے مراد ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) اور ان کا لشکر ہے اور انہیں لانے سے مراد ان حضرات کا برسر اقتدار فرمانا ہے ورنہ وہ حضرات اس وقت بھی

موجود تھے۔

اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کی خلافت کی حقانیت صاف طور پر مذکور ہے کیونکہ مرتدین سے جہاد آپ ہی نے اپنے زمانہ خلافت میں فرمایا۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے جہاد کافروں سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جنگیں صرف باغیوں سے ہوئیں۔ مرتدین سے جہاد صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا جو اس آیت میں مذکور ہے۔

(تفسیر نور العرفان، ص ۱۸۵)

مشہور شیعہ مفسر علامہ طبرسی سورۃ المائدہ کی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

لما بین تعالیٰ حال المنافقین و انهم یتربصون الدوائر بالمومنین و علم ان قوما منهم یرتدون بعد وفاته اعلم ان ذلك كائن وانهم لاینالون امانیهم والله ینصر دینه بقوم لهم صفات مخصوصة تمیز وابها من بین العالمین فقال ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِيْنِهِ﴾ ای من یرجع منكم ای من جملتكم الی الكفر بعد اظهار الایمان فلن یضر دین الله شیاً فان الله لا یخلی دینه من انصار یحمونه ﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ ای یحبهم الله و یحبون الله ﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ ای رحماء علی المومنین غلاظ شداد علی الكفرین هو من الذل الذی هو اللین لامن الذل الذی هو الهو ان قال ابن عباس تراهم للمومنین كالولد لوالده و كالعبد لسیده و هم فی الغلطة علی الكفرین كالسبع علی فریسة ﴿يُجَاهِدُونَ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ﴾ بالقتال لا علاء كلمة الله و اعزاز دینه ﴿وَلاَ يَخَافُونَ لَوْمَةَ لآئِمٍ﴾ فیها یاتون من الجهاد والطاعات واختلف فی من وصف بهذه الاوصاف منهم فقیل هم ابوبكر واصحابه الذین قاتلوا اهل الردة۔

(تفسیر مجمع البیان للطبرسی، مطبوعہ تہران، جلد ۲، جز ۳، ص ۲۰۸)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے پچھلی آیات میں منافقین کی حالت بیان

فرماتے ہوئے کہا کہ وہ مومنین کو گھیرے میں لیے جانے کا انتظار کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتلا دیا کہ ان میں سے ایک قوم آپ کی وفات کے بعد مرتد ہو جائے گی اور یہ بھی جتلا دیا کہ ایسا ہو کر رہے گا لیکن وہ اپنی خواہشات پوری ہوتی نہ دیکھ سکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے خلاف اپنے دین کی حفاظت ایسی قوم سے فرمائے گا جو اپنی مخصوص صفات کی وجہ سے تمام انسانوں سے ممتاز ہوں گے۔ تو فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ ﴾ یعنی تم سب میں سے اے مومنو! جو ایمان کے ظہور کے بعد کفر کی طرف لوٹ جائے گا تو وہ اپنے اس فعل سے اللہ کے دین کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو کبھی اس طرح نہ چھوڑے گا کہ اس کا کوئی معاون اور حامی نہ ہو۔ ﴿ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ﴾ یعنی جلد ہی ان کے ارتداد کے بعد اللہ تعالیٰ ایسی قوم لے آئے گا جو اللہ کو محبوب رکھتی ہو اور اللہ ان کو محبوب سمجھتا ہو۔ ﴿ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴾ یعنی مومنوں کے لیے وہ لوگ نہایت رحم دل ہوں گے اور کفار کے لیے سخت و مضبوط۔ لفظ "الذل" کا معنی نرم ہے ذلت نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تو انہیں مومنین کے لیے اس طرح پائے گا جس طرح باپ اپنی اولاد کے لیے رحم دل ہوتا ہے اور جس طرح آقا اپنے غلام کے حق میں نرم خو ہوتا ہے اور وہ کفار کے لیے اس طرح سخت ہوں گے جس طرح شیر اپنے شکار کے لیے۔ ﴿ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ ﴾ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اس کے دین کو بلند و بالا کرنے کے لیے اور اس کے کلمات کو غالب کرنے کے لیے جہاد کریں گے۔ ﴿ وَلاَ يَخَافُونَ لَوْمَةَ لآئِمٍ ﴾ جہاد اور بندگی کے مختلف طریقوں میں جو لوگ انہیں ملامت کریں گے اس کی انہیں پرواہ تک نہیں ہوگی۔

ان مخاطبین میں کون شخص تھا جو ان اوصاف کا حامل ہو اس میں اختلاف ہے لیکن کہا گیا ہے کہ یہ (خوش قسمت) جماعت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی تھی جنہوں نے مرتدین کے خلاف جہاد کیا۔

❖❖❖

الاحادیث دلالۃ افضلیت الشیخین و سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

1۔ اخرجہ البخاری حد ثنا عبد العزیز بن عبد اللہ حد ثنا سلیمان عن یحییٰ بن سعید عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کنا نخیر بین الناس فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنخیر ابابکر ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم۔

(الجامع الصحیح البخاری جلد۳،ص۳۹۵۔۳۹۴،باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں جب ہم صحابہ کرام کے درمیان کسی کو ترجیح دیتے تھے تو سب پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترجیح دیا کرتے، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ کو۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

2۔ اخرجہ ابو دائود حد ثنا احمد بن صالح ناعنبسۃ ثنا یونس عن ابن شھاب قال قال سالم بن عبداللہ ان ابن عمر قال کنا نقول و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حَیٌّ افضل امۃ النبی بعدہ ابو بکر ثم عمر ثم عثمان رضی اللہ عنہم۔

رواہ الطبرانی فی الکبیر، فیعلم بذلک النبی علیہ الصلاۃ والسلام، ولا ینکرہ۔

(سنن ابوداؤد، جلد۳ص۴۴۱باب۳۹۵فی التفضیل، المعجم الکبیر للطبرانی جلد۱۲ص۲۸۵رقم۱۳۱۳۲، مجمع الزوائد جلد۹ص۲۸رقم۱۴۳۸۵، تاریخ الخلفاء للسیوطی ص۴۵ الصواعق المحرقۃ ص۱۴۸ لابن حجر المکی)

ترجمہ: امام ابو داؤد نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات مبارکہ میں ہم کہا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آپ کے بعد سب سے افضل ابو بکر صدیق ہیں، پھر حضرت عمر، پھر عثمان رضی اللہ عنہم۔ امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی مگر آپ نے انکار نہیں فرمایا۔

3۔ اخرجه ابن ابی شیبة حد ثنا ابو معاویة عن سهیل عن ابیه عن ابن عمر قال: کنا نعد و رسول الله صلی الله علیه وسلم حیی: ابو بکر و عمر و عثمانه ثم نسکت واخرجه ابو دائود حد ثنا عثمان ابن ابی شیبة ثنا اسود بن عامر ثنا عبدالعزیز بن ابی سلمة عن عبیدالله عن نافع عن ابن عمر قال کنا نقول فی زمن رسول الله صلی الله علیه وسلم لا نعدل بابی بکر احداً ثم عمر ثم عثمان ثم نترك اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم لا نفاضل بینهم۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ، جلد ۷ ص ۴۷۲، کتاب الفضائل، سنن ابو داؤد جلد ۳، ص ۴۴۱، باب فی التفضیل)

ترجمہ: امام ابو بکر ابن ابی شیبۃ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہم کہا کرتے تھے سب سے افضل ابو بکر، پھر عمر اور پھر عثمان رضی اللہ عنہم ہیں، پھر ہم خاموشی اختیار کرتے تھے۔ امام ابو داؤد نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو۔ پھر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو چھوڑ دیتے اور ان میں سے کسی کو فضیلت نہ دیا کرتے۔

4۔ واخرج ابن عساکر عن ابی هریرة قال: کنا معاشر اصحاب سول الله صلی الله علیه وسلم ونحن متوا فرون نقول افضل هذه الامة بعد نبیها ابو بکر ثم عمر ثم عثمان

ثم نسکت۔

(الصواعق المحرقۃ لابن حجر المکی ص ۴۸، تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص ۴۵)

ترجمہ: امام ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وافر تعداد میں تھے ہم کہا کرتے تھے کہ اس امت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل آدمی ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان رضی اللہ عنہم ہیں۔ پھر ہم خاموشی اختیار کرتے۔

حدیث5: اخرجه الترمذی حد ثنا ابراهیم بن سعید الجوهری حد ثنا اسمعیل بن ابی اویس عن سلیمان بن بلال عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشه عن عمر بن الخطاب قال: ابو بکر سیدنا و خیرنا و احبنا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ قال ابو عیسیٰ هذا حدیث صحیح غریب۔ ورواه الحاکم وقال صحیح علی شرطهما ولم یخر جاه وافقه الذهبی۔ ورواه ابن حبان

(الجامع الصحیح سنن ترمذی جلد۲ص۸۱۶رقم ۳۵۸۹
المستدرک علی الصحیحین للحاکم جلد۴ص۱۵۳رقم ۴۴۲۱
المستدرک مع التلخیص جلد۳ص ۶۶
صحیح ابن حبان جلد۱۰ص۶رقم ۶۸۲۳)

ترجمہ: امام ترمذی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں، ہم سب سے بہتر اور ہم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی نے فرمایا، یہ حدیث صحیح غریب ہے۔ امام حاکم نے اسے مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے مگر انہوں نے اسے روایت نہیں کیا۔ امام ذھبی نے امام حاکم کے قول کی موافقت کی ہے۔ اس حدیث کو ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔

حدیث6: اخرج البخاری عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال عمر بن الخطاب: ابوبکرسیدنا۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص۵۹)

ترجمہ: امام بخاری نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں۔

حدیث7: واخرج البیهقی فی شعب الایمان عن عمر رضی الله عنه، قال: لو وزن ایمان ابی بکر بایمان أهل الارض لرجع بهم۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص۵۹)

ترجمہ: امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر تمام اہل زمین اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان باہم وزن کیا جائے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلہ بھاری ہوگا۔

حدیث 8: اخرج ابن عساکر عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ أن عمر صعد المنبر ثم قال: ألا ان أفضل هذه الامة بعد نبیها أبوبکر فمن قال غیر هذا فهو مفتر علیه ماعلی المفتری۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص۴۵، ۴۶، الصواعق المحرقۃ، ص۶۸)

ترجمہ: امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ مفتری (بہتان تراش) ہے اور اسے مفتری کی حد لگے گی۔

حدیث9: اخرجه ابن بی شیبة حدثنا ابن عیینة عن مطرف عن عامر أن عمر قال: لا أسمع بأحد فضلنی علی أبی بکر الا جلدته اربعین۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ، جلد ۷، ص ۴۷۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ: حضرت امام عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں نے سنا کہ کوئی مجھے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتا ہے تو اسے چالیس کوڑے مارے جائیں گے۔

حدیث10: و عن الزهری أن رجلا قال لعمر مارائیت أحداً أو رجلاً أفضل منك قال له عمر: هل رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم، قال: لا، قال: فهل رأیت ابابکر قال لا، قال: لو أخبرتنی انك رایت واحدًا منهما لاؤ جعتك۔ خرجه فی الفضائل و قال حدیث حسن الا أنه مرسل لأن الزهری لم یدرك عمر۔

(ریاض النضرۃ، جلد۱، ص ۱۱۸، باب مناقب ابی بکر الصدیق)

ترجمہ: حضرت امام زہری تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا، میں نے آپ سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ نے دریافت کیا، کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ اس شخص نے کہا، نہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا تو نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے؟ اس شخص نے کہا، نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو اعتراف کرتا کہ ان دونوں ہستیوں یا ان میں سے کسی ایک کو دیکھا ہے (اور پھر بھی مجھے افضل قرار دیتا) تو تمہیں قرار واقعی سزا دی جاتی۔

اس حدیث کو قلعی نے فضائل میں روایت کیا ہے اور کہا، یہ حدیث حسن ہے مگر مرسل ہے کیونکہ امام زہری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا۔

حدیث11: اخرجه ابن ابی شیبة حدثنا عبدالله بن نمیر عن عمرو بن میمون عن ابیه قال: قال رجل لعمر بن الخطاب: ما رأیت مثلك قال: رأیت أبابکر؟ قال: لا، قالو: لو قلت: نعم انی رأیته لا وجعتك ضرباً۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۷، ص ۴۷۲)

ترجمہ: امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میمون رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا۔ میں نے آپ کی مثل کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ نے دریافت کیا۔ کیا تو نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا، نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو کہتا ہاں میں نے دیکھا ہے (اس کے باوجود میرے بارے میں یہ لفظ کہتا) تو تجھے قرار واقعی سزا دی جاتی۔

حدیث12: اخرجه البخاری و ابو دائود حدثنا محمد بن کثیر ثنا سفیان ثنا جامع ابن ابی راشد حدثنا ابو یعلی عن محمد بن الحنفية قال قلت لابی ای الناس خیر بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ابوبکر قلت ثم من قال ثم عمر و خشیت ان یقول عثمان قلت ثم انت قال ما انا الا رجل من المسلمین۔ ورواه ابن ابی شیبة۔

(الجامع الصحیح للبخاری، جلد۳، ص۴۰۱، سنن ابی داؤد، جلد۳، ص۲۴۱، باب فی التفضیل، مصنف ابن ابی شیبہ، جلد۷، ص۴۷۳)

ترجمہ: امام بخاری اور امام داؤد نے روایت کیا ہے کہ امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر شخص کون ہے؟ فرمایا: ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ میں نے پوچھا، پھر کون ہے؟ فرمایا: عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ پھر میں ڈرا کہ اگر کہوں پھر کون ہے تو آپ فرمائیں گے کہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) لہٰذا میں عرض گزار ہوا پھر آپ ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔ اس حدیث کو حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔

حدیث13: اخرجه فی المسند الامام احمد حدثنا عبدالله حدثنی وهب بن بقية الواسطی حدثنا عمر بن یونس یعنی الیمامی عن عبدالله بن عمر الیمامی عن الحسن بن زید بن حسن حدثنی ابیه عن ابیه عن علی رضی الله عنه قال کنت عندالنبی صلی الله علیه وسلم فاقبل ابوبکر و عمر رضی اللّٰه عنهما فقال: یا علی هذان سید

اکھول اھل الجنة و شبابھا بعد النبیین والمرسلین۔

☆۔ قال شعیب: صحیح۔

(مسند امام احمد جلد ا: ۳۲۰، رقم ۶۰۲، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، ج ا: ۲۵۵)

ترجمہ: مسند اما م احمد میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا کہ سامنے سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! یہ دونوں حضرات انبیاء کرام ورسل عظام کے علاوہ اہل جنت کے تمام بوڑھوں اور جوانوں کے سردار ہیں۔

علامہ شُعیب نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث14: اخرجه الترمذی حدثنا الحسن بن الصباح البزار حدثنا محمد بن کثیر العبدی عن الاوزاعی عن قتادہ عن انس قال:قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لابی بکر و عمر هذان سید اکھول أهل الجنة من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین۔ قال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن غریب من هذا الوجه۔

(الجامع الصحیح سنن الترمذی، جلد۲، ص۸۲۰، رقم ۳۵۹۷)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں فرمایا: یہ دونوں انبیاء کرام ومرسلین کے علاوہ اگلوں اور پچھلوں تمام جنتی ادھیڑ عمر والوں کے سردار ہیں۔ اے علی! ان دونوں کو نہ بتانا۔

امام ترمذی نے فرمایا، اس طریق سے یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حدیث15: و عن جابر بن عبدالله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ابوبکر و عمر سیدا کھول أهل الجنة من الاولین والآخرین لا تخبرهما یا علی۔

رواہ الطبرانی فی الاوسط عن شیخه المقدام بن داؤد، و قد قال ابن دقیق العید : ا؛

وثق و ضعفه النسائی، و بقیۃ رجاله الصحیح۔

(مجمع الزوائد، جلد ۹، ص ۲۱، ۱۴۳۶۰)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر صدیق اور عمر (رضی اللہ عنہما) تمام اولین و آخرین ادھیڑ عمر اہل جنت کے سردار ہیں۔ اے علی! ان کو نہ بتانا۔

امام طبرانی نے اسے معجم الاوسط میں اپنے شیخ المقدام بن داؤد سے روایت کیا ہے اور امام ابن دقیق العید نے فرمایا یہ قابل اعتماد ہے اور امام نسائی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ اس روایت کے باقی راوی صحیح کے راوی ہیں۔

حدیث 16: و عن ابی سعید الخدری، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لابی بکر وعمر: هذان سیدا کهول اهل الجنة من الاولین و الآخرین۔ رواه البزار و الطبرانی فی الاوسط و فیه علی بن عابس و هو ضعیف۔

(مجمع الزوائد، جلد ۹، ص ۲۱، رقم ۱۴۳۵۹)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں تمام اولین و آخرین ادھیڑ عمر اہل جنت کے سردار ہیں۔ اسے بزار اور طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔ اور اس روایت کی سند میں راوی علی بن عابس ہے جو حدیث میں ضعیف ہے۔

حدیث 17: اخرجه ابن ماجة حدثنا ابو شعیب صالح بن الهیثم الواسطی ثنا عبدالقدوس بن بکر بن خنیس ثنا مالك بن مغول عن عون بن ابی جحیفة عن ابیه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ابوبکر و عمر سیدا کهول اهل الجنة من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین۔

☆۔ اسناد حسن و صالح۔

(سنن ابی ماجہ، جلد اول، ص ۶۲، رقم ۱۰۵)

ترجمہ: امام ابن ماجہ نے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) انبیاء و مرسلین کے علاوہ تمام اگلے پچھلے ادھیڑ عمر جنتی لوگوں کے سردار ہیں۔

ابن ماجہ کی حدیث سند کے لحاظ سے حسن وصالح ہے۔ راویوں کے حالات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ صالح بن الهيثم الواسطی ابوشعيب الصيرفی الطحان صدوق۔ (تقريب التهذيب، ص ۱۱۵)

صالح بن الهیثم الواسطی ابن ماجہ کا راوی ہے اور صدوق (سچا) ہے۔

۲۔ عبدالقدوس بن بكر بن خنيس الكوفی ابوالجهم قال ابو حاتم لا باس به۔ (تقريب التهذيب، ص ۲۱۷)

عبدالقدوس بن بکر بن خنیس کے بارے میں امام ابوحاتم ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۔ مالك بن مغول الكوفی ابوعبدالله ثقه ثبت من كبار السابعة۔ (تقريب التهذيب، ۳۲۷)

مالک بن مغول الکوفی ابوعبداللہ ثقہ اور ثبت (مضبوط) راوی ہے۔ ساتویں طبقہ کے اکابرین میں سے ہے۔

۴۔ عون بن ابی جحيفة السوائی الكوفی ثقة من الرابعة۔ (تقريب التهذيب، ص ۲٦۷)

عون بن ابی جحیفہ ثقہ ہے چوتھے طبقے کا راوی ہے۔

حدیث 18: اخرجه ابن حبان اخبرنا محمد بن اسحاق بن ابراهيم مولىٰ ثقيف حدثنا محمد بن عقيل بن خويلد حدثنا خنيس بن خنيس حدثنا عون بن ابی جحيفة عن ابيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابوبكر و عمر سيد اكهول اهل الجنة من

الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین۔

(صحیح ابن حبان، جلد١٠: ٢٥، رقم ٦٨٦٥)

ترجمہ: صحیح ابن حبان میں حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) انبیاء ومرسلین کے سوا اولین وآخرین میں سے تمام ادھیڑ عمر اہل جنت کے سردار ہیں۔

حدیث19: اخرجه ابو یعلی حدثنا زهیر حدثنا و کیع عن یونس عن ابی اسحاق عن الشعبی عن علی قال: کنت عندالنبی صلی الله علیه وسلم فأقبل ابوبکر و عمر فقال: هذان سید اکهول أهل الجنة من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین۔

(مسند امام ابویعلی، موصلی جلد١: ٢٧٢۔٢٧٣، رقم ٦٢٠)

ترجمہ: مسند ابویعلی موصلی میں امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں بیٹھا ہوا تھا کہ سامنے سے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما آتے دکھائی دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں تمام ادھیڑ عمر اہل جنت کے سردار ہیں چاہے وہ اولین میں سے ہوں یا آخرین سے، ماسوا انبیاء ومرسلین کے۔

حدیث20: اخرجه ابن ماجة حدثنا علی بن محمد ثنا و کیع ثنا شعبة عن عمرو بن مرة عن عبدالله بن سلمة قال سمعت علیاً یقول خیر الناس بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم ابوبکر و خیر الناس بعد ابی بکر عمر۔ ورواه ابن ابی شیبة۔

(سنن ابن ماجہ، جلد١: ٦٣، رقم ١١١)

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد٧: ٤٧٧، کتاب الفضائل ماذکر فی ابی بکر)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں اور ابوبکر کے بعد سب سے بہتر عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

حدیث 21: اخرجه احمد حدثنا عبدالله حدثنی محمد بن سلیمان لوین حدثنا حماد بن زید عن عاصم عن ابی جحیفة قال خطبنا علی رضی الله عنه فقال الا اخبرکم بخیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر الصدیق رضی الله عنه ثم قال الا اخبرکم بخیر هذه الامة بعد نبیها و بعد ابی بکر رضی الله عنه فقال عمر۔

(مسند امام احمد، جلد ۱: ۴۱۳، رقم: ۸۷۱)

ترجمہ: مسند امام احمد میں حضرت زر بن حبیش سے روایت ہے کہ حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: کہ کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ اس امت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہترین شخص کون ہے؟ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے اور فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کے بعد سب سے بہترین شخص کون ہے؟ فرمایا: وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

حدیث 22: اخرجه احمد حدثنا عبدالله بن عون حدثنا مبارك بن سعید اخو سفیان عن ابیه عن حبیب بن ابی ثابت عن عبد خیر الهمدانی قال سمعت علیا رضی الله عنه یقول علی المنبر ألا اخبرکم بخیر هذه الامة بعد نبیها قال فذکر أبابکر ثم قال ألا اخبرکم بالثانی قال فذکر عمر رضی الله عنه ثم قال لوشئت لانبأتکم بالثالث قال و سکت فراینا أنه یعنی نفسه فقلت أنت سمعته هذا قال نعم و رب الکعبة و الاصمتا۔

☆۔ قال شعیب: اسناده قوی۔

(مسند امام احمد، جلد ۱: ۴۲۳، رقم ۹۰۹)

ترجمہ: حضرت حبیب بن ابی ثابت نے حضرت عبد خیر ہمدانی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے سنا کہ کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ اس امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہترین شخص کون ہے؟ فرمایا وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر فرمایا میں تمہیں بتاؤں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد اس امت میں بہترین شخص کون ہے؟

فرمایا، وہ عمر رضی اللہ عنہ ہے۔ پھر فرمایا: اگر میں چاہوں تو تمہیں تیسرے آدمی کا نام بھی بتا سکتا ہوں، تاہم آپ خاموش رہے۔ ہم یہی سمجھتے ہیں کہ وہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ راوی سے پوچھا گیا کیا واقعی آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے کہا، رب کعبہ کی قسم ہاں (اگر میں جھوٹ بولوں) تو یہ کان بہرے ہو جائیں۔

حدیث 23: اخرجه فی المسند الامام احمد حدثنا عبدالله حدثنی و هب بن بقية الواسطی انبانا خالد عن عطا یعنی ابن السائب عن عبد خیر عن علی رضی الله عنه قال ألا اخبر کم بخیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر و خیرها بعد ابی بکر عمر ثم یجعل الله الخیر حیث احب۔

(مسند امام احمد، جلد ۱: ۴۲۷، رقم ۹۲۲)

ترجمہ: حضرت عطاء بن سائب کہتے ہیں کہ حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کیا آپ نے فرمایا، کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ اس امت میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بہترین شخص کون ہے؟ فرمایا: وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد سب سے بہترین عمر رضی اللہ عنہ ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے اپنی محبت پیدا فرما دیتا ہے۔

حدیث 24: اخرج الاحمد فی المسند ثنا اسماعیل بن ابراهیم انبانا منصور بن عبدالرحمٰن یعنی الغدانی الاسئل عن الشعبی حدثنی ابو جحیفة الذی کان علی یسمیه و هب الخیر قال قال علی رضی الله عنه یا ابا جحیفة الا اخبرك ما افضل هذا الامة بعد نبیها قال قلت بلی قال و لم أکن أری احد افضل منه هذا الامة بعد نبیها ابوبکر و بعد ابوبکر عمر رضی الله عنه و بعدهما آخر ثالث و لم یسمعه۔

(مسند امام احمد، جلد ۱: ۱۰۶، طبع بیروت، مسند امام احمد مترجم، جلد ۱: ۴۰۲، رقم ۸۳۵)

ترجمہ: مسند امام احمد میں امام شعبی سے روایت ہے کہ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ جنہیں وہب الخیر بھی کہا جاتا ہے، نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں بتاؤں کہ اس امت

میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل کون ہے؟ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، جی ہاں، ان کا خیال تھا کہ حضرت علی سے افضل کوئی نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس امت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ اس کے بعد تیسرے کا ذکر کیا مگر نام نہیں بتایا۔

حدیث 25: واخرج ابن ابی شیبة حدثنا شریك عن ابی اسحاق عن ابی جحیفة قال: قال علی: خیر هذا الامة بعد نبیها ابوبکر و بعد ابی بکر عمر، و لو شئت أن احدثکم بالثالث لفعلت۔ ورواه احمد۔

(مسند امام احمد، جلد ا:۴۰۲، رقم ۸۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۷: ۴۷۵، طبع ملتان)

ترجمہ: امام ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابی اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ابوبکر اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور اگر میں چاہوں تو تمہیں تیسرے شخص کے نام سے آگاہ کر دوں۔ اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

حدیث 26: اخرج الدارقطنی أن ابا جحیفة کان یری ان علیا افضل الامة فسمع اقواما یخالفونه فحزن شدیدا فقال له علی بعد أن اخذ بیده و أدخله بیته ما احزنك یا ابا جحیفة فذکر له الخبر فقال ألا اخبرك بخیر هذه الامة خیرها ابوبکر ثم عمر قال ابو جحیفة فأعطیت الله عهدا أن لا أکتم هذا الحدیث بعد أن شافهنی به علی مابقیت۔

(الصواعق المحرقة، ص ۶۱، طبع ملتان)

ترجمہ: امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا کہ حضرت ابو جحیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل الامت خیال کرتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنا کہ لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ بہت غمگین ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہاتھ پکڑ کے اسے گھر لائے اور فرمایا۔ اے ابو جحیفہ! تجھے کس بات کا غم ہے تو اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساری بات بتائی۔ حضرت علی رضی اللہ

عنہ نے فرمایا، میں تجھے اس امت کے بہترین شخص کے بارے میں بتاؤں۔اس امت کا بہترین آدمی ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہے اور اس کے بعد عمر (رضی اللہ عنہ) ہے۔ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ جب یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بالمشافہ کہی تو میں نے اللہ سے عہد کیا کہ میں جب تک زندہ ہوں، یہ حدیث نہیں چھپاؤں گا۔

حدیث 27: اخرجه ابو يعلى الموصلى حدثنا الحسن بن عرفة حدثنا المبارك بن سعيد اخو سفيان الثورى عن سعيد بن مسروق عن عبد خير الهمدانى قال سمعت على بن ابى طالب يقول هذا المنبر: الا أخبر كم بخير هذا الامة بعد نبيها؛ قال فذكر ابابكر قال: ثم قال: الا اخبر كم بالثانى؟ قال فذكر عمر بن الخطاب۔

(مسند ابویعلی موصلی، جلد ا:۲۴۸۔۲۴۹، حدیث نمبر ۵۳۵)

ترجمہ: امام ابویعلی موصلی نے حضرت عبد خیر ہمدانی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرماتے سنا کہ کیا میں تمہیں اس امت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین شخص کے بارے میں نہ بتاؤں۔پھر آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا، پھر فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد بہترین آدمی عمر بن خطاب ہیں۔

حدیث28: اخرجه فى المسند الامام احمد حدثنا عبدالله حدثنى و هب بن بقية الواسطى اخبرنا خالد بن عبدالله عن حصين عن المسيب بن عبد خير عن ابيه قال قام على فقال خير هذه الامة بعد نبيها ابوبكر و عمر وانا قد أحدثنا بعدهم احداثا يقضى الله تعالىٰ فيها ماشاء۔

قال الذهبى: هذا متواتر عن على فلعن الله الرافضة مااجهلهم۔

(مسند امام احمد، جلد ا: ۴۲۷۔۴۲۸، رقم ۹۲۶)، تاریخ الخلفاء، ص ۴۵)

ترجمہ: مسند امام احمد میں روایت ہے کہ حضرت مسیّب بن عبد خیر نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا:

اس امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد ہم نے ایسی چیزیں ایجاد کر لی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ جو چاہے گا فیصلہ فرمادے گا۔

امام سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں نقل کیا ہے امام ذہبی نے فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث متواتر ہے (کہ شیخین رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے بہترین اشخاص ہیں) رافضیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت وہ کیسی جہالت میں مبتلا ہیں (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں)

حدیث29: قال ابوالقاسم الطلحی فی کتاب السنة له اخبرنا ابوبکر بن مردویه قال حدثناسلیمان بن احمد حدثنا الحسن بن منصور الرمانی حدثنا دائود بن معاذ حدثنا ابو سلمة العتکی عبدالله بن عبدالرحمن عن سعید بن ابی عروبة عن منصور بن المعتمر عن علقمة قال بلغ علیاً ان اقواماً یفضلونه علیٰ ابی بکر و عمر فصعد المنبر فحمد الله واثنے علیه ثم قال ایها الناس انه بلغنے ان قوماً یفضلو علیٰ ابی بکر و عمر و لو کنت تقدمت فیه لعاقبت فیه فمن سمعة بعد هذا الیوم یقول هذا فهو مفتر علیه حد المفتری ثم قال ان خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر ثم عمر ثم الله اعلم بالخیر بعد قال و فی المجلس الحسن بن علی فقال والله لو سمی الثالث لسمے عثمان۔

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء للشاہ ولی اللہ محدث دہلوی، جلد اول، ص ۲۶۱-۲۶۲،
غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق، ص ۱۲، للعلامۃ احمد رضا بریلوی)

ترجمہ: امام ابوالقاسم طلحی اپنی کتاب "السنة" میں سند کے ساتھ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ کچھ لوگ انہیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) سے افضل بتاتے ہیں تو آپ منبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا: اے لوگو! مجھے خبر پہنچی ہے کہ بعضے لوگ مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما)

پر فضیلت دیتے ہیں اور اگر (مجھے پہلے کبھی یہ خبر مل چکی ہوتی اور) میں ممانعت کا اعلان دے چکا ہوتا (اس کے بعد آج پھر مجھے یہ خبر ملتی) تو میں اس پر سزا دیتا لہٰذا آج کے بعد اگر میں کسی سے یہ بات سنوں گا تو وہ کہنے والا مفتری ہے اس پر مفتری (بہتان تراش) کی حد ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس امت کے بہترین اشخاص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں، ان کے بعد اللہ جانے بہترین امت کون ہے۔ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس مجلس میں امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے فرمایا: اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ تیسرے شخص کا نام لیتے تو ضرور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیتے۔

حدیث30: عن ابراهيم قال ضرب علقمه هذا المنبر فقال خطبنا على على هذا المنبر فحمدالله واثنى عليه ثم ذكر ماشاء الله ان يذكر ثم قال: الا انه بلغنى ان قوم يفضلونى على ابى بكر و عمر ولو كنت تقدمت فى ذالك لعاقبت فيه و لكن اكره العقوبة قبل التقدم من قال شيئا من ذلك فهو مفتر عليه ما على المفترى، خير الناس كان بعد رسول الله ابوبكر ثم عمر ثم احدثنا بعدهم احداثا يقضى الله فيها۔

☆۔ اسنادہ صحیح۔

(السنۃ لعبداللہ بن احمد، حدیث رقم ۱۳۲۲، السنۃ لابن ابی عاصم، حدیث ۱۰۲۷)

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے منبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس منبر پر خطاب کرتے ہوئے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور پھر فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے افضل بتاتے ہیں، اگر مجھے پہلے یہ خبر مل چکی ہوتی اور میں ممانعت کا اعلان دے چکا ہوتا تو ان لوگوں کو سزا دیتا۔ لہٰذا آج کے بعد اگر کسی نے یہ بات کہی تو وہ مفتری (بہتان تراش) ہو گا اور اس پر مفتری کی حد جاری ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین انسان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اس کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد ہم نے ایسی چیزیں ایجاد کر لی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ جو چاہے گا فیصلہ فرما دے گا۔

حدیث 31: وفی کتاب الاثار لامام ابی یوسف القاضی، قال: حدثنا یوسف عن ابیه عن ابی حنیفة أن رجلا: أتی علیا رضی الله عنه فقال: مارأیت احداً خیراً منك فقال له: هل رأیت النبی صلی الله علیه وسلم قال: لا، قال: فهل: رأیت أبابکر و عمر رضی الله عنهما ؟ قال: لا، قال: لوأخبرتنی أنك رأیت النبی صلی الله علیه وسلم ضربت عنقك ولو أخبرتنی أنك رأیت أبابکر و عمر لا وجعتك عقوبة۔

(کتاب الآ ثار لامام ابی یوسف، ص۲۰۷، رقم ۹۲۴)

ترجمہ: کتاب الآ ثار میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک آدمی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے آپ سے بہتر کوئی نہیں دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا۔ کیا تو نے نبی اکرم علیہ السلام کو دیکھا ہے اس نے کہا نہیں پھر آپ نے دریافت کیا: کیا تو نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم کہتے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے (اور اس کے باوجود میرے بارے میں اس رائے کا اظہار کرتا) تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔ اور اگر تو یہ کہتا کہ میں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے (اور اس کے باوجود میرے بارے میں یہ کہتا کہ میں نے آپ سے بہتر کوئی نہیں دیکھا) تو میں تمہیں کوڑے مارتا۔

حدیث 32: اخرج ابو عمر فی الاستیعاب عن الحکم بن حجل قال قال علیٌّ لا یفضلے احد علی ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری۔

(ازالۃ الخفاء از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، جلد ۱، ص ۲۶۱)

ترجمہ: حافظ ابوعمر بن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے استیعاب میں حضرت حکم بن حجل سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جو شخص مجھے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے گا اسے مفتری کی حد (80 کوڑے) ماروں گا۔

حدیث33: واخرجه الدارقطنی و ابن عساکر عن ابن ابی لیلیٰ قال: قال علی: لا یفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص۴۵۔۴۶،الصواعق المحرقة، لابن حجر المکی،ص۶۰)

ترجمہ: امام دارقطنی اور حافظ ابن عساکر نے امام ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کسی کو میں نے دیکھا کہ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتا ہے میں اس پر مفتری (بہتان تراشی) کی حد جاری کروں گا۔

حدیث34: و عن عمار بن یاسر قال: من فضل علی ابی بکر و عمر أحداً من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فقد ازری علی المهاجرین والانصار، واثنی عشر الفا من اصحاب محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

رواه الطبرانی فی الاوسط، و فیه حازم بن جبلة ولم أعرفه و بقیة رجال ثقات۔

(مجمع الزوائد،جلد۹:۲۲،رقم ۱۴۳۶۳،تاریخ الخلفاء للسیوطی،ص۴۷)

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دی اس نے مہاجرین و انصار میں سے بارہ ہزار صحابہ کرام پر زیادتی کی۔

امام ہیثمی نے کہا: امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو معجم الاوسط میں روایت کیا ہے۔ اس روایت کی سند میں ایک راوی حازم بن جبلہ ہے جسے میں نہیں جانتا اور بقیہ تمام راوی ثقہ ہیں۔

حدیث35: و عن ابی الدرداء قال: رأنی النبی صلی الله علیه وسلم أمشی أمام ابی بکر، فقال: یا ابا الدرداء أتمشی من هو خیر منك فی الدنیا والآخرة؟ ماطلعت شمس ولاغربت علی أحد بعد النبیین والمرسلین أفضل من ابی بکر۔ خرجه المخلص الذهبی وخرجه الدارقطنی ولم یقل والمرسلین۔ قال شاه عبدالعزیز محدث دهلوی از ابوالدرداء دار قطنی بسند صحیح روایت ست۔

(الرياض النضرة، جلد۱، ص۱۱۷۔۱۱۸، الصواعق المحرقة، ص۲۵۱،
کنز العمال، جلد۱۱، ص۲۵۴)

ترجمہ: حضرت ابی الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے چلتے دیکھا تو فرمایا: تو اس شخص کے آگے چلتا ہے جو دنیا و آخرت میں تم سے بہتر ہے۔ انبیاء کرام و مرسلین عظام کے بعد کسی ایسے شخص پر سورج طلوع و غروب نہیں ہوا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔ اس حدیث کو علامہ مخلص ذھبی اور امام دار قطنی نے روایت کیا ہے اور دار قطنی نے والمرسلین کا لفظ نقل نہیں کیا۔ کنز العمال میں ہے کہ اس روایت کو ابونعیم نے حلیہ میں اور ابن النجار نے روایت کیا ہے۔ خاتم المفسرین والمحدثین علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں فرمایا: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو امام دار قطنی نے سند صحیح سے روایت کیا ہے۔

حدیث36: و خرجه السمان فی "الموافقة" عن جعفر بن محمد و قد سئل عن ابی بکر فقال: ما أقول فیه لا اقول فیه الا خیراً أوقال الا الخیر بعد حدیث حدثنیه أبی محمد قال وحدثنی ابی علی قال: حدثنی أبی الحسین قال: سمعت أبی علی بن ابی طالب یقول: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: ما طلعت شمس ولا غربت الحدیث بتمامه (علی احد بعد النبیین والمرسلین أفضل من ابی بکر) ثم قال: لا أنا لنی اللّٰه شفاعة جدی ان کنت کذبت فیما رویت لك و انی لأر جو شفاعته یوم القیام یعنی أبابکر۔

(الرياض النضرة، جلد۱، ص۱۱۸)

فارسی میں روایت: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

وابن السمان در کتاب الموافقة از امام جعفر صادق بسند صحیح روایت میکند که ایشان از والد بزرگوار خود امام باقر و ایشان والد

بزرگوار خود امام زین العابدین و ایشان از جناب سید الشہداء خاتم آل عبا سبط رسول الثقلین حضرت امام حسین رضی الله عنہم و ایشان از حضرت امیر المومنین علی کرم الله وجہہ روایت کردہ اندکہ میفر مودند کہ من از آنحضرت صلی الله علیہ وسلم شنیدم کہ آفتاب طلوع و غروب نکردہ است بعد از پیغمبران و مرسلان برکسیکہ بہتر باشد از ابوبکر۔

(تفسیر عزیزی، جلد۲، ص۲۱۳، سورئہ واللیل)

ترجمہ: امام ابن السمان نے ''الموافقہ'' میں سند صحیح کے ساتھ آئمہ اہل بیت کے طریق سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔ میں ان کے بارے میں کوئی اچھی بات ہی کہہ سکتا ہوں، کیونکہ میں نے اپنے والد محترم امام باقر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے والد محترم امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہیں ان کے والد محترم امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد محترم امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء و مرسلین کے بعد کسی ایسے شخص پر سورج طلوع ہوا نہ غروب جو کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے بہتر ہو۔ اس کے بعد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں نے روایت بیان کرنے میں غلط بیانی کی ہو تو مجھے نبی علیہ السلام کی شفاعت حاصل نہ ہو اور میں تو روزِ قیامت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شفاعت کا طلب ہوں گا۔

حدیث 37: و عن موسیٰ بن شداد قال: سمعت علیا رضی الله عنه یقول: أفضلنا ابوبکر۔

(الریاض النضرة، جلد۱، ص۱۱۹)

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن شداد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوۓ سنا: ابوبکر

(رضی اللہ عنہ) ہم سے افضل ہیں۔

حدیث38: واخرج عبدالرحمن بن حمید فی مسندہ و ابو نعیم و غیرھمامن طرق عن ابی الدرداء أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ما طلعت الشمس ولاغربت علی احد أفضل من أبی بکر، الا ان یکون النبی، وفی لفظ "ما طلعت الشمس علی احد بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص٤٦، الصواعق المحرقة لابن حجر المکی، ص٦٨)

ترجمہ: عبد بن حمید نے مسند میں اور حافظ ابونعیم وغیرہما نے کئی طرق (اسناد) سے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج کبھی کسی ایسے شخص پر طلوع و غروب نہیں ہوا جو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے افضل ہو سوائے اس کے وہ نبی ہو۔

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ انبیاء و مرسلین کے بعد ابوبکر سے افضل آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا۔

حدیث 39: و قدورد ایضا جابر، و لفظ "ما طلعت الشمس علی احدمنکم افضل منه اخرجه الطبرانی وغیرہ وله شواهد من وجوہ أخر تقضی له بالصحة أ والحسن و قد أشارا بن کثیر الی الحکم بصحة۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص٤٦، الصواعق المحرقة، ص٦٨)

ترجمہ: اور اسی طرح جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا جو اس (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے افضل ہو۔

اس حدیث کو امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے بیان کیا ہے اور دیگر وجوہ سے اس کے ایسے شواہد ہیں جو اس حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کا تقاضا کرتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے اس کے صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے۔

حدیث40: و عن جابر قال کنا عند باب النبی صلی الله علیه وسلم نفراً من

المهاجرين والانصار نتذاكر الانصار فارتفعت أصواتنا فخرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: فيم أنتم؟ فقلنا: نتذاكر الفضائل قال: فلا تقدمو على ابى بكر أحدا فانه أفضلكم فى الدنيا والآخرة۔ اخرجهماصاحب فضائله۔

(الرياض النضرة، جلد اول، ص١١٨)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مہاجرین وانصار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے پاس بیٹھے اپنے فضائل کا تذکرہ کررہے تھے۔ ہماری آوازیں بلند ہوئیں تو آپ باہر تشریف لائے اور دریافت کیا: کیا تکرار ہے؟ صحابہ نے عرض کیا۔فضائل پر باہمی تکرار تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر پر کسی کومت فضیلت دو کہ وہ دنیا اور آخرت میں تم سب سے افضل ہے۔

حدیث 41: وعن ابى الدرداء قال: رأنى رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا أمشى امام ابى بكر، فقال: لا تمش أمام من هو خير منك ان ابابكر خيرممّن طلعت عليه الشمس، أو غربت۔

رواه الطبرانى، و فيه بقية و هو مدلس، و بقية رجاله و ثقوا۔

(مجمع الزوائد، جلد٩، ص٨، رقم١٤٣١٤،

كنز العمال، جلد١١، ص٢٥٤، رقم٣٢٦١٧)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے آگے چلتے دیکھا تو ارشادفرمایا: تم اس سے آگے چلتے ہو جو تم سے بہتر ہے۔ ابوبکر بے شک ہر اس شخص سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع اور غروب ہو (سوائے انبیاء ورسل کے)

امام ہیثمی کہتے ہیں: اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔اس کی سند میں ایک راوی بقیہ ہے جو مدلس ہے اس کے علاوہ تمام راوی ثقہ ہیں۔

سوال: اس راویت کی سند میں بقیہ مدلس ہے تو اس کی بیان کردہ حدیث کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟

جواب: بقیہ بھی ثقہ ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

بقية بن الوليد بن صائد بن كعب الكلائى ابو يحمد صدوق كثير التدليس عن الضعفاء۔

(تقريب التهذيب، ص٤٦)

بقیہ بن ولید صدوق (سچا) ہے مگر ضعیف راویوں سے بہت زیادہ تدلیس کرتا ہے۔

چونکہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں اور یہی مضمون دیگر عرق سے بھی ثابت ہے اس لیے یہ روایت صحیح ہے۔

حدیث 42: و عن سلمة بن الاكوع قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "ابوبكر الصديق خير الناس الا أن يكون النبى۔" رواه الطبرانى، وفيه اسماعيل بن زياد وهو ضعيف۔

(مجمع الزوائد، جلد٩، ص٨، رقم١٤٣١٥، تاريخ الخلفاء للسيوطى، ص٤٦، الصواعق المحرقة، ص٦٩)

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوبکر صدیق سب لوگوں سے بہتر ہیں سوائے اس کے کہ کوئی نبی ہو۔ امام ہیثمی کہتے ہیں: اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی اسماعیل بن زیاد ہے جو ضعیف ہے۔

حديث 43: وعن اسعد بن زرارة قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم خطب الناس فالتفت التفاتة فلم ير أبابكر، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ابوبكر، ابوبكر ان روح القدس جبريل عليه السلام أخبرنى آنفا أن خير امتك بعدك ابوبكر الصديق۔

ورواه الطبرانى فى الاوسط و فيه ابو غزية محمد بن موسىٰ، و هو ضعيف۔

(مجمع الزوائد، جلد٩، ص٩، رقم١٤٣١٦، تاريخ الخلفاء للسيوطى، ص٤٦، الصواعق المحرقة، ص٦٩)

ترجمہ: حضرت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو دیکھا، آپ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اس دوران آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! بے شک روح القدس جبریل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ کے بعد آپ کی امت کا سب سے بہترین آدمی ابوبکر صدیق ہے۔

امام ہیثمی نے فرمایا: اس حدیث کو امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کیا ہے اور اس روایت کی سند میں ایک راوی ابوغزیہ محمد بن موسیٰ ہے جو ضعیف ہے۔

حدیث44: اخرج الحاکم فی الکنی وابن عدی فی الکامل والخطیب فی تاریخه عن ابی هریرة أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال أبوبکر و عمر خیر الاولین والآخرین و خیر أهل السماء و خیر أهل الارض الا النبیین والمرسلین۔

(الصواعق المحرقة، ص٧٦، ٢٥١-٢٥٢، کنز العمال، جلد١١، ص٢٥٦، رقم٣٢٦٤٢، النبراس العلامة محمد عبدالعزیز الفرهاروی، ص٢٩٩)

ترجمہ: امام حاکم نے الکنی میں، ابن عدی نے الکامل میں اور خطیب بغدادی نے تاریخ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) انبیاء و مرسلین کو چھوڑ کر اولین و آخرین اور آسمانوں اور زمین میں رہنے والے تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔

حدیث45: واخرج عن ابی حصین قال: ماولد لآدم فی ذریته بعد النبیین والمرسلین أفضل من ابی بکر ولقد قام ابی بکر یوم الردة مقام نبی من الانبیاء۔ اخرجه البغوی۔

(الصواعق المحرقة، ص٨٥، ازالة الخلفاء للشاه ولی الله محدث دهلوی، جلد١، ص١٣٩)

ترجمہ: حضرت ابی حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انبیاء و مرسلین کے بعد اولاد آدم میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے افضل آدمی پیدا نہیں ہوا۔ فتنہ ارتداد کے موقعہ پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک نبی کے مقام پر کھڑے تھے (آپ نے وہ کام کیا جو ایک نبی کرتا)۔

حدیث46: اخرجه الترمذی حدثنا سلمة بن شبیب حدثنا المقری عن حیوة بن شریح عن بکر بن عمرو عن مشرح بن هاعان عن عقبة بن عامر قال، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب قال هذا حدیث حسن غریب لانعرفه الا من حدیث مشرح بن هاعان۔ و رواه الحاکم و قال الحاکم هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه۔

(الجامع الصحیح سنن ترمذی، جلد۲، ص۸۲۷، رقم۳۶۱۹، الریاض النضرة، جلد۱، ص۲۴۷، المستدرک الحاکم، جلد٤، ص۱۸۵، رقم٦٦٩٥)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔امام ابو عیسیٰ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اسے نہیں جانتے سوائے مشرح بن ھاعان کی حدیث سے۔اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور فرمایا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن بخاری و مسلم نے اسے نقل نہیں کیا۔

حدیث47: والطبرانی عن عصمة بن مالك قال، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب۔وقال الهیثمی: رواه الطبرانی، وفیه الفضل بن المختار و هو ضعیف۔

(الصواعق المحرقة لابن حجر المکی، ص۹٦، مجمع الزوائد، جل۹، ص٤۲، رقم۱٤٤۳۳)

ترجمہ: حضرت عصمۃ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔

امام ہیثمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو طبرانی نے (''معجم کبیر'' میں) روایت کیا ہے۔اس کی سند میں ایک راوی الفضل بن مختار ہے جو ضعیف ہے۔

حدیث48: و عن ابی سعید الخدری، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لو کان الله باعثاً رسولاً بعدی لبعث عمر بن الخطاب۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط، و فیه عبدالمنعم بن بشیر و هو ضعیف۔

(مجمع الزوائد، جلد۹، ص۴۲، رقم ۱۴۴۳۴)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ میرے بعد کوئی رسول مبعوث کرتا تو عمر بن خطاب مبعوث ہوتے۔

حدیث 49: اخرجه فی مسند الامام احمد بن حنبل حدثنا عبدالله ثنا ابی ثنا ابو داؤد و عمر بن سعد ثنا بدر بن عثمان عن عبیدالله بن مروان عن ابی عائشة عن ابن عمر قال خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات غداة بعد طلوع الشمس فقال رأیت قبیل الفجر کانی أعطیت المقالید والموازین فاما المقالید فهذه المفاتیح وأما الموازین فهی التی تزنون بها فوضعت فی کفة و وضعت أمتی فی کفة فوزنت بهم فرجحت ثم جیء بابی بکر فوزن بهم فوزن ثم جیء بعمر فوزن فوزن ثم جیء بعثمان فوزن بهم ثم رفعت۔ ورواه ابن ابی شیبة۔ وفی روایته ابن ابی شیبة ثم جی عثمان فرجح ثم رفعت۔ قال الهیثمی: رواه احمد والطبرانی و رجالة ثقات۔

(مسند امام احمد بن حنبل، جلد۲، ص۷۶، مسند امام احمد بن حنبل مترجم، جلد۳، ص۲۴۵۔۲۴۶، رقم۵۴۶۹، مصنف ابن ابی شیبة، جلد۷، ص۴۷۶ و ۲۳۵، الریاض النضرة، جلد۱، ص۵۳۔۵۴، مجمع الزوائد، جلد۹، ص۲۸، رقم۱۴۳۸۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع آفتاب کے بعد ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا، آج میں نے نماز فجر سے کچھ ہی دیر قبل ایک خواب دیکھا جس میں مجھے مقالید اور موازین دیئے گئے۔ مقالید سے مراد تو یہ چابیاں ہیں اور موازین سے مراد ترازو ہیں جن سے تم وزن کرتے ہو۔ پھر ایک پلڑے میں مجھے رکھا گیا

اور دوسرے پلڑے میں میری امت کو......تو میں امت سے بھاری رہا اور میرا پلڑا جھک گیا۔ پھر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو لایا گیا اور ان کا وزن کیا گیا تو وہ بھی میری امت سے بھاری رہے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کو لاکر ان کا وزن کیا گیا تو وہ بھی امت سے وزنی نکلے۔ پھر عثمان (رضی اللہ عنہ) کو لایا گیا اور ان کا وزن کیا گیا تو وہ بھی امت سے بھاری نکلے۔ اس کے بعد ترازو اٹھالیا گیا۔ اسے ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ہیثمی نے فرمایا: اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

حدیث50: اخرجه فی المسند الامام احمد ثنا الهذیل بن میمون الکوفی کان یجلس فی المسجد المدینة یعنی مدینة ابی جعفر قال عبدالله هذا شیخ قدیم کوفی عن مطرح بن یزید عن عبیدالله بن زحر عن علی بن یزید عن القاسم عن ابی امامة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم دخلت الجنة فسمعت فیها خشفة بین یدی فقلت ماهذا قال بلال قال فمضیت فاذا اکثر اهل الجنة فقراء المهاجرین و ذراری المسلمین ولم اراحداً اقل من الاغنیاء والنساء قیل لی اما الا غنیاء فهم هاهنا بالباب یحاسبون و یمحصون واما النساء فالها هن الاحمران الذهب والحریر قال ثم خرجنا من احد ابواب الجنة الثمانیة فلما کنت عندالباب اتیت بکفة فوضعت فیها و وضعت امتی فی کفة فرجحت بها ثم اتی بابی بکر رضی الله عنه فوضع فی کفة و جیءَ بجمیع امتی فی کفة فوضعوا فرجح ابوبکر رضی الله عنه و جیء بعمر فوضع فی کفة وجیءَ بجمیع اُمتی فوضعوا فرجح عمر رضی الله عنه۔ الحدیث قال الهیثمی: رواه احمد والطبرانی بنحوه باختصار، و فیها مطرح بن زیاد و علی بن یزید الهانی و کلاهما مجمع علی ضعفه۔

(مسند امام احمد، جلد٥، ص٢٥٩، مسند امام احمد مترجم، جلد١٠، ص٤١٨۔٤١٩، رقم٢٢٥٨٧، مجمع الزوائد، جلد٩، ص٢٨، رقم١٤٣٨٧)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا تو اپنے سے آگے کسی کے جوتوں کی آہٹ سنائی دی، میں نے دریافت کیا، یہ کون ہے؟ تو جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ بلال ہیں، میں آگے چل پڑا تو دیکھا کہ جنت میں اکثریت مہاجرین فقراُ اور مسلمانوں کے بچوں کی ہے اور میں نے وہاں مالداروں اور عورتوں سے زیادہ کم تعداد کسی طبقے کی نہیں دیکھی اور مجھے بتایا گیا کہ مالدار تو یہاں جنت کے دروازے کھڑے ہیں جہاں ان سے حساب کتاب اور جانچ پڑتال کی جارہی ہے اور خواتین کو سونے اور ریشم نے ہی غفلت میں ڈالے رکھا۔

پھر ہم جنت کے آٹھ میں سے کسی ایک دروازے سے نکل کر باہر آ گئے۔ ابھی میں دروازے پر ہی تھا کہ ایک ترازو لایا گیا جس کے ایک پلڑے میں مجھے رکھا گیا اور دوسرے میں میری ساری امت کو تو میرا پلڑا جھک گیا۔ پھر ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو لا کر ایک پلڑے میں رکھا گیا اور ساری امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کا پلڑا جھک گیا۔ پھر عمر (رضی اللہ عنہ) کو لا کر ایک پلڑے میں رکھا گیا اور ساری امت کو دوسرے پلڑے میں تو عمر (رضی اللہ عنہ) کا پلڑا جھک گیا۔

امام ھیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اسے احمد نے روایت کیا ہے اور طبرانی اسی طرح اختصار سے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں مطرح بن زیاد اور علی بن یزید ہیں اور ان دونوں کے ضعیف ہونے پر محدثین کو اتفاق ہے۔

نوٹ: امام ھیثمی علیہ الرحمۃ نے مطرح بن زیاد لکھا ہے صحیح مطرح بن یزید ہے۔ مطرح بن یزید اور علی بن یزید کو محدثین نے ضعیف کہا ہے اس کے علاوہ ان پر کوئی سخت جرح نہیں ہے شواہد میں ان کی روایت کردہ حدیث قابل استدلال ہے۔

حدیث 51: اخرجه ابو داؤد حدثنا محمد بن المثنى ثنا محمد بن عبدالله الانصاری ثنا الاشعث عن الحسن عن ابی بکرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال ذات یوم من

رای منکم رویا فقال رجل انا رایت کان میزانا نزل من السمآء فوزنت انت و ابوبکر فرجحت انت بابی بکر و وزن ابوبکر و عمر فرجح ابوبکر و وزن عمر و عثمان فرجح عمر ثم رفع المیزان فراینا الکراهیة فی وجه رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

اخرجه ابو داؤد حدثنا موسی بن اسمعیل ثنا حماد عن علی بن زید عن عبدالرحمن بن ابی بکرة عن ابیه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال ذات یوم ایکم رای رویا فذکر معناه ولم یذکر الکراهیة فاستاء لها رسول الله صلی الله علیه وسلم یعنی فساه ذلك فقال خلافة نبوة ثم یوتی الله الملك ذلك و رواه ابن ابی شیبة

(سنن ابی دائود، جلد۳، ص۴۴۳۔۴۴۴، مصنف بن ابی شیبة، جلد۷، ص۲۳۵، کتاب الایمان والرویاء)

ترجمہ: امام ابوداؤد نے حضرت حسن کے طریق سے ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا: تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ ایک آدمی عرض گزار ہوا کہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک ترازو آسمان سے اتری ہے تو اس میں آپ کو اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تولا گیا تو آپ حضرت ابوبکر سے بھاری نکلے اور پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو تولا گیا تو حضرت ابوبکر وزنی نکلے اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کو تولا گیا تو حضرت عمر وزنی نکلے پھر ترازو اٹھا لی گئی۔ پس ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے۔

امام ابوداؤد کی دوسری روایت جو عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے ہے وہ اپنے والد ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا: تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے پھر معناً مذکورہ حدیث بیان کی مگر اس میں کراہت کے الفاظ نہیں ہیں، ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند نہ فرمایا اور فرمایا: یہ خلافت نبوت ہے اور اس کے بعد اللہ جس کو چاہے گا بادشاہی دے گا۔ اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے۔

حدیث52: اخرجه الحاکم فی المستدرك حدثنا ابوالعباس محمد بن یعقوب حدثنا حمید بن عیاش الرملی حدثنا المومل بن اسماعیل حدثنا حماد بن سلمة عن سعید بن جمهان عن سفینة مولی ام سلمة رضی الله عنها قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا صلی الصبح ثم اقبل علی اصحابه فقال: ایکم رای اللیلة رؤیا قال فصلی ذات یوم فقال: ایکم رای رؤیا: فقال رجل: انا رایت یا رسول الله کان میزاناً دلی به من السماء فوضعت فی کفة ووضع ابوبکر من کفة اخری، فرجحت بابی بکر، فرفعت و ترك ابوبکر مکانه فجیء بعمر بن الخطاب فوضع فی الکفة الاخری، فرجح به ابوبکر، فرفع ابوبکر، و جیء بعثمان فوضع فی الکفة الاخری، فرجح عمر بعثمان، ثم رفع عمر و عثمان و رفع المیزان قال فتغیر وجه رسول الله صلی الله علیه وسلم، ثم قال: خلافة النبوة ثلاثون عاماً ثم تکون ملکاً قال سعید بن جمهان: فقال لی سفینة: امسك سنتی ابی بکر، و عشر عمر، واثنتی عشرة عثمان و ست علی رضی الله عنهم اجمعین و قد اسندت هذه الروایات باسناد صحیح مرفوعا الی النبی صلی الله علیه وسلم۔

(المستدرك علی الصحیحین، جلد٤، ص١٦١-١٦٢، رقم٤٤٣٨)

ترجمہ: امام حاکم نے سعید بن جمہان سے روایت کی ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ مولیٰ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب آپ صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو صحابہ کرام کی جانب متوجہ ہوکر ان سے استفسار کرتے کہ تم میں سے کسی نے رات کو کوئی خواب دیکھا ہے؟ اسی طرح ایک دن نماز کے بعد آپ نے فرمایا: تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ تو ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے دیکھا ہے گویا کہ ایک ترازو آسمان سے اتاری گئی اس کے ایک پلڑے میں آپ کو اور دوسرے میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو رکھا گیا تو آپ کا پلڑا بھاری رہا۔ پھر آپ کو اتار گیا اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اسی پلڑے میں بیٹھے رہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لایا گیا اور ان کو دوسرے پلڑے میں بٹھایا گیا تو

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری رہا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اتار دیا گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لا کر اس پلڑے میں بٹھایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری رہا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دونوں کو ترازو سے اتار دیا گیا اور وہ ترازو اٹھالیا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک (یہ خواب سن کر) متغیر ہو گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبوت کی خلافت تیس سال تک ہوگی پھر اس کے بعد بادشاہی شروع ہو جائے گی۔

حضرت سعید بن جمہان کہتے ہیں: مجھے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: دو سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اور دس برس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور بارہ برس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت اور چھ برس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے۔ (یہ سب تیس برس ہوئے)

تبصرہ: حدیث 45 جو صحیح الاسناد ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خود خواب دیکھنے کا ذکر ہے اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا تمام امت سے بھاری ہونا مذکور ہے۔ حدیث 46 کے مطابق بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کا تمام امت سے بھاری ہونا خود ملاحظہ/ مشاہدہ فرمایا: حدیث 47 اور 48 میں جو خواب مذکور ہے اسے ایک امتی نے دیکھا اور اسے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کیا تو اب یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب ہی افضل و اعلیٰ ہے۔

علامہ محب الدین الطبری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

انه صلى الله عليه وسلم أخبر أنه رأى موازنتهم بالامة فكان حمل هذا المطلق على ذلك المقيد أولى من اعتقاد موازنة أخرى موافقة لرؤيا الرجل التى لم يخبر عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم عن نفسه۔

(الرياض النضرة، جلد١، ص٥٤-٥٥)

یہ احادیث جو ہم نے نقل کی ہیں ان میں بھاری ہونے سے مراد قوت ایمانی میں بھاری ہونا ہے۔

حدیث 53: اخرجه الحاكم اخبرني ابوبكر محمد بن احمد المزكي بمرو ثنا عبدالله

بن روح المداینی ثنا شبابة بن سوار ثنا شعیب بن میمون عن حصین بن عبدالرحمن عن الشعبی عن ابی وائل قال: قیل لعلی بن ابی طالب رضی الله عنه: الا تستخلف علینا؟ قال: ما استخلف رسول الله صلی الله علیه وسلم فاستخلف و لکن ان یرد الله بالناس خیراً فسیجمعهم بعدی علی خیرهم، کما جمعهم بعد نبیهم علی خیرهم۔ هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه۔ قال الذهبی: صحیح۔ و نقله محب الطبری وقال خرجه ابن السمان فی "الموافقة" ولفظه فقال: ان یعلم الله فیکم خیراً استعمل علیکم خیرکم فعل الله خیراً فاستعمل علینا ابوبکر۔ و قال الهیثمی: رواه البزار، و رجاله رجال الصحیح غیر اسماعیل بن ابی الحارث و هو ثقة۔

(المستدرک الحاکم مع التخلیص، جلد۳:۷۹، المستدرک الحاکم مترجم، جلد٤:۱۷٤، رقم٤٤٦۷، الریاض النضرة، جلد۱، ص۱۱۹، رقم۲۷٤، مجمع الزوائد، جلد۹، ص۱۳۔۱٤، رقم۱٤۳۳٤)

ترجمہ: حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا، آپ ہمارے لیے اپنا جانشین نامزد کیوں نہیں کرتے، آپ نے جواب میں فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنا جانشین نامزد نہیں کیا تو میں اپنا خلیفہ کیسے نامزد کر سکتا ہوں، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا تو میرے بعد ان کو کسی سب سے بہتر شخص متفق فرمادے گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس نے لوگوں کو سب سے اچھے انسان (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) پر جمع کر دیا تھا۔

امام ابوعبداللہ الحاکم نیشاپوری نے فرمایا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ امام ذہبی نے تلخیص المستدرک میں فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔ اسی حدیث کو علامہ محبّ الطبری نے ابن السمان کی کتاب ''موافقہ'' سے نقل کیا ہے۔ امام ہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' میں فرمایا اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے اسماعیل بن ابی حارث کے وہ بھی ثقہ ہے۔

حدیث54: اخرج ابو عمرو فی الاستیعاب عن ابن مسعود اجعلوا امامکم افضلکم فان رسول الله صلی الله علیه وسلم جعل ابابکر امامهم۔

(الاستیعاب۔ ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفأ، جلد۱، ص۲۸۳)

ترجمہ: امام ابوعمرو بن عبدالبر علیہ الرحمۃ نے ''استیعاب'' میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ (انہوں نے فرمایا، اے لوگو) اپنا امام (نماز میں) اس شخص کو بناؤ جو تم سب سے افضل ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کا امام (نماز میں) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا (جو سب سے افضل تھے)

حدیث55: اخرجه البخاری حدثنی عبدالله بن محمد حدثنا ابو عامر حدثنا فلیح حدثنی سالم ابو النضر عن بسر بن سعید عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال خطب رسول الله صلی الله علیه وسلم الناس وقال ان الله خیر عبدا بین الدنیا و بین ما عنده فاختا رذلك العبد ما عندالله قال فبکیٰ ابوبکر فعجبنا لبکائهٖ ان یخبر رسول الله صلی الله علیه وسلم عن عبد خیر فکان رسول الله صلی الله علیه وسلم هو المخیر و کان ابوبکر اعلمنا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان من امن الناس علی فی صحبته وماله ابابکر و لو کنت متخذا خلیلا غیر ربی لا تخذت ابابکر و لکن اخوة الاسلام و مودته لا یبقین فی المسجد باب الاسد الاباب ابی بکر۔

رواه المسلم والترمذی و لفظه المسلم والترمذی لا تبقین فی المسجد خوخة الا خوخة ابی بکر۔ و قال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح۔

(الجامع الصحیح للبخاری، جلد۲:۳۹۵، صحیح مسلم، جلد۳:۲۹۵، رقم۶۰٤٦، الجامع الصحیح سنن ترمذی، جلد۲:۸۱۸، رقم۳۵۹۳)

ترجمہ: صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے

ایک بندے کو اختیار دیا کہ جو کچھ دنیا میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ان دونوں میں سے ایک کو پسند کرے۔ پس اس بندے نے اسے پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) رونے لگے۔ ہمیں ان کے رونے پر تعجب آیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی شخص کے متعلق خبر دے رہے تھے کہ اسے اختیار دیا گیا ہے۔ جب ہمیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو خود اپنے اختیار کے متعلق فرمایا تھا تو ہم پر واضح ہو گیا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ علم والے ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اپنی صحبت اور اپنے مال کے ساتھ سب سے زیادہ احسان مجھ پر ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے کیا ہے۔ اگر میں خدا کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو بے شک وہ ابو بکر ہوتے۔ لیکن اسلامی اخوت اور دوستی کا رشتہ تو موجود ہے۔ آئندہ مسجد میں کسی کا دروازہ کھلا نہ رکھا جائے سوائے دروازہ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے۔

اس حدیث کو مسلم اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور ان کی بیان کردہ روایت کے آخری الفاظ ہیں: ''اور مسجد کی طرف حضرت ابو بکر کی کھڑکی کے سوا کسی کی کھڑکی کھلی نہ رکھی جائے۔'' امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حدیث 56: اخرجه الترمذی حدثنا محمد بن عبدالملك بن ابی الشوارب حدثنا ابو عوانة عن عبدالملك بن عمير عن ابن ابی المعلی عن ابيه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم خطب يوما فقال ان رجلا خيره ربه بين أن يعيش فی الدنيا ماشاء أن يعيش وياكل فی الدنيا ماشاء ان ياكل و بين لقاء ربه فاختار لقاء ربه قال فبكی ابوبكر فقال اصحاب النبی صلی الله عليه وسلم ألا تعجبون من هذا الشيخ اذ ذكر رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم رجلا صالحاً خيره ربه بين الدنيا و بين لقاء ربه فاختار لقاء ربه قال فكان ابوبكر اعلمهم بما قال رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال ابوبكر بل نفديك بآبائنا و اموالنا فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم مامن الناس

أحداً أمن الينا فی صحبته و ذات یده من ابن ابی قحافة ولو کنت متخذا خلیلاً لاتخذت ابن ابی قحافة خلیلا و لکن ودواخاء ایمان ودواخاء ایمان مرتین او ثلاثا وان صاحبکم خلیل الله و فی الباب عن ابی سعید و هذا حدیث حسن غریب۔

(سنن الترمذی، جلد۲، ۸۱۷، رقم ۳۵۹۲)

ترجمہ: ترمذی میں حضرت ابی المعلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو اختیار دیا ہے کہ جب تک چاہے دنیا میں رہ کر جو چاہے کھائے یا اپنے رب کے پاس آ جائے تو اس نے اپنے رب سے جا ملنے کو پسند کیا۔ راوی بیان کرتا ہے (یہ سن کر) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) رو پڑے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے ایک دوسرے سے کہا، تمہیں اس شیخ پر تعجب نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک نیک آدمی کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا میں رہنے یا اپنے رب سے ملاقات کرنے کا اختیار دیا تو اس نے اپنے رب سے ملاقات کو ترجیح دی۔ حضرت ابی المعلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی حقیقت کا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زیادہ علم رکھتے تھے۔ چنانچہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا، ہمارے ماں باپ اور مال آپ پر فدا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم پر جان و مال کے ذریعے ابوقحافہ کے بیٹے سے زیادہ کسی نے احسان نہیں کیا اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابن ابی قحافہ کو بناتا لیکن مجھے ان سے محبت اور اخوت ایمانی ہے۔ آپ نے یہ بات دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمائی اور فرمایا: تمہارا ساتھی تو اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے۔

اس باب میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت مذکور ہے اور یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حدیث 57: اخرجه ابن حبان اخبرنا الحسین بن محمد بن ابی معشر حدثنا عبدالله بن الصباح العطار حدثنا معتمر بن سلیمان عن عبیدالله بن عمر عن سالم بن عبدالله عن ابیه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم رأیت کانی اعطیت عساً

مملوالبنا فشربت منه حتی تملات فرايتها تجری فی عروقی بين الجلد واللحم ففضلت منها فضلة فاعطيتها ابابکر قالوا: يا رسول الله صلی الله عليه وسلم هذا علم اعطاکه الله حتی اذا تملات منه فضلت فضلة فاعطيتها ابابکر فقال: قداصبتم۔

(الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان، جلد ۱۰، ص ۳، رقم ۶۸۱۵،

الرياض النضرة، جلد ۱، ص ۱۳۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا، مجھے دودھ سے بھرا پیالا پیش کیا گیا، میں نے اس سے اتنا پیا کہ پیٹ بھر گیا اور تمام جسم میں دودھ دوڑنے لگا جو دودھ بچ گیا وہ میں نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو دے دیا۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس سے مراد علم ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا اور آپ نے اپنا بچا ہوا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو دے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم درست سمجھے ہو۔

نوٹ: امام ھیثمی نے انہی الفاظ کے ساتھ یہ روایت طبرانی کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کی ہے مگر ابن حبان کی روایت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے ممکن ہے کہ خواب کا واقعہ دو دفعہ پیش آیا ہے جیسا کہ الریاض النضرہ میں ہے۔

حدیث 58: اخرجه البخاری حدثنا محمد بن الصلت ابو جعفر الکوفی حدثنا ابن المبارك عن يونس عن الزهری قال اخبرنی حمزة (بن عبدالله بن عمر) عن ابيه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال بينا انانائم شربت يعنی اللبن حتی انظر الی الری يجری فی ظفری او فی اظفاری ثم ناولت عمر فقالوا فما اولته قال: العلم۔

ورواه المسلم و ابن سعد و ابن ابی شيبة و ابن حبان والدارمی والنسائی والترمذی و قال الترمذی فی الباب عن ابی هريرة و ابی بکرة و ابن عباس و عبدالله بن سلام و خزيمة والطفيل بن سخبرة و ابی امامة و جابر قال حديث ابن عمر حديث صيح۔

(الجامع الصحيح البخاری، جلد ۲، ص ۵۰۶، مناقب عمر، صحيح مسلم، جلد ۳،

ص ۳۰۱، رقم ۶۰۶۳، الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد۲، ص۴۱۸، مصنف ابن ابی شیبہ، جلد۷، ص۲۳۹، صحیح ابن حبان، جلد ۱۰، ص۱۶، رقم ۶۸۳۹، سنن الدارمی، جلد۲، ص۵۲، رقم ۲۱۶۰، فضائل الصحابۃ للنسائی، ص۹، رقم ۲۲، الجامع الصحیح سنن الترمذی، جلد۲، ص۱۸۵، رقم ۲۲۰۹)

ترجمہ: صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میں سو رہا تھا کہ دوران خواب میں، میں نے اتنا دودھ پیا جس کی تازگی میرے ناخنوں سے ظاہر ہونے لگی، پھر بچا ہوا دودھ میں نے عمر (رضی اللہ عنہ) کو دے دیا۔ صحابہ کرام عرض گزار ہوئے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ فرمایا: علم مراد ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم، ابن سعد ابن ابی شیبہ، ابن حبان، دارمی، نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں اس باب میں حضرت ابو ہریرہ، ابی بکرہ، ابن عباس، عبداللہ بن سلام، خزیمہ، طفیل بن سخبرہ، ابی امامہ اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث 59: اخرجه الحاكم عن الاعمش عن ابی وائل عن عبدالله قال لو وضع علم عمر كفة ميزان ووضع علم الناس فی كفة لرجح علم عمر قال الذهبی (خ م)

(المستدرك علىٰ الصحيحين، جلد٤، ص١٨٥-١٨٦، رقم٤٤٩٧، المستدرك على الصحيحين مع تلخيص، جلد٣، ص٨٦)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں تمام لوگوں کا علم رکھ دیا جائے تب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری رہے گا۔

امام ذہبی نے فرمایا، یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

حدیث 60: اخرجه ابن سعد اخبرنا أبو معاوية الضرير، اخبرنا الاعمش عن شقيق قال: قال عبدالله بن مسعود لو وضع علم احياء العرب فی كفة و علم عمر كفه لرجح بهم

علم عمر۔ قال ابو معاویة: فقال الاعمش فحدثت بھذا الحدیث ابراھیم، فقال قال عبداللہ! ان کنا لنحسب عمر قد ذھب بتسعه اعشار العلم۔

قال السیوطی: اخرجه الطبرانی فی الکبیر والحاکم

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد۲، ص۴۱۹،

تاریخ الخلفأ للسیوطی، ص۱۲۱)

ترجمہ: حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر عرب کے زندہ لوگوں کا علم ایک پلڑے میں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا علم دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے علم کا پلڑا جھک جائے گا۔ امام اعمش کہتے ہیں، امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے علم کا حساب لگائیں تو علم کے دس حصوں میں سے نو حصے علم آپ کو دیا گیا ہے۔
امام سیوطی نے فرمایا: اس حدیث کو امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔

حدیث 61: اخرجه ابن سعد أخبرنا ابو معاویة الضریر عن الاعمش عن شمر قال: قال حذیفة لکان علم الناس کان مدسوسا فی جحر مع عمر۔ و رواہ ابن ابی شیبة۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد۲:۴۱۹، تاریخ الخلفأ للسیوطی، ص۱۲۰،

مصنف ابن بی شیبة، جلد۷، ص۴۸۶)

ترجمہ: حضرت شمر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: بے شک تمام لوگوں کا علم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک ناخن کے گوشت کے نیچے پوشیدہ ہے۔

حدیث 62: اخرجه ابو عمرو عنه (ابن مسعود) انه قال: لان اجلس مع عمر ساعة خیر عندی من عبادة سنة۔

(ازلالة الخلفأ، جلد اول، ص۲۸۳)

ترجمہ: علامہ ابوعمرو ابن عبدالبر علیہ الرحمۃ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت

بیان کی ہے کہ آپ فرماتے ہیں میرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں ایک گھڑی بیٹھنا میرے نزدیک ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

حدیث63: و قال ابن مسعود رضی الله عنه اذا ذکر الصالحون فحیهلا بعمر ان عمر کان اعلمنا بکتاب الله، وافقهنا فی دین الله تعالیٰ۔ اخرجه الطبرانی والحاکم۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص ۱۲۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب صالحین کا ذکر کیا جائے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ضرور کرنا چاہیے۔ بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کے عالم اور اللہ تعالیٰ کے دین کے سب سے بڑے فقیہ تھے۔ اس حدیث کو امام طبرانی اور امام حاکم نے روایت کیا ہے۔

حدیث64: اخرجه ابن ابی شیبة حدثنا حسین بن علی عن زائدہ عن عبدالملك عن زید بن وهب قال: قال عبدالله: ما أظن اهل بیت من المسلمین لم یدخل علیهم حزن عمر یوم أصیب عمر الا أهل بیت سوء ان عمر کان اعلمنا بالله واقرأنا لکتاب الله وأفقهنا فی دین الله۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۷، ص ۴۸۰، کتاب الفضائل، ماذکر فی فضل عمر بن الخطاب)

ترجمہ: حضرت زید بن وهب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ مسلمانوں کے گھرانوں میں کوئی گھر ایسا نہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر غمگین نہ ہو ماسوائے کسی بے دین گھر کے، بے شک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے، اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) کے سب سے بڑے قاری اور اللہ کے دین کے سب سے بڑے فقیہ تھے۔

حدیث65: اخرجه ابن ابی شیبة حدثنا حسین بن علی عن عبدالملك و حدثنی قبیصة بن جابر قال: مارایت رجلاً أعلم بالله ولا أقرأ لکتاب الله ولا أفقه فی دین الله

من عمر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۷، ص ۴۸۰)

ترجمہ: حضرت قبیصہ بن جابر تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ اللہ کی معرفت رکھنے والا، اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کا پڑھنے والا اور اللہ کے دین کی سمجھ رکھنے والا نہیں دیکھا۔

حدیث66: اخرجه ابن سعد قال: حدثنا سفیان عن عیینة قال: سمعت جعفر بن محمد یخبر عن ابیه لعله ان شاء الله عن جابر أن علی دخل علی عمر و هو مسجی فقال له کلاماً حسناً ثم قال: ما علی الارض أحد ألقی الله بصحیفته أحب الی من هذا المسجی بینکم۔

(الطبقات الکبریٰ، جلد ۳، ص ۱۹۸)

ترجمہ: حضرت امام جعفر اپنے والد امام محمد باقر سے اور وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ (شہادت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جو چادر سے ڈھکے ہوئے تھے، انہوں نے ان کے لیے اچھی بات کہی، پھر فرمایا: کہ روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہیں کہ مجھے اللہ سے اس کے نامۂ اعمال کے ساتھ ملنا اس سے زیادہ پسند ہو جتنا تمہارے درمیان چادر سے ڈھکے ہوئے انسان کے نامہ اعمال کے ساتھ (یعنی ان کا نامہ اعمال اتنا اچھا ہے کہ میں ان جیسے نامہ اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند کرتا ہوں اور کسی کے نامہ اعمال کو اتنا پسند نہیں کرتا)

حدیث67: اخرجه ابن سعد قال: اخبرنا محمد بن عمر قال: حدثنی قیس بن الربیع عن قیس بن مسلم عن ابن الحنفیة قال: دخل أبی علیٰ عمر و هو مسجی بالثوب فقال: ما أحد من الناس أحب الی أن القی الله بما فی بصحیفته من هذا المسجی۔ ورواه الامام ابی یوسف القاضی فی کتاب الآثار عن ابی حنیفة عن ابو جعفر محمد بن علی

عن علی بن ابی طالب الحدیث۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد۳، ص۱۹۹، کتاب الآثار لامام ابی یوسف القاضی، ص۲۱۵، رقم۹۵۲)

ترجمہ: حضرت ابن الحنیفہ یعنی امام محمد بن علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جو چادر سے ڈھکے ہوئے تھے، پھر انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس چادر پوش سے زیادہ کوئی محبوب نہیں کہ میں اس کے (اس جیسے) نامہ اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملوں۔ امام ابویوسف نے اس حدیث کو بطریق امام ابوحنیفہ عن امام باقر اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

حدیث68: اخرجه الحاکم حدثنا ابوبکر بن اسحاق الفقیه و علی بن حمشاد العدل قالا: حدثنا بشر بن موسیٰ، حدثنا الحمیدی حدثنا سفیان قال: سمعت یحییٰ بن سعید یحدث عن سعید بن المسیب، قال: قالت عائشة رضی الله عنها: رایت کان ثلاثة اقمار سقطت فی حجرتی، فسالت ابابکر رضی الله عنه فقال: یا عائشه ان تصدق رویاك یدفن فی بیتك خیر اهل الارض ثلاثة. فلما قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم ودفن، قال لی ابوبکر: یا عائشه هذا خیر اقمارك وهو احدها۔

هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه و قد کتبناه من حدیث انس بن مالك مسندا. قال الذهبی: (خ م)

(المستدرك علیٰ الصحیحین، جلد٤، ص١٤٣، رقم٤٤٠٠، المستدرك علی الصحیحین مع التلخیص، جلد٣، ص٦٠)

ترجمہ: امام حاکم روایت فرماتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے خواب دیکھا کہ تین چاند میرے حجرے میں آن گرے ہیں، میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس کی تعبیر دریافت کی تو انہوں نے بتایا: عائشہ! اگر تیرا خواب سچا ہوگیا تو تیرے حجرے میں

تین آدمی جو روئے زمین میں سب سے افضل ہوں گے دفن ہوں گے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور ان کو (میرے حجرے میں) دفن کر دیا گیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ تیرے ان چاندوں میں سے سب سے افضل چاند ہے اور یہ انہی میں سے ایک ہے۔

امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن انہوں نے اسے روایت نہیں کیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسے مرفوع بیان کیا ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، یہ حدیث امام بخاری و امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

حدیث69: اخرجه الحاکم حدثنا علی بن حمشاد حدثنا جنید بن حکیم الدقاق حدثنا موسیٰ بن عبدالله السلمی حدثنا عمر بن حماد بن سعید الابح عن ابن ابی عروبة عن قتادہ عن انس رضی الله عنه قال: کان النبی صلی الله علیه وسلم یعجبه الرویا قال: هل رای احدمنکم رویا الیوم؟ قالت عائشه رضی الله عنها رایت کان ثلاثه اقمار سقطن فی حجرتی، فقال لها النبی صلی الله علیه وسلم: ان صدقت رُؤیاك دفن فی بیتك ثلاثة هم افضل او خیر اهل الارض، فلما توفی النبی صلی الله علیه وسلم و دفن فی بیتها، قال لها ابوبکر رضی الله عنه: هذا احد اقمارك و هو خیرها، ثم توفی ابوبکر و عمر فدفنا فی بیتها۔

قال الذهبی: هو من روایة عمر بن حماد بن سعید الاربغ احد الضعفاء تفرد به عنه موسی بن عبدالله اسلمی لا ادری من هو۔

(المستدرك علیٰ الصحیحین مترجم، جلد٤، ص٦١، رقم ٤٦٦٠١،
المستدرك علی الصحیحین مع تلخیص، جلد٣، ص٦١)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوابوں کو بہت

پسند کرتے تھے۔آپ دریافت کیا کرتے تھے کہ آج تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میں نے خواب دیکھا کہ میرے حجرے میں تین چاند آ گرے ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تیرا خواب سچا ہوا تو تیرے حجرے میں تین آدمی دفن ہوں گے جو تمام اہل زمین میں سے افضل و بہترین ہوں گے۔جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور ان کو میرے حجرے میں دفن کیا گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: یہ تیرے ان چاندوں میں سے ایک ہے اور یہ ان سب سے افضل ہیں۔پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بعداز وفات اسی حجرے میں دفن کئے گئے۔

حدیث70: اخرجه فی المسند الامام احمد حدثنا عبدالله حدثنی أبی ثنا عبدالرحمن عن سفیان عن ابی هاشم القاسم بن کثیر عن قیس الخارفی قال سمعت علیا رضی الله عنه یقول: سبق رسول الله صلی الله علیه وسلم و صلی (وثلث) ابوبکر و ثلث عمر رضی الله عنه ثم خطبتنا أو اصابتنا فتنة فماشاء الله جل جلاله و فی روایته و یعفوالله عمن یشاء و رواه الحاکم و قال: هذا حدیث صحیح الاسناد و لم یخرجاه وقال الهیثمی: رواه أحمد، رواه الطبرانی فی الاوسط، و رجال أحمد ثقات۔

(مسند امام احمد، جلد۱ ،ص ۱۲٤ ، المستدرک علی الصحیحین، جلد۳، ص٦٧۔٦٨ ، کتاب المعرفة الصحابة، مجمع الزوائد، جلد۹، ص۲۲ ،رقم١٤٣٦٥ المستدرک الحاکم مترجم، جلد۱ ، ص٤٥٨ ، رقم۱۰۱۹ و رقم۸۹٥ ، ص٤١٩)

ترجمہ: مسند امام احمد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے سبقت لے گئے۔دوسرے نمبر پر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، تیسرے نمبر پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر ہمیں فتنوں نے آ گھیرا اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا اسے معاف فرمادے گا۔

اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کر کے کہا۔یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر امام بخاری اور امام مسلم نے اسے روایت نہیں کیا۔امام ہیثمی نے فرمایا: اسے امام احمد اور امام طبرانی نے اوسط میں

روایت کیا ہے اور امام احمد کی روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

حدیث 71: اخرجه البخاری حدثنا عبدان اخبرنا عبدالله حدثنا عمر بن سعید عن ابی ملیکة انه سمع ابن عباس یقول وضع عمر علی سریره فتکنفه الناس یدعون ویصلون قبل ان یرفع وانا فیهم فلم یرعنی الا رجل اخذ منکبی فاذا علیؓ فترحم علیٰ عمر و قال: ماخلقت احداحب الی ان القی الله بمثل عمله منك و ایم الله ان کنت لا ظن ای یجعلك الله مع صاحبیك و حسبت انی کنت کثیرا اسمع النبی صلی الله علیه وسلم یقول کنت انا و ابوبکر و عمر و ذهبت انا و ابوبکر و عمر و دخلت انا و ابوبکر و عمر و خرجت انا و ابوبکر و عمر۔ و رواه المسلم و لفظه فان کنت لارجو اولا ظن ان یجعلك الله معهما۔ و رواه النسائی و رواه الحاکم و قال هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین و لم یخرجاه۔ (قول الحاکم غلط۔)

(الجامع الصحیح للبخاری، جلد۲:۴۰۷۔۴۰۸، صحیح مسلم، جلد۳، ص ۳۰۰، رقم۶۰۶۳، فضائل الصحابة للنسائی، ص۷، رقم۱۴، المستدرك علیٰ الصحیحین، جلد۳، ص۶۸)

ترجمہ: صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جسد مبارک (وصال کے بعد) تخت پر رکھا گیا تو لوگوں کا ان کے اردگرد اجتماع ہو گیا۔ آپ کا جنازہ اٹھانے سے پہلے لوگ آپ کے لیے دعائیں مانگتے رہے اور نمازیں پڑھتے رہے اور میں بھی ان میں موجود تھا۔ اچانک ایک شخص نے میرا کندھا پکڑ لیا اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رحمت کی اور فرمایا: آپ کے بعد ایسا کوئی شخص نہیں جس جیسے نامہ اعمال کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا محبوب ہو۔ اللہ کی قسم، مجھے یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ رکھے گا اور مجھے یہ یقین اس

لیے ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر فرماتے ہوئے سنا کہ میں اور ابوبکر وعمر تھے، میں اور ابوبکر وعمر گئے، میں اور ابوبکر وعمر داخل ہوئے اور میں اور ابوبکر وعمر نکلے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کا ذکر اپنے ساتھ کرتے تھے) مسلم کی روایت کے آخری الفاظ ہیں: اس لیے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ (قبر میں اور آخرت میں) آپ کو ان دونوں کے ساتھ رکھے گا۔

امام حاکم نے کہا، یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے مگر انہوں نے اسے روایت نہیں کیا۔ (امام حاکم کا قول غلط ہے کیونکہ یہ حدیث بخاری و مسلم میں موجود ہے)۔

حدیث 72 : اخرجه عبدالله بن احمد بن حنبل حدثنی ابو معمر عن ابن ابی حازم قال جاء رجل الی علی بن حسین فقال و کان منزلة ابی بکر و عمر من النبی صلی الله علیه وسلم فقال منزلتها الساعة۔

(مسند امام احمد، جلد۴: ۷۷)

ترجمہ: امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر دریافت کیا کہ سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کیا مقام تھا۔ جواب دیا: جو مقام اس وقت ہے (یعنی وصال کے بعد جو قربت انہیں حاصل ہے وہی قربت و مقام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں حاصل تھا)

حدیث 73: اخرجه الترمذی حدثنا عمر بن اسماعیل بن مجالد حدثنا سعید بن مسلمة عن اسمعیل بن امیة عن نافع عن ابن عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج ذات یوم فدخل المسجد و ابوبکر و عمر احدهما عن یمینه والآخر عن شماله و هو اخذ بایدیهما و قال هکذا نبعث یوم القیامة قال ابو عیسیٰ هذا حدیث غریب و سعید بن مسلمة لیس عندهم بالقوی و قد روی هذا الحدیث ایضا من غیر هذا الوجه عن نافع عن ابن عمر۔ و رواه الحاکم و قال الذهبی: سعید ضعیف۔ و قال السیوطی و اخرجه الطبرانی فی الاوسط عن ابی هریرة۔

(الجامع الصحیح سنن الترمذی، جلد۲، ص۸۲۱۔۸۲۲، رقم۳۶۰۲،

المستدرک علی الصحیحین مع تلخیص، جلد۳، ص۶۸، المستدرک علی الصحیحین مترجم، جلد٤، ص۱۵٦۔۱۵۷، رقم٦۲۲۸، تاریخ الخلفاء، ص۵۱)

ترجمہ: ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن گھر سے مسجد تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما آپ کے دائیں تھے اور آپ نے ان دونوں کے ہاتھ پکڑ رکھے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم قیامت کے دن اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے۔ سعید بن مسلمہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ اس سند کے علاوہ بھی یہ حدیث بواسطہ نافع عن ابن عمر روایت کی گئی ہے۔ اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔ امام ذہبی نے کہا، سعید بن مسلمہ ضعیف ہے۔ امام سیوطی نے فرمایا: اس حدیث کو امام طبرانی نے ''اوسط'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

حدیث74: اخرجه ابن حبان اخبرنا الحسن بن سفيان حدثنا ابراهيم بن يعقوب الجوزجانی حدثنا عبدالله بن نافع حدثنا عاصم بن عمر عن عبدالله بن دينار عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: انا اول من تنشق عنه الارض ثم ابوبكر ثم عمر ثم اتی أهل البقيع فيحشرون معی ثم انتظر أهل مكة حتی يحشروا بين الحرمين۔ و رواه الترمذی و قال هذا حديث حسن غريب و عاصم بن عمر ليس بالحافظ عند اهل الحديث۔ رواه الحاكم و قال هذا حديث صحيح الاسناد و لم يخرجاه۔ قال الذهبی عاصم هو اخو عبدالله ضعيف۔

(صحیح ابن حبان، جلد۱۰، ص۲۳۔۲٤، رقم٦۸٦۰، الجامع الصحیح سنن ترمذی، جلد۲، ص۸۳۰، رقم ۳٦۲۵، المستدرک علی الصحیحین، جلد۳، ص۶۸، المستدرک مترجم، جلد٤، ص۱۵۷، رقم٦٦۲۹)

ترجمہ: صحیح ابن حبان میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی، پھر ابوبکر کی اور پھر عمر رضی اللہ عنہما کی۔اس کے بعد میں جنت البقیع میں آؤں گا۔لوگ وہاں قبروں سے اٹھیں گے، پھر ہم اہل مکہ کا انتظار کریں گے تا آنکہ دونوں حرموں کے مابین لوگ جمع ہو جائیں گے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور فرمایا، یہ حدیث حسن غریب ہے اور عاصم بن عمر اہل حدیث کے نزدیک حافظ نہیں ہے۔امام حاکم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور فرمایا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر امام بخاری و امام مسلم نے اسے روایت نہیں کیا۔امام ذہبی نے فرمایا کہ اس روایت کا راوی عاصم بن عمر ہے جو عبداللہ کا بھائی ہے، ضعیف ہے۔

نوٹ: حدیث نمبر 70 اور 71 کا مضمون مل کر درجہ حسن تک پہنچ جاتا ہے۔حدیث 70 کو امام ترمذی نے غریب کہا اور امام حاکم نے خاموشی اختیار کی جبکہ حدیث 71 کو امام ترمذی نے حسن غریب اور امام حاکم نے صحیح الاسناد کہا ہے۔اس کے علاوہ اس مضمون کو امام طبرانی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ امام سیوطی نے بیان کیا ہے۔

حدیث75: اخرجه الترمذی حدثنا ابو سعید الاشج حدثنا تلید بن سلیمان عن ابو الجحاف عن عطية عن ابی سعید الخدری قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من نبی الا له وزیر ان من اهل السماء و وزیر ان من أهل الارض فاما وزیر ای من اهل السماء فجبرائیل و میکائیل و أما وزیر ای من أهل الارض فابوبکر و عمر۔ قال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن غریب و ابو الجحاف اسمه داؤد بن ابی عوف و یروی عن سفیان الثوری حدثنا ابو الحجاف و کان مرضیا و تلید بن سلیمان یکنی ابا ادریس و هو شیعی۔

(الجامع الصحیح سنن ترمذی، جلد۲، ص۸۲۵، رقم ۳۶۱۳)

ترجمہ: جامع ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے بیان کیا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ پس میرے آسمانی وزیر حضرت جبریل ومیکائیل علیہما الصلوٰۃ والسلام اور زمین والے وزیر ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ابو جحاف کا نام داؤد بن ابی عوف ہے۔ امام سفیان ثوری سے روایت کیا گیا ہے ابو جحاف نے ہمیں حدیث بیان کی اور وہ پسندیدہ تھے۔ تلید بن سلیمان کی کنیت ابوادریس ہے اور وہ شیعی ہے۔

سوال: اس روایت کا ایک راوی تلید بن سلیمان ہے جسے امام ترمذی نے شیعی کہا ہے جبکہ امام ابن معین نے کہا: کذاب یشتم عثمان، و قال ابو داؤد: رافضی یشتم ابابکر و عمر...... ملاحظہ ہو میزان الاعتدال، جلد اول، ص ۳۵۸۔

دوسرے راوی ابوالجحاف کے بارے میں علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

داؤد بن ابی عوف ابو الجحاف ...... وھو صدوق شیعی ربما اخطاء

سچا ہے شیعہ ہے مگر حدیث بیان کرنے میں خطا کرتا ہے۔ (تقریب التہذیب، ص ۹۴)

تیسرا راوی عطیہ بن سعید بن جنادۃ العوفی ہے اس کے بارے میں تقریب میں لکھا ہے:

صدوق یخطی کثیراً کان شیعیا مدلسا......

سچا ہے مگر حدیث بیان کرنے میں بہت زیادہ خطا کرتا ہے، شیعہ ہے اور مدلس ہے۔

(تقریب التہذیب، ص ۲۴۰)

رافضی، شیعہ اور خطا کرنے والے راویوں کی بیان کردہ حدیث کیسے حسن غریب اور قابل استدلال ہوسکتی ہے۔

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ اس روایت کی سند میں مسلسل تین راوی شیعہ ہیں۔ پہلا راوی تلید رافضی اور حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہم کو گالیاں بکنے والا ہے۔ داؤد بن ابی عوف بھی شیعہ ہے اور عطیہ تابعی بھی شیعہ اور مدلس ہے۔ حدیث میں آتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ فاسق سے بھی دین حق کی مضبوطی کا کام کروالیتا ہے۔ شیطان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو آیت الکرسی کی فضلیت بتادی تھی اسی طرح ان شیعہ راویوں کے منہ سے اللہ تعالیٰ نے سچی بات بیان کرادی ہے۔ گویہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے مگر اس حدیث کے متن کی صحت کے بہت سے صحیح تائیدی شواہد موجود ہیں۔ بدعقیدہ راوی کی بیان کردہ ایسی روایت کو قبول نہیں کیا جاسکتا جس سے اس کی بدعقیدگی کی تائید ہوتی ہو جبکہ اس حدیث میں شیخین کریمین کی عظیم منقبت ہے کہ زمین پر سیدنا ابوبکر صدیق و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا مقام سید الملائکہ حضرت جبریل اور حضرت میکایل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل تھا۔

اخرجه المسلم حدثنا ابوبكر بن ابى شيبة حدثنا محمد بن بشر و ابو اسامة عن مسعر عن سعدبن ابراهيم عن ابيه عن سعد قال رايت عن يمين رسول الله صلى الله عليه وسلم و عن شماله يوم احد رجلين عليهما ثياب بياض ما رايتهما قبل و لا بعد يعنى جبرائيل و ميكائيل عليهما السلام۔

(صحیح مسلم، جلد۳، ص۲۴۲، رقم ۵۸۸۳)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوۂ احد کے دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں اور بائیں جانب دو آدمیوں کو دیکھا جنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ میں نے ان دونوں کو اس سے پہلے اور اس کے بعد کبھی نہیں دیکھا یعنی وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام تھے۔

حدیث76: عن ام سلمة أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: ان فى السماء ملكين: احدهما يا مر بالشدة والآخر يا مر باللين، و كل مصيب، جبريل و ميكائيل و نبيان: أحدهما يا مر بالشدة ولآخر باللين، و كل مصيب، و ذكر ابراهيم و نوحاً ولى صاحبان: احدهما يا مر بالشدة والآخر باللين، و كل مصيب و ذكر ابوبكر و عمر۔ رواه الطبرانى و رجاله ثقات۔

(مجمع الزوائد، جلد۹، ص۱۸، رقم۱٤٣٤٥،

كنز العمال، جلد۱۰، ص۲۵۸، رقم ۳۲٦٦۲)

ترجمہ: حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک آسمان پر دو فرشتے ہیں، ایک سختی کا حکم کرتا ہے اور دوسرا نرمی کا حکم کرتا ہے دونوں صحیح ہیں۔ ان میں ایک جبرائیل علیہ السلام اور دوسرے حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں۔ اور دو نبی ہیں ایک میں سختی ہے اور دوسرے میں نرمی دونوں صحیح ہیں۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ دو میرے ساتھی ہیں ایک کی طبیعت میں سختی ہے اور دوسرے میں نرمی، دونوں حق پر ہیں اور یہ ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔

امام ہیثمی نے فرمایا: اس حدیث کو امام طبرانی نے ''معجم الکبیر'' میں روایت کیا ہے اس کی سند کے تمام راوی ثقہ (مضبوط) ہیں۔

حدیث77: مثل ابوبکر و عمر مثل نوح و ابراهیم فی الانبیاء أحدهما اشد فی الله من الحجارة وهو مصیب، والآخر ألین فی اللبن و هو مصیب۔ (ابو نعیم عن جابر)

(کنز العمال، جلد۱۰، ص۲٦۱، رقم ۳۲٦۹۳)

ترجمہ: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی مثال انبیاء میں حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کی طرح ہے۔ انبیاء میں ایک اللہ کی خاطر پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے وہ بھی صحیح ہے اور دوسرا دودھ سے بھی زیادہ نرم ہے وہ بھی صحیح ہے (اسی طرح سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں) اس حدیث کو حافظ ابو نعیم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

حدیث78: لکل نبی و زیران من اهل السماء واهل الارض، و وزیر ای من أهل السماء جبریل و میکائیل، و وزیر ای من أهل الارض ابوبکر و عمر۔ (ابن عساکر عن ابن عباس)

(کنزالعمال، جلد۱۰،ص۲۵۹،رقم ۳۲۶۷۵)

ترجمہ: ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے اہل آسمان اور اہل زمین میں سے وزیر ہوتے ہیں، آسمان کے رہنے والوں میں سے میرے وزیر حضرت جبریل اور حضرت میکائیل (علیہما الصلوٰۃ والسلام) ہیں اور اہل زمین پر میرے وزیر ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔

حدیث79: اخرج ابن عساکر عن ابی ذرأن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ان لکل نبی وزیرین وزیر ای و صاحبائی ابوبکر و عمر۔

(کنز العمال ، جلد ۱۰، ص۲۵۷، رقم۳۲۶۵۷، الصواعق المحرقة، ص۷۸)

ترجمہ: امام ابن عساکر نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے وزیر ہوتے ہیں میرے وزیر اور ساتھی ابوبکر اور عمر ہیں، رضی اللہ عنہما۔

حدیث80: اخرج الطبرانی عن ابن مسعود قال قال النبی صلی الله علیه وسلم ان لکل نبی خاصة من اصحابه و ان خاصتی من اصحابی ابوبکر و عمر۔

قال الهیثمی: و فیه عبدالرحیم بن حماد الثقفی و هو ضعیف۔

(مجمع الزوائد، جلد۹، ص۱۹، رقم ۱۴۳۵۰، الصواعق المحرقة، ص۷۸، کنز العمال، جلد۱۰، ص۲۵۷، رقم ۳۲۶۵۶)

ترجمہ: امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے اصحاب میں کچھ خاص لوگ ہوتے ہیں۔ میرے اصحاب میں خاص لوگ ابوبکر اور عمر ہیں۔ رضی اللہ عنہما۔

حدیث81: اخرجه البخاری حدثنا یحییٰ بن قزعة حدثنا ابراهیم بن سعد عن ابیه عن ابی سلمة عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یك فی امتی احدٌ فانه عمر زاد زکریاً

بن ابی زائد عن سعد عن ابی سلمة عن ابی هریرة قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر کم ان یکونوا انبیاء فان یکن من امتی منهم احد فعمر۔

(الجامع الصحیح البخاری، جلد۲، ۴۰۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔

ایک دوسری سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلے لوگوں یعنی بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوا کرتے تھے جن کے ساتھ (الہامی) کلام کیا جاتا تھا حالانکہ وہ بی نہ تھے اگر میری امت میں کوئی ایک ایسا ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہے۔

حدیث 82 : اخرجه المسلم حدثنی ابوالطاهر احمد بن عمرو بن سرح حدثنا عبدالله بن وهب عن ابراهیم بن سعد عن ابیه سعد بن ابراهیم عن ابی سلمة عن عائشه عن النبی صلی الله علیه وسلم انه کان یقول قد کان یکون فی الامم قبلکم محدثون فان یکن فی امتی منهم احد فان عمر بن الخطاب منهم قال ابن وهب تفسیر محدثون ملهمون۔ و رواه الترمذی و ابن حبان والنسائی۔

(صحیح مسلم، جلد۳، ص۳۰۵، رقم۶۰۸۰، سنن ترمذی، جلد۲، ص۸۳۰، رقم۳۶۲۶، فضائل الصحابة للنسائی، ص۸، رقم۱۷، صحیح ابن حبان، جلد۱۰، ص۲۱، رقم۶۸۵۵)

ترجمہ: صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے اگر اس امت میں کوئی محدث ہے تو عمر بن خطاب ہیں۔

ابن وہب نے فرمایا: محدث اس شخص کو کہتے ہیں جس پر الہام نازل ہوتا ہے۔

حدیث83: اخرجه البخاری حدثنا معلی بن اسد حدثنا عبدالعزیز بن المختار قال خالد الحذاء حدثنا عن ابی عثمان قال حدثنی عمرو بن العاص رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم بعثه علی جیش ذات السلاسل فاتیته فقلت ایُّ الناس احب علیك قال عائشه فقلت من الرجال فقال: ابوھا قلت ثم من؟ قال: عمر بن الخطاب فعد رجالاً۔

رواہ المسلم و ابن حبان۔

(الجامع الصحیح البخاری، جلد۲، ص۳۹۷، صحیح مسلم، جلد۳، ص۲۹۷، رقم ۶۰۵۳، صحیح ابن حبان، جلد۱۰، ص۱۸، رقم۶۸٤۶)

ترجمہ: صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ''ذات السلاسل'' کی جنگ میں امیر لشکر بنا کر بھیجا۔ جب میں واپس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دریافت کیا۔ لوگوں میں سے آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا)۔ میں نے عرض کیا، مردوں میں سے؟ آپ نے فرمایا: اس کے والد ماجد (ابوبکر صدیق)، میں نے عرض کیا، ان کے بعد؟ آپ نے فرمایا: عمر (رضی اللہ عنہ)۔ اس کے بعد چند دوسرے حضرات کے نام لیے۔

اس حدیث کو امام مسلم اور امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔

حدیث84: اخرجه ابن ماجة حدثنا احمد بن عبدة والحسین بن الحسن المروزی قال ثنا المعتمر بن سلیمان عن حمید عن انس قال قیل یا رسول الله ایّ الناس احب الیك قال عائشه قیل من الرجال قال ابوھا۔

(سنن ابن ماجہ، جلد۱، ص۶۲، رقم ۱۰۶)

ترجمہ: ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کون زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا)۔ عرض کیا گیا، مردوں میں کون زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے والد ماجد (سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)۔

حدیث85: اخرجه الترمذی حدثنا احمد بن ابراهیم الدورقی حدثنا اسمعیل بن ابراهیم الجریری عن عبدالله بن شقیق قال قلت لعائشة ایُّ اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم کان احب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم قالت ابوبکر قلت ثم من قالت عمر قلت ثم من قالت ثم ابو عبیدة بن الجراح قلت ثم من قال فسکتت قال ابو عیسیٰ حدیث حسن صحیح۔

(الجامع الصحیح سنن الترمذی، جلد٢،ص٨١٦.٨١٧، رقم ٣٥٩٠)

ترجمہ: سنن ترمذی میں حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ میں سے کس سے زیادہ محبت تھی؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے۔ ابن شقیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ان کے بعد کس سے زیادہ محبت تھی؟ فرمایا: عمر (رضی اللہ عنہ) سے۔ ابن شقیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ ان کے بعد کون زیادہ محبوب تھا؟ ام المومنین عائشہ صدیقہ نے فرمایا: ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ)۔ ابن شقیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اس کے بعد کون؟ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خاموش ہو گئیں۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حدیث86: اخرجه الحاکم حدثنا علی حمشاد العدل حدثنا العباس بن الفضل الاسفاطی حدثنا اسماعیل بن ابی اویس عن سلیمان بن بلال عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشه رضی الله عنها عن عمر رضی الله عنه قال کان ابوبکر سیدنا و خیرنا و احبنا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم، صحیح علی شرطهما و لم یخرجاه۔

و رواه الترمذی۔

(الجامع الصحیح سنن الترمذی، جلد۲، ص۸۱٦، رقم۳۵۸۹،

المستدرک علی الصحیحین، جلد٤، ص۱۵۳، رقم٦٦۲۱)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سب کے سردار، ہم سب سے افضل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سب سے زیادہ محبوب تھے۔ امام حاکم نے فرمایا: یہ حدیث امام بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے مگر انہوں نے اسے روایت نہیں کیا ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔

حدیث87: اخرج البزار فی مسنده عن علی انه قال: أخبرونی من اشجع الناس فقالوا: انت، قال: اما انی مابازرت احداً الا انتصفت منه، و لكن أخبرونی بأ شجع الناس؟ قالوا: لا نعلم، فمن؟ قال: ابوبكر، انه لما كان يوم بدر، فجعلنا لرسول الله صلى الله عليه وسلم عريشاً فقلنا: من يكون مع رسول الله صلى الله عليه وسلم لئلا يهوى اليه أحد من المشر كين؟ فوالله ما دنا منا أحد الا ابوبكر شاهرًا بالسيف على رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يهوى اليه احد الا هو اليه، فهوا شجع الناس۔

فقال علی رضی الله عنه: ولقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم، واخذته قريش فهذا يحباه و هذا يتلتله، و هم يقولون: أنت الذى جعلت الالهة الها واحداً، قال: فوالله مادنا منا أحد الا أبوبكر يضرب هذا و يجبا هذا، و يتلتل هذا، و هو يقول: ويلكم أتقتلون رجلا أن يقول ربى الله، ثم رفع على بردة كانت عليه، فبكى حتى اخضلت لحيته، ثم قال: انشدكم الله، أمومن آل فرعون خيرام أبوبكر؟ فسكت القوم، فقال: ألا تجيبوننی؟ فوالله لساعه من ابى بكر خير من ألف ساعة من مثل مومن آل فرعون، ذلك رجل يكتم ايمانه، و هذا رجل أعلن ايمانه۔

قال محب الطبرى خرجه ابن السمان فی كتاب الموافقه و صاحب الفضائل۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص٣٦۔٣٧، مجمع الزوائدللهیثمی، جلد٩، ص١٣، رقم١٤٣٣٣، الریاض النضرة، جلد١، ص١١٩۔١٢٠، رقم٢٧٨)

ترجمہ: امام بزار نے مسند میں روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے دریافت کیا: بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: آپ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑ سے لڑتا ہوں، تم یہ بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا، ہمیں علم نہیں آپ ہی بتائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بہادر و شجاع ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ سنو! جنگ بدر میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک سائبان (عریشا) بنایا تھا، ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ (اس سائبان کے نیچے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کون رہے گا، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مشرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کردے۔ اللہ کی قسم ہم میں سے کوئی بھی آگے نہیں بڑھا تھا کہ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے آئے اور آپ کے سرانور پر تلوار لہرا کر کھڑے ہوگئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ مشرکین قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نرغے میں لے لیا اور وہ آپ کو گھسیٹ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم ہی وہ ہو جو کہتے ہو کہ کئی خداؤں کے بجائے ایک اللہ ہے۔ تو اللہ کی قسم کوئی چھڑانے کو آگے نہ بڑھ سکا، ابوبکر (رضی اللہ عنہ) دوڑے آئے، کسی کو مارا کسی کو دھکیلا اور آپ کو نرغے سے نکال کر فرمایا: تم ایسے شخص کو مارنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے۔ یہ فرما کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر اٹھائی (اور چادر منہ پر رکھ کر) اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہوگئی۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں بتاؤ آل فرعون میں سے ایمان والا شخص (جو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بتلانے آیا تھا کہ فرعون آپ کو ہلاک کرنے کی سوچ رہا ہے آپ مصر سے نکل جائیں) بہتر تھا یا ابوبکر (رضی اللہ عنہ)۔ قوم خاموش رہی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک ساعت (حیات) آل فرعون کے مومن کی ہزار

ساعتوں سے بہتر ہے۔ آل فرعون کے شخص نے اپنا ایمان چھپایا تھا جبکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ایمان کا علی الاعلان اظہار کیا۔

امام محب الدین الطبری نے فرمایا: اس حدیث کو ابن السمان نے اپنی کتاب ''الموافقہ'' میں اور فضائلی نے بھی روایت کیا ہے۔

سوال: امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کر کے فرمایا ہے۔ رواہ البزار، و فیہ من لم أعرفہ...... اس حدیث کو امام بزار نے ہدایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایسے راوی ہیں جنہیں میں جانتا۔ (مجمع الزوائد، جلد ۹، ص ۱۳) پھر اس سے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر چہ اس روایت میں ضعف ہے کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہیں مگر اس روایت کا مضمون دیگر احادیث سے بھی ثابت ہے۔ چند ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث88: أخرج ابن عساکر عن ابی هريرة قال: تباشرت الملائكة يوم بدر فقالوا: أماترون الصديق مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فی العريش۔

(تاريخ الخلفاء للسيوطی، ص٣٦)

ترجمہ: حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ یوم بدر کو فرشتوں نے ایک دوسرے سے کہا: دیکھو ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سائبان کے نیچے موجود ہیں۔

حدیث89: واخرج البخاری عن عروة بن الزبير قال: سألت عبدالله بن عمر ابن العاص عن اشد ماصنع المشركون برسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: رأيت عقبة بن ابی معيط جاء الى النبی عليه الصلوٰة والسلام و هو يصلی، فوضع رداءه فی عنقه فخنقه به خنقاً شديداً، فجاء ابوبكر حتى دفعه عنه، فقال: اتقتلون رجلا أن يقول ربی الله و قد جاء كم بالبينات من ربكم۔ واخرجه ابن جرير الطبری فی التاريخ حدثنا يونس بن عبدالاعلى قال حدثنا بشر بن بكير قال حدثنا اوزاعی قال حدثنا يحيى

بن ابی کثیر عن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن قال: قلت لعبد الله بن عمرو حدثنی بأشد شئی رایت المشرکین ضعوا برسول الله صلی الله علیه وسلم۔ الحدیث

(الجامع الصحیح للبخاری، جلد۲، ص۴۰۵، تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص۳۷، تاریخ الطبری المجلد الواحد، ص۳۲۰)

ترجمہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ اور بدترین گستاخی کون سی کی ہے؟ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے دیکھا کہ عقبہ بن ابومعیط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، عقبہ نے اپنی چادر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک میں ڈالی اور آپ کا گلا گھوٹنے لگا۔ اتنے میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے او عقبہ بن ابی معیط کو دھکا دے کر پیچھے ہٹایا اور کہا۔ ''تو اس ہستی کو مار ڈالنا چاہتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور جو اپنے پروردگار کی طرف سے روشن نشانیاں لے کر آیا ہے۔'' اس روایت کو امام ابن جریر طبری نے تاریخ میں روایت کیا ہے۔

حدیث90: اخرج ابن عساکر عن عائشة رضی الله عنها قالت: لما اجتمع اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم فکانوا ثمانیة و ثلاثین رجلا ألح ابوبکر علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الظهور فقال: یا أبابکر، انا قلیل، فلم یزل ابوبکر بلح علی رسول الله صلی الله علیه وسلم، حتی ظهر رسول الله صلی الله علیه وسلم، و تفرق المسلمون فی نواحی المسجد، کل رجل عشیرته، وقام ابوبکر فی الناس خطیباً فکان اول خطیب دعا الی الله والی رسوله وثار المشرکون علی أبی بکر و علی المسلمین و ضربوا فی نواحی المسجد ضرباً شدیداً۔

(تاریخ الخلفاء، ص۳۷ و ۳۸، البدایة والنهایة، جلد۲، ص۳۶۹)

ترجمہ: امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کی تعداد 38 تک پہنچ گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عاجزی کے ساتھ عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب آپ اسلام کا علی الاعلان اظہار فرمائیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ابھی ہماری تعداد تھوڑی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر بھی اصرار کیا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین برحق کا اعلان فرمادیا۔ اس کے بعد مسلمانوں دس دس کی تعداد میں بٹ کر مسجد کے مختلف گوشوں میں بیٹھ گئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر لوگوں سے خطاب کیا۔ اور بے شک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے خطیب ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کے دین) کی طرف دعوت دی۔ مشرکین مکہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مسجد میں موجود مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور انہیں شدید تکلیف پہنچائی۔

حدیث 91: واخرج ابن عساکر عن علی رضی الله عنه قال: لما اسلم أبوبکر أظهر اسلامه و دعا الی الله والی رسوله صلی الله علیه وسلم۔ واخرجه ابن اسحاق

(تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص۳۸، السیرة النبویه لابن اسحاق، جلد۱، ص۱۸۳)

ترجمہ: امام ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کو ظاہر فرمایا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کے دین) کی طرف دعوت دی۔

حدیث 92: وأخرج ابن سعد والطبرانی عن ابن مسعود رضی الله عنه قال: کان اسلام عمر فتحاً و کانت هجرته نصراً و کانت امامته رحمة و لقد رأیتنا و ما نستطیع أن نصلی الی البیت حتی اسلم عمر، فلما أسلم عمر قاتلهم حتی ترکونا فصلینا۔

(تاریخ الخلفاء، ص۱۱۵، الصواعق المحرقة، ص۹٤)

ترجمہ: امام ابن سعد اور امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے بیان فرمایا: بے شک سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا فتح تھی، آپ کی ہجرت نصرت تھی، آپ کی امامت (خلافت) رحمت تھی۔ ہم میں یہ طاقت نہ تھی کہ ہم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ سکیں مگر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا تو آپ نے مشرکین سے اس قدر جدال وقتال کیا کہ عاجز آ کر انہوں نے ہمارا پیچھا چھوڑ دیا۔ پس ہم کعبہ شریف میں نماز پڑھنے لگے۔

حدیث 93: أخرج ابن عساكر عن علي قال: ما علمت أحداً هاجرا الا مختفياً الا عمر بن الخطاب فانه لما هم بالهجرة تقلد سيفه و تنكب قوسه وانتضى في يده أسهما وأتى الكعبة و اشراف قريش بفنائها فطاف سبعا ثم صلى ركعتين عندالمقام ثم أتى حلقهم واحدة واحدة فقال: شاهتا الوجوه من أراد أن تثكله أمه ويتيم ولده و ترمل زوجته فليلقني وراء هذا الوادي فماتبعه منهم أحد۔

(تاريخ الخلفاء للسيوطى، ص١١٥-١١٦، الصواعق المحرقة لابن حجر المكى، ص٩٤، الرياض النضرة فى مناقب العشرة الجز الثانى، ص٢٤٦)

ترجمہ: حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی اور میرے علم میں نہیں جس نے اعلانیہ ہجرت کی ہو، جب آپ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو آپ نے تلوار زیب تن کی، کمان کاندھے پر رکھی اور ترکش ہاتھ میں لے لیا۔ پھر کعبہ شریف تشریف لائے وہاں کچھ اشراف قریش بیٹھے تھے۔ آپ نے ان کے سامنے سات مرتبہ کعبہ شریف کا طواف کیا، پھر مقام ابراہیم پر دو رکعتیں پڑھیں، پھر اشراف قریش کے پاس آئے اور ان میں سے ایک ایک سے کہا، تمہارے چہروں پر پھٹکار ہو جو چاہتا ہے کہ اس کی ماں اسے ضائع کردے اور اس کے بچے یتیم ہو جائیں اور اس کی بیوی بیوہ ہو جائے وہ مجھے اس وادی کے پیچھے مل لے۔ مگر کوئی آدمی آپ کے پیچھے نہ گیا۔

حدیث 94: اخرجه ابن ابى شيبة حدثنا عبدالله بن ادريس عن ابى مالك الاشجعى

عن سالم قال: قلت لابن الحنفية: ابوبکر کان أول القوم اسلاماً، قال: لا، قلت: فیما علا ابوبکر و سبق حتی لا یذکر غیر أبی بکر، فقال: کان افضلهم اسلاماً حین اسلم حتی لحق بالله۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۷، ص۴۷۲، کتاب الفضائل)

ترجمہ: سالم بن ابی جعد شیعی کہتے ہیں کہ امام محمد بن علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ (جو ابن الحنفیہ کے نام سے مشہور ہیں) سے دریافت کیا گیا، کیا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قوم میں سب سے پہلے اسلام لائے؟ فرمایا: نہیں (کیونکہ سب سے اول تو سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں) پوچھا گیا: پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے اوپر اور آگے کیسے چلے گئے، کوئی آدمی ان کے سوا کسی کا نام ہی نہیں لیتا۔ فرمایا کہ جس دن سے انہوں نے اسلام قبول کیا اس دن سے لے کر اپنے یوم وفات تک وہ اسلام میں سب سے افضل تھے۔

حدیث95: (واخرج) الدارقطنی أیضاً عن ولده الملقب بالنفس الزکیة أنه قال لما سئل عن الشیخین۔ لهما عندی أفضل من علی۔

(الصواعق المحرقة، ص٥٢، فضائل الصحابة للدارقطنی، رقم٥٦)

ترجمہ: امام دارقطنی نے حضرت عبداللہ محض رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے امام نفس ذکیہ سے بیان کیا ہے کہ ان سے حضرات شیخین (سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا: میرے نزدیک وہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

حدیث96: اخرج ابن ابی شیبة حدثنا ابن عیینة عن خالد بن سلمة عن الشعبی قال: حب أبی بکر و عمر و معرفة فضلهما من السنة۔ واخرج ابن عساکر قال (الامام الشعبی) ادرکت خمس مائة اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم کلهم یقولون: ابوبکر و عمر و عثمان و علی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۷، ص۴۷۲، تاریخ دمشق، جلد ۲۵، ص۳۴۸)

ترجمہ: امام ابن ابی شیبہ نے حضرت امام شعبی تابعی (انہیں پانچ سو صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل تھا) سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محبت اور ان کی فضیلت کی پہچان سنت کے قبیل سے ہے۔ امام ابن عساکر نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے پانچ سو صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے اور تمام صحابہ کرام کہتے تھے: پہلے ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم۔

حدیث 97: اخرجه ابو نعیم حدثنا ابو حامد بن جبلة حدثنا محمد بن اسحاق حدثنا سلیمان بن توبة حدثنا شبابة حدثنی فرات بن السائب، قال: سالت میمون بن مهران قلت: علی أفضل عندك أم أبوبكر و عمر؟ قال: فارتعد حتی سقطت عصاه من یده ثم قال: ما كنت أظن أن أبقی الی زمان یعدل بهما ذرهما كانا رأسی الاسلام و رأسی الجماعة، فقلت: فابوبكر كان اول اسلاماً أم علی؟ قال: والله لقد آمن ابوبكر بالنبی صلی الله علیه وسلم زمن بحیرا الراهب حین مربه واختلف فیما بینه و بین خدیجة رضی الله عنها حتی أنكحها ایاه و ذلك كله قبل أن یوولد علی۔

أسند میمون بن مهران عن عبدالله بن عمر بن الخطاب و عبدالله بن العباس رضی الله عنهم۔

(حلیة الاولیأ، جلد٤، ص٩٥-٩٦، رقم٤٨٧٧، الصواعق المحرقة، ص٧٥.٧٦)

ترجمہ: حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں فرات بن السائب سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں، میں نے حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ تابعی سے پوچھا: آپ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما۔ راوی کہتا ہے، یہ سن کر ان پر لرزہ طاری ہو گیا اور ان کے ہاتھ سے عصا گر گیا۔ پھر کہنے لگا۔ میں خیال بھی نہیں کرتا تھا کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں گا جب ان دونوں کے برابر کسی کو ٹھہرایا جائے گا۔ ان دونوں کو کیا کہنا، وہ تو سرداران اسلام تھے۔ میں نے دریافت کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے

تھے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟ حضرت میمون بن مہران نے کہا: اللہ کی قسم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو بحیرا راہب کے زمانے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہوئے تھے۔ جب آپ کا اس کے پاس گزر ہوا تھا، اختلاف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ہے (کہ ان میں سے پہلے کون اسلام لایا) حتیٰ کہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہو گیا تھا اور یہ سب باتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے پہلے کی ہیں۔

اس بات کو حضرت میمون بن مہران نے حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی سند سے بیان کیا ہے۔

حدیث 98: اخرجه الترمذی حدثنا ابو زرعة حدثنا الحسن بن بشر حدثنا الحكم بن عبدالملك عن قتادة عن انس بن مالك قال لما امر رسول الله صلى الله عليه وسلم ببيعة الرضوان كان عثمان بن عفان رسول رسول الله صلى الله عليه وسلم الى اهل المكة قال فبايع الناس قال فقال رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم ان عثمان فی حاجة الله و حاجة رسوله فضرب باحدی يديه علی الاخری فكانت يد رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم لعثمان خيراً من ايديهم لانفسهم قال هذا حديث حسن صحيح غريب۔

(الجامع الصحيح سنن ترمذی، جلد۲، ص۸۳٤، رقم ۳٦۳۵)

ترجمہ: امام ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت رضوان کا حکم صادر فرمایا اس وقت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمائندہ کی حیثیت سے کفار مکہ کے پاس گئے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام نے بیعت رضوان کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عثمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام میں لگا ہوا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا (اپنے ایک ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر اپنے دوسرے ہاتھ پر مار کر عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کی) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست

مبارک لوگوں کے اپنے ہاتھوں سے بہت اچھا تھا۔
امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

حدیث99: اخرجه الترمذی حدثنا صالح بن عبدالله حدثنا ابو عوانة عن عثمان بن عبدالله بن موهب أن رجلا من اهل مصر حج البيت فرأى قوما جلوسا فقال هولاء قالوا قريش قال فمن هذا الشيخ قالوا ابن عمر فاتاه فقال انی سائلك عن شيی فحدثنی أنشدك الله بحرمة هذا البيت ...... قال أتعلم أنه (عثمان) تغيب عن بيت الرضوان ...... فقال له ابن عمر تعال أبين لك ماسالت عنه ...... وأما تغيبه عن بيعة الرضوان فلو كان أحد اعز ببطن مكة من عثمان لبعثه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم مكان عثمان بعث رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عثمان الى مكة و كانت بيعة الرضوان بعد ما ذهب عثمان الى مكة قال فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بيده اليمنى هذه يد عثمان و ضرب بها على يده فقال هذه لعثمان قال له اذهب بهذا الان معك قال ابو عيسىٰ هذا حديث حسن صحيح

(الجامع الصحيح سنن الترمذی، جلد۲، ص۸۳٦، رقم۳٦۳۹)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عبداللہ بن موھب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مصری شخص نے حج کیا پھر اس نے لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھ کر پوچھا، یہ کون لوگ ہیں۔ لوگوں نے بتایا یہ قریش ہیں۔ اس نے پوچھا یہ بزرگ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس آیا اور کہا میں آپ سے ایک سوال پوچھتا ہوں، مجھے بتایئے اس گھر کی حرمت کی قسم! کیا آپ جانتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ بیعت رضوان سے غائب تھے، اس میں موجود نہ تھے......
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آ، میں تجھے ان امور کی وضاحت کر دوں جن کے بارے میں تو نے پوچھا ہے۔ رہا ان کا بیعت رضوان سے غائب ہونا تو اگر وادی مکہ میں کوئی شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ معزز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے حضرت عثمان رضی اللہ

عنہ کی جگہ بھیجتے، لیکن آپ نے حضرت عثمان کو مکہ بھیجا اور آپ کے مکہ جانے کے بعد بیعت ہوئی۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کے بارے میں فرمایا: یہ عثمان کا ہاتھ ہے پھر اسے اپنے دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا، یہ عثمان کے لیے ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے مصری شخص سے فرمایا اب ان باتوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حدیث 100 : اخرجه البخاری حدثنا موسیٰ بن اسماعیل حدثنا ابو عوانة عن حصین عن عمر بن میمون حدیث طویل فقالوا اوص یا امیر المومنین استخلف قال ما اجد احق بهذا الامر من هو لآء النفرا والرهط لرهط الذین توفی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم و هو عنهم راض فسمی علیا و عثمان والزبیر و طلحة و سعداً و عبدالرحمٰن (بن عوف) .... فلما فرغ هن دفنه اجتمع هولآء الرهط فقال عبدالرحمٰن اجعلوا امر کم الی ثلاثة منکم فقال الزبیر قد جعلت امری الی علیؓ۔ فقال طلحة قد جعلت امری الی عثمان بن عفانه وقال سعد قد جعلت امری الی عبدالرحمٰن بن عوف فقال له عبدالرحمٰن ایکما تبر أمن هذا الامر فنجعله الی الیه والله علیه والاسلام لینظرن افضلهم فی نفسه فاسکت الشیخان فقال عبدالرحمٰن افتجعلونه الی والله علی ان لا الوا عن افضلکم قال نعم فاخذا بیداحدهما فقال لك قرابة من رسول الله صلی الله علیه وسلم والقدم فی الاسلام ما قد علمت فالله علیك لئن امرتك لتعدلن ولئن امرت عثمان لتسمعن ولتطیعن ثم خلا بالاخر فقال له مثل ذلك فلما اخذ المیثاق قال ارفع یدك یا عثمان فبایعه فبایع له علیؓ و ولج اهل الدارا یعوه۔

(الجامع الصحیح للبخاری، جلد۱، ص۵۲۳-۵۲۵،
مطبوعه مکتبه محمودیه لاہور)

ترجمہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن میمون رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث نقل کی ہے (جس میں بیان کیا ہے کہ جب سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قاتلانہ حملہ میں شدید زخمی ہو گئے) تو لوگوں نے آپ سے درخواست کی۔ اے امیر المومنین! وصیت فرمائیں کہ ہم کس کو خلیفہ بنائیں۔ فرمایا: میں ان چند حضرات کے سوا کسی کو خلافت کا اہل نہیں پاتا کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ ان سے راضی تھے، پھر آپ نے نام گنائے کہ وہ حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

(حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد) جب لوگ ان کے دفن سے فارغ ہوئے تو نامزد حضرات ایک جگہ مل بیٹھے۔ پس حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس معاملے کو تین حضرات میں لے آیئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہوتا ہوں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں بیٹھتا ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنا حق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا، اب حضرات میں سے جو کنارہ کش ہونے کے لیے کہے گا ہم بار خلافت اسی کے اوپر رکھیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اسلام کے حقوق کی نگرانی اپنی حفاظت سے مقدم ہے، پس دونوں بزرگ (سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما) خاموش ہو گئے، پھر حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: کیا آپ دونوں حضرات انتخاب کا معاملہ میرے سپرد کرنے کے لیے تیار ہیں؟ اللہ کی قسم! میں کبھی افضل سے انحراف نہیں کروں گا۔ دونوں حضرات نے اثبات میں جواب دیا۔ پس آپ نے دونوں میں سے ایک (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ پکڑا اور کہا۔ ''آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار اور اسلام لانے میں مقدم ہیں، جیسا کہ آپ خود بھی جانتے ہیں خدا کی قسم اگر میں خلافت کا فیصلہ آپ کے حق میں کروں تو آپ پر انصاف کرنا لازم ہوگا، اگر میں عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق

فیصلہ دوں تو ان کی بات سننا اور ان کی اطاعت کرنا آپ کے لیے ضروری ہوگا۔'' پھر انہوں نے (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور ان سے بھی اسی طرح کہا۔ جب دونوں حضرات سے پکا وعدہ لے لیا تو کہا۔ اے عثمان (رضی اللہ عنہ) اپنا ہاتھ اٹھاؤ اور پھر ان سے بیعت کر لی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ پھر تمام لوگ ٹوٹ پڑے اور سب نے بیعت کر لی۔

بخاری شریف کی روایت سے واضح ہوا کہ خلیفہ کے انتخاب میں افضلیت کو مدنظر رکھا گیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے نزدیک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد سب سے افضل تھے۔

علامہ ابن کثیر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

کان عمر رضی الله عنه قد جعل الأمر بعده شوری بین ستة نفروهم عثمان بن عفان و علی بن ابی طالب، و طلحة بن عبیدالله، والزبیر بن العوام، و سعد بن ابی وقاص و عبدالرحمٰن بن عوف رضی الله عنهم و تحرج أن یجعلها لواحد من هولاء علی التعین، وقال لا اتحمل أمرهم حیاً و میتاً و ان یردالله بکم خیراً یجمعکم علی خیر هو لاء کما جمعکم علی خیر کم بعد نبیکم۔

(البدایة والنهایة، جلد۵:۲۲۵)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلافت کا معاملہ چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ کے سپرد کیا تھا۔ عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، زبیر بن عوام، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم۔ اور انہیں مجبور کیا کہ وہ ان میں سے ایک شخص کو خلیفہ منتخب کریں اور فرمایا کہ میں زندہ رہوں یا فوت ہو جاؤں مگر میں خلیفہ نامزد کرنے کا متحمل نہیں ہوں اور اگر اللہ تعالیٰ نے تم سے بھلائی کا ارادہ فرمایا تو وہ تمہیں ان میں سے بہترین آدمی پر متفق کر دے گا جس طرح اس نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمہارے بہترین آدمی پر متفق کر دیا تھا۔

حدیث 101: اخرجه الحاکم حدثنا ابوبکر بن اسحاق انا عبداللہ بن احمد بن حنبل حدثنا عمرو بن عبداللہ الاودی ثنا محمد بن بشر عن موسیٰ بن مطیر عن صعصہ بن صوحان قال: خطبنا علی رضی اللہ عنہ حین ضربہ ابن ملجم، فقلنا: یا امیر المومنین، استخلف علینا، فقال: اترککم کما ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلنا، یا رسول اللہ، استخلف علینا، فقال: ان یعلم اللہ فیکم خیراً یول علیکم خیارکم قال علی: فعلم اللہ فینا خیراً فولی علینا ابابکر رضی اللہ عنہ۔

(المستدرک علیٰ الصحیحین، جلد۳:۱٤٥،

المستدرک علیٰ الصحیحین مترجم، جلد٤، ص۲۸٦، رقم٤٦۹۸)

ترجمہ: حضرت صعصہ بن صوحان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جب ابن ملجم نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا تو آپ نے (زخمی حالت میں) خطبہ دیا۔ ہم نے عرض کیا: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! آپ کسی کو خلیفہ نامزد فرمادیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اسی طرح چھوڑ کر جاؤں گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں چھوڑ کر گئے۔ ہم نے بھی اسی طرح عرض کیا تھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کسی کو ہمارا خلیفہ فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تم میں بہتری جانے گا تو کسی ایسے شخص کو تمہارا خلیفہ بنا دے گا جو تم میں سب سے بہتر ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہم سب سے بہتر جانا تو انہیں ہمارا خلیفہ بنا دیا۔

حدیث 102: اخرجه فی کتاب الآثار لامام ابی یوسف القاضی حدثنا یوسف عن ابیه عن ابی حنیفة عن عبدالملك بن عمیر عن ابن مسعود رضی اللہ عنه أنه خطب بالکوفة حین استخلف عثمان رضی اللہ عنه و قال: ماألونا عن اعلاها ذی فوق۔

و اخرجه ابن سعد اخبرنا ابو معاویة قال: اخبرنا الاعمش عن عبداللہ بن سنان الاسدی قال: قال عبداللہ الحدیث۔

(کتاب الآثار لامام ابو یوسف القاضی، ص۲۰۸۔۲۰۹، رقم۹۳۰،

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد۳، ص۳۵)

ترجمہ: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق امام ابو حنیفہ عن عبدالملک بن عمر بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلیفہ مقرر ہونے کے بعد کوفہ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ہم نے اعلیٰ و بلند مرتبہ کو (خلیفہ) منتخب کرنے میں کوئی غفلت نہیں کی۔ اس روایت کو امام بن سعد نے عبداللہ بن سنان الاسدی عن عبداللہ بن مسعود روایت کیا ہے۔

حدیث 103: اخرجه ابن سعد قال: اخبرنا ابو معاوية الضرير و عبيدالله بن موسىٰ و ابو نعيم الفضل بن دكين قالوا: اخبرنا مسعر عن عبدالملك بن ميسرة عن النزال بن سبرة قال عبدالله حين استخلف عثمان: استخلفنا خير بقي و لم نأله۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد۳، ص۳۵)

ترجمہ: حضرت نزال بن سبرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے اسے خلیفہ بنایا ہے جو زندہ لوگوں میں سب سے بہتر ہے اور ہم نے اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

نوٹ: ہم نے اس باب میں صحیح اور حسن احادیث سے استدلال کیا ہے۔ ضعیف روایت کو شواہد میں نقل کیا گیا ہے جو صحیح یا حسن حدیث کے متن کی تائید کرتی ہو۔

حدیث 44 سند کے لحاظ سے سخت ضعیف ہے ہم نے اسے صرف اس لیے نقل کیا ہے کہ اس کے متن کا مضمون دوسری احادیث میں موجود ہے، نیز اس سے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عبدالعزیز پرھاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں استدلال کیا ہے۔

❖❖❖

سیف القاہر

علیٰ

قول الطاہر

خودساختہ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری نے اپنے دو رسالوں میں ''السیف الجلی علیٰ منکر ولایۃ علی رضی اللہ عنہ اور القول المعتبر فی الامام المنتظر '' میں تفضیلی شیعی عقیدہ کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''اب اس مقدمہ میں یہ نکتہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ سے تین طرح کی وراثتیں جاری ہوئیں۔

۱۔ خلافت باطنی کی روحانی وراثت

۲۔ خلافت ظاہری کی ظاہری وراثت

۳۔ خلافت دینی کی عمومی وراثت

☆۔ خلافت باطنی کی روحانی وراثت اہل بیت اطہار کے نفوس طیبہ کو عطا ہوئی۔

☆۔ خلافت ظاہری کی سیاسی وراثت خلفاء راشدین کی ذات مقدسہ کو عطا ہوئی۔

☆۔ خلافت دینی کی عمومی وراثت بقیہ صحابہ وتابعین کو عطا ہوئی۔''

تھوڑا سا آگے چل کر لکھتے ہیں۔

اس تقسیم وراثت محمدی کے مضمون کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔

پس وارث آنحضرت هم بسه قسم منقسم اند فوراثه الذين اخذوا الحكمة والعصمة والقطبية الباطنية، هم اهل بيته و خاصته و وراثه الذين اخذوا الحفظ والتلقين والقطبية الظاهرة الارشادية، هم أصحابه الكبار كالخلفاء الاربعةو سائر العشرة، ووراثه الذين اخذو العنايات الجزئية والتقوى والعلم، هم أصحابه الذين لحقوا باحسان كانس وأبى هريرة وغيرهم من المتاخرين، فهذه ثلاثه المراتب متفرعة من كمال خاتم الرسل صلى الله عليه وسلم۔

(التفهيمات الالٰهيه ۲:۸)

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے حاملین تین طرح کے ہیں: ایک وہ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حکمت و عصمت اور قطبیت باطنی کا فیض حاصل کیا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور خواص ہیں۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حفظ و تلقین اور رشد و ہدایت سے متصف قطبیت ظاہری کا فیض حاصل کیا، وہ آپ کے صحابہ کبار رضی اللہ عنہما جیسے خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ ہیں۔ تیسرا طبقہ وہ ہے جنہوں نے انفرادی عنایات اور علم و تقویٰ کا فیض حاصل کیا، یہ وہ اصحاب ہیں جو احسان کے وصف سے متصف ہوئے، جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ دیگر متاخرین۔ یہ تینوں مدارج حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال ختم رسالت سے جاری ہوئے۔''

واضح رہے کہ یہ تقسیم غلبہ حال اور خصوصی امتیاز کی نشاندہی کے لیے ہے۔ ورنہ ہر سہ اقسام میں سے کوئی بھی دوسری قسم کے خواص و کمالات سے کلیتاً خالی نہیں ہے، اُن میں سے ہر ایک کو دوسری قسم کے ساتھ کوئی نہ کوئی نسبت یا اشتراک حاصل ہے۔

☆۔ سلطنت میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل یعنی براہ راست نائب ہوئے۔

☆۔ ولایت میں سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل یعنی براہ راست نائب ہوئے۔

☆۔ ہدایت میں جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہما حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے بلا فصل یعنی براہ راست نائب ہوئے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ختم نبوت کے بعد فیضان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی تسلسل کے لیے تین مستقل مطالع قائم ہو گئے۔

☆۔ ایک مطلع سیاسی وراثت کے لیے

☆۔ دوسرا مطلع روحانی وراثت کے لیے

☆۔ تیسرا مطلع علمی و عملی وراثت کے لیے

☆۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی وراثت خلافت راشدہ کے نام سے موسوم ہوئی۔

☆۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی وراثت، ولایت وامامت کے نام سے موسوم ہوئی۔

☆۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی و عملی وراثت، ہدایت ودیانت کے نام سے موسوم ہوئی۔

لہٰذا سیاسی وراثت کے فرد اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوئے، روحانی وراثت کے فرد اول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوئے اور علمی و عملی وراثت کے اولین حاملین جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہما ہوئے۔ سو یہ سب وراثتیں وحاملین اپنے اپنے دائرہ میں بلافصل خلفاء ہوئے، ایک کا دوسرے کے ساتھ کوئی تضاد یا تعارض نہیں ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ ان مناسب کی حقیقت بھی ایک دوسرے سے کئی امور میں مختلف ہے۔

۱۔ خلافت ظاہری دین کا سیاسی منصب ہے۔

خلافت باطنی خالصتاً روحانی منصب ہے۔

۲۔ خلافت ظاہری انتخابی وشورائی امر ہے۔ خلافت باطنی محض وہبی واجتبائی امر ہے۔

۳۔ خلیفہ ظاہری کا تقرر عوام کے چناؤ سے عمل میں آتا ہے۔ خلیفہ باطنی کا تقرر خدا کے چناؤ سے عمل میں آتا ہے۔

۴۔ خلیفہ ظاہری منتخب ہوتا ہے۔ خلیفہ باطنی منتخب ہوتا ہے۔

۵۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے خلیفہ راشد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تجویز اور رائے عامہ کی اکثریتی تائید سے عمل میں آیا۔ مگر پہلے امام ولایت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے انتخاب میں کسی کی تجویز مطلوب ہوئی نہ کسی کی تائید۔

۶۔ خلافت میں جمہوریت مطلوب تھی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اعلان نہیں فرمایا۔ ولایت میں ماموریت مقصود تھی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی غدیر خم کے مقام پر اس کا اعلان فرمادیا۔

۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کے لیے خلیفہ کا انتخاب عوام کی مرضی پر چھوڑ دیا، مگر ولی کا انتخاب اللہ کی مرضی سے خود فرما دیا۔

۸۔ خلافت زمینی نظام کے سنوارنے کے لیے قائم ہوتی ہے۔
ولایت اُسے آسمانی نظام کے حُسن سے نکھارنے کے لیے قائم ہوتی ہے۔

۹۔ خلافت افراد کو عادل بناتی ہے۔ ولایت افراد کو کامل بناتی ہے۔

۱۰۔ خلافت کا دائرہ فرش تک ہے۔ ولایت کا دائرہ عرش تک ہے۔

۱۱۔ خلافت تخت نشینی کے بغیر مؤثر نہیں ہوتی۔ ولایت تخت و سلطنت کے بغیر بھی موثر ہے۔

۱۲۔ غالبًا یہی وجہ ہے کہ خلافت اُمت کے سپرد ہوئی۔ ولایت عترت کے سپرد ہوئی۔
لہٰذا اب خلافت سے مُفر ہے نہ ولایت سے۔

(القول المعتبر فی الامام المنتظر، ص۸تا۱۲،
السیف الجلی علی منکر ولایت علی رضی اللہ عنہ، ص۶تا۱۰)

پروفیسر طاہر القادری مزید لکھتے ہیں۔

''اور اُمت محمدی میں ولایت عظمٰی کے حامل سب سے پہلے امام برحق ...... مولا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔ پھر ولایت کا سلسلہ الذہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت اور آل اطہار میں ائمہ اثنا عشر (بارہ اماموں) میں جاری کیا گیا۔ ہر چند ان کے علاوہ بھی ہزارہا، نفوس قدسیہ ہر زمانہ میں مرتبہ ولایت سے بہرہ یاب ہوتے رہے، قطبیت و غوثیت کے اعلیٰ وارفع مقامات پر فائز ہوتے رہے، اہل جہاں کو انوار ولایت سے منور کرتے رہے، مگر ان سب کا فیض سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ ولایت سے بالواسطہ یا بلاواسطہ ماخوذ و مستفاد تھا۔ ولایت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی بھی بے نیاز اور آزاد نہ تھا۔ یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا تا آنکہ اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں آخری امام برحق اور مرکز ولایت کا ظہور ہوگا۔ یہ سیدنا امام محمد مہدی علیہ السلام ہوں گے جو بارہویں امام بھی ہوں گے اور آخری خلیفہ بھی۔ اُن کی ذات اقدس

میں ظاہر و باطن کے دونوں راستے جو پہلے جدا تھے مجتمع کر دیئے جائیں گے۔''

(القول المعتبر فی الامام المنتظر، ص ۱۷)

تنقیح وتنقید بر تحقیق طاہر القادری

خود ساختہ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری نے قرآن وحدیث پر مبنی کسی دلیل کے بغیر خلافت کو ظاہری و باطنی اور دینی کے نام سے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ یہ تقسیم من گھڑت اور خلافت عقیدہ اہل سنت و جماعت ہے۔ طاہر القادری کی اس خود ساختہ تقسیم میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے روحانی اور باطنی مقام و مرتبہ کا انکار ہے۔ پروفیسر طاہر (بظاہر) القادری حضرات شیخین رضی اللہ عنہ کی جناب میں گستاخی و بے ادبی کا مرتکب ہوا ہے۔ پروفیسر طاہر القادری نہ صرف حضرت شیخان (سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا عمر فاروق) رضی اللہ عنہما کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا ہے۔ بلکہ یہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا منکر اور گستاخ بھی ہے کیونکہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم کو خود اپنے اوپر فضیلت دی ہے اور یہ نام نہاد شیخ الاسلام سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ کی بات ماننے سے انکاری ہے۔ امام عبدالرزاق بن ہمام علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے:

قال أحمد بن الازهر: سمعت عبدالرزاق يقول: أفضل الشيخين بتفضيل علي اياهما على نفسه۔

(میزان الاعتدال، ج ۲:۲ ۶۱۲)

ترجمہ: احمد بن ازہر کہتے ہیں کہ میں امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ میں شیخین (سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا عمر فاروق) رضی اللہ عنہم کو اس لیے افضل قرار دیتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اپنے اوپر اُن کو فضیلت دی ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''حتی کہ عبدالرزاق جو اکابر شیعہ میں سے ہے کہتا ہے کہ:

أفضل الشيخين بتفضيل علی ایاهما علی نفسه والآلما فضلتها کفیٰ بی وِزرًا ان اُحبّه ثم اُخالفه۔

(مکتوبات امام ربانی جلد دوم حصہ چہارم دفتر اول مکتوب٢٦٦، ص٦٦٨)

ترجمہ: میں شیخین (حضرت ابوبکر وحضرت عمر) رضی اللہ عنہم کو اس لیے فضیلت دیتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اپنے اوپر اُن کو فضیلت دی ہے ورنہ میں اُن کو کبھی فضیلت نہ دیتا، مجھے یہی گناہ کافی ہوگا کہ میں اس کو (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) دوست رکھوں اور پھر اس کی مخالفت بھی کروں۔

جس گناہ کے ارتکاب سے حضرت امام عبدالرزاق علیہ الرحمۃ جیسے مائل بہ تشیع بزرگ ڈرتے تھے پروفیسر طاہر القادری جیسے خود ساختہ شیخ الاسلام دھڑلے سے اس گناہ کے مرتکب ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نافرمان ہونے کے باوجود اُن سے محبت کے دعویدار بھی ہیں۔

ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح روایات ''قران السّعدین فی اثبات افضلیت الشیخین'' میں نقل کر آئے ہیں، قندِ مکرر کے طور پر چند روایات دوبارہ نقل کی جاتی ہیں۔

حدیث1: اخرجه البخاری و ابوداؤد عن محمد بن الحنفیة قال قلت لابی ایّ النّاس خیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: ابوبکر، قال قلت ثم من قال: ثم عمر و خشیت ان یقوّل عثمان قلت ثم انت قال ما انا الارجل من المسلمین۔ ورواه ابن ابی شیبة۔

(الجامع الصحیح للبخاری، ج٣: ٤٠١، سنن ابی داؤد، ج٣: ٤٤١، باب فی التفضیل، مصنف ابن ابی شیبة، ج٧: ٤٧٣)

ترجمہ: امام ابوعبداللہ بخاری اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر شخص کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) امام محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا پھر کون ہے؟ فرمایا: عمر (رضی اللہ عنہ) محمد بن حنفیہ کہتے ہیں پھر میں ڈرا کہ اگر دریافت کروں پھر کون ہے تو آپ فرمائیں گے عثمان (رضی اللہ عنہ)

لہٰذا میں عرض گزار ہوا پھر آپ ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں اس حدیث امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

حدیث 2: اخرجه احمد عن علی رضی الله عنه قال كنت عند النبی صلی الله علیه وسلم فاقبل ابوبکر و عمر رضی الله عنهما فقال: یا علی هذان سيّد اكهول اهل الجنة و شبابها بعد النبیین و المرسلین۔

(مسند امام احمد، ج ۱: ۳۲۰، رقم ۶۰۲)

ترجمہ: مسند امام احمد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ سامنے سے ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! یہ دونوں حضرات انبیاء کرام و رسل عظام کو چھوڑ کر تمام جنتی بوڑھوں اور جوانوں کے سردار ہیں۔

حدیث 3 : اخرج ابو عمر فی الاستیعاب عن الحکم بن حجل قال قال علی لا یفضّلے احدٌ عَلے ابی بکر و عمر الاجلدته حد المفتری۔ اخرجه احمد فی فضائل صحابه عن حکم بن حجل قال سمعت عليّا رضی الله عنه لا اَجِدُ احدًا فضّلنی علی ابی بکر و عمر اِلا جلّدته حدّ المفتری ورواه الدارقطنی و البیهقی و احمد۔

(الاستیعاب، ص ۴۳۴، ازالة الخفاء، ج ۱، ص ۲۶۱،

فضائل صحابه امام احمد بن حنبل رقم ۴۹، ۳۸۷،

المؤتلف والمختلف للدارقطنی، ج ۳، ص ۹۲، الاعتقاد للبیهقی، ص ۳۵۸،

مکتوبات امام ربانی جلد دوم حصه چهارم دفتر اول، ص ۶۶۸)

ترجمہ: حافظ ابوعمر وابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاستیعاب'' میں حضرت حکم بن حجل سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص مجھے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم پر فضیلت دے گا میں اُس کو مفتری کی حد (یعنی اسی (۸۰) کوڑے) ماروں گا۔

اس حدیث کوامام احمد نے ''فضائل صحابہ'' میں، امام دارقطنی اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

حدیث4: اخرجه عبدالله بن احمد بن حنبل فی السنة عن ابراهیم قال ضرب علقمة هذا المنبر فقال: خطبنا علی عَلی هذا المنبر فحمد الله واثنی علیه ثم ذکر ماشاء الله اَن یّذکر ثم قال: الا انّه بلغنی انّ قومًا یفضلونی عَلی ابی بکرٍ و عمر و لو کنت تقدّمت فی ذلك لعاقبت فیه ولکن اکره العقوبة قبل التقدم من قال شیئًا من ذالك فهو مفتر علیه ما علی المفتری، خیر الناس کان بعد رسول الله ابوبکر ثم عمر ثم احد ثنا بعدهم احداثًا یقضی الله فیها۔ ورواه ابن ابی عاصم فی السنة۔

☆۔ اسناده صحیح

(السنة لعبدِاللّٰه بن احمد بن حنبل، رقم ۱۳۲۲،

السنة الابن ابی عاصم، رقم ۱۰۲۷)

ترجمہ: امام عبداللہ بن احمد بن حنبل اور امام ابن ابی عاصم نے حضرت امام ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے منبر پر چوٹ لگا کر بیان کیا کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اس منبر پر خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا: کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم سے افضل قرار دیتے ہیں، اور اگر مجھے (پہلے یہ خبر مل چکی ہوتی اور) میں اس کی ممانعت کا اعلان دے چکا ہوتا تو میں اس پر سزا دیتا لہٰذا اگر آج کے بعد میں یہ بات کسی سے سنوں گا تو وہ کہنے والا مفتری ہوگا اور اس پر مفتری کی سزا جاری ہوگی، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں بہترین اشخاص حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم ہیں، اس کے بعد اللہ بہتر جانتا ہے۔

حدیث5: واخرج الدارقطنی و ابن عساکر عن ابن ابی لیلی قال: قال علی: لایفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری۔

(الصواعق المحرقة، ص ٦٠)

ترجمہ: امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے کوئی شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم پر فضیلت نہ دے اگر کسی نے ایسا کیا تو اس پر مفتری (بہتان تراش) کی حد جاری ہوگی۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال الذہبی رحمۃ اللہ علیہ قد تواتر عن علی فی خلافتہٖ و کرسی مملکتہٖ و بین الجم الغفیر من شیعتہٖ انّ ابابکر و عمر افضل الامۃ ثم قال و رواہ عن علی کرم اللہ وجہہ نیف وّثمانون نفسًا وّعدّ منہم جماعۃ۔ ثم قال فقبح اللہ الرّافضۃ ما اجہلہم۔

(مکتوبات امام ربانی جلد دوم حصہ چہارم دفتر اول، ص۶٦٧)

ترجمہ: امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی خلافت و مملکت کے زمانہ میں اور آپ کے تابعداروں میں سے ایک جم غفیر کے درمیان یہ بات بطریق تواتر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم تمام اُمت سے افضل ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس بات کو سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے اسی (۸۰) سے کچھ زیادہ آدمیوں نے روایت کیا ہے اور ان میں سے ایک جماعت کا نام بھی لیا ہے، پھر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ رافضیوں کا بُرا کرے یہ کیسے جاہل ہیں۔ (کہ فرمان مولا علی رضی اللہ عنہ کو بھی نہیں مانتے)

مذکورہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ زبانی کلامی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دعویٰ کرنا اور آپ کے فرمان مبارک کو تسلیم نہ کرنا رافضیوں کا شعار ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر طاہر صاحب قادری کہلوانے کے باوجود سُنّی العقیدہ نہیں بلکہ تفضیلی رافضی ہے۔ پروفیسر طاہر القادری اور اس کے ہمنوا تفضیلی شیعہ حضرات اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں ہوتے تو ان کو مفتری کی حد (۸۰) کوڑے لگائے جاتے۔

پروفیسر طاہر القادری نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب پر

ایک کتاب ''القول الوثیق فی مناقب الصدیق'' کے نام سے لکھی ہے اور اس میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی روایات جن میں سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہم سے مولا علی رضی اللہ عنہ کو افضل قرار دینے پر حد مفتری لگنے کا بیان ہے کہ نقل کرنے سے احتراز کیا ہے اور اس کی وجہ اس کے باطن میں پوشیدہ رافضیت ہے۔ اس کتاب میں پروفیسر طاہر القادری نے احادیث صحیحہ سے جناب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے صدیق کا لقب آسمان سے نازل ہونا بیان کیا ہے اور ایک فصل کا عنوان ''قال الصحابۃ رضی اللہ عنہم انہ افضل الناس من الامۃ'' (قول صحابہ رضی اللہ عنہم۔ آپ رضی اللہ عنہ امت میں سب سے افضل ہیں) رکھا ہے اور اس فصل کے تحت دس (۱۰) احادیث نقل کی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جناب سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے بالترتیب ساری اُمت سے افضل ہونے کا بیان ہے۔ ان دس روایات میں سے تین روایات حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس اُمت میں سب سے بہتر ابوبکر اور اس کے بعد عمر ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

پروفیسر طاہر القادری نے دل پر پتھر رکھ کر ''قال الصحابۃ رضی اللہ عنہم انہ افضل الناس من الامۃ'' کے عنوان سے احادیث تو نقل کر دی ہیں مگر معًا اسے خیال آیا کہ اس سے تو میرے تفضیلی رافضی عقیدہ پر زد پڑنے کا اندیشہ ہے لہٰذا وضاحت کے عنوان سے لکھتا ہے۔

''یہاں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور دوسرے مقام پر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان پڑھ کر ان میں باہمی تضاد یا تناقض تصور نہیں کرنا چاہیے۔ دونوں کی فضیلتوں کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور جملہ اہل بیت اطہار کی فضیلت ان کے ذاتی مناقب، روحانی کمالات، نسبت قرابت اور شان ولایت ہے۔ جبکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت فرائض خلافت، اقامت دین اسلام اور امت کی ذمہ داریوں سے متعلق ہے (گویا آسمان سے صدیق کا خطاب ملنے کے باوجود سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ روحانی کمالات اور

شان ولایت سے محروم رہے) ائمہ نے فضیلت کی جو ترتیب قائم کی ہے وہ خلافت ظاہری کی ترتیب پر قائم ہے۔ ولایت باطنی جو کہ ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کے ذریعے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا ہوئی اس میں وہی یکتا ہیں۔ اس وجہ سے ولایت کبریٰ اور غوثیت عظمیٰ کے حامل افراد بھی آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ یہ دونوں فضیلتیں جدا جدا ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ فضائل ولایت، روحانی کمالات اور نسبت قرابت میں اہل بیت اطہار کے برابر کوئی نہیں ہوسکتا کیونکہ ان میں کئی ایسے خصائص ہیں جو صرف انہی کو حاصل ہیں کسی اور کو نہیں، ان میں موازنہ اور مقابلہ جائز نہیں۔''

(القول الوثیق، ص ٤١-٤٢، تالیف پروفیسر طاہر القادری)

پروفیسر طاہر القادری نے مذکورہ تحریر میں جو کچھ لکھا ہے اس میں قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہیں دی بلکہ یہ تحریر قرآن وحدیث کے خلاف ہے، میں محمد علی مصطفوی حنفی عرض کرتا ہوں کہ پروفیسر طاہر القادری کی ''السیف الجلی علیٰ منکر ولایۃ علی رضی اللہ عنہ'' ''القول المعتبر فی الامام المنتظر'' اور ''القول الوثیق فی مناقب الصدیق'' میں مندرج یہ تحریریں عقیدہ اہل سنت و جماعت سے مطابقت نہیں رکھتیں ان تحریروں میں تفضیلی شیعی عقیدہ کی ترجمانی ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایسی خلاف عقیدہ اہل سنت تحریروں سے پروفیسر طاہر القادری کا مقصد اپنے ادارہ منہاج کے لیے اور اپنے سیاسی عزائم کی تکمیل کے لیے حکومت ایران سے مالی مدد کا حصول ہو، کیونکہ جس طرح سعودی نجدی حکومت دنیا بھر میں پھیلے ہوئے اپنے ہم عقیدہ حضرات کو مالی طور پر نوازتی ہے اسی طرح حکومت ایران بھی شیعہ عقائد کے فروغ کے لیے اپنے ہمنواؤں کو مالی مدد فراہم کرتی ہے۔ ویسے بھی پروفیسر طاہر القادری صاحب نے جس قسم کا نیٹ ورک قائم کر رکھا ہے۔ اس کے لیے وسیع مالی وسائل کی ضرورت ہے، اس کی ایک جھلک اسلام آباد کی طرف مارچ اور سیاسی دھرنا کی شکل میں نظر آچکی ہے جس پر کروڑوں روپے صرف ہوئے، جبکہ پروفیسر صاحب کے ذرائع آمدن ان اخراجات سے مطابقت نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ دیکھئے کہ اُس نے پروفیسر طاہر القادری کے قلم سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے صدیق اور صدیق اکبر کے الفاظ لکھوائے ہیں جبکہ پروفیسر طاہر القادری نے صاحب علم ہونے کے باوجود مقام صدیق کے بارے میں تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے اور کتاب کے قاری کو دانستہ گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔لفظ صدیق بذات خود سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے باطنی مقام ومرتبہ کی نشاندہی کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔

(النساء:٦٩)

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا جو انبیاء کرام اور صدیق اور شہید اور صالح لوگ ہیں یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

علامہ عبدالرحمٰن بیضاوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"وهم الانبياء الفائزون بكمال العلم والعمل المتجاوزون حد الكمال فی درجة التكميل، ثم الصديقون الذين معدت نفوسهم تادة بمراتی النظر فحالحيح والآيات واخرىٰ بمعارج التصفية والرياضات الى اَوج العرفان حتٰى اطلعوا على الاشيا واخبرو اعنها علٰى ماهی عليها۔

(تفسير بيضاوی، ج١،ص٢٩٦)

ترجمہ: اور انبیاء کرام اپنے علم وعمل کے ساتھ تکمیل کے درجہ میں حدِ کمال سے بھی تجاوز کرتے ہوئے بلند تر مقام پر فائز ہیں۔انبیاء کرام کے بعد صدیقین ہیں تو یہ وہ ہستیاں ہیں جن کے نفوس قدسیہ براہین وآیات میں نگاہوں سے بلند تر مقام پر عروج کر گئے ہیں اور تصفیہ وریاضات میں انبیاء علیہم السلام کے بعد عرفان کی بلندی پر ان کا دوسرا بلند تر مقام ہے۔ یہاں تک کہ یہ اشیاء و اخبار پر مطلع ہو جاتے ہیں اور ان کی ماہیت کی خبر دیتے ہیں۔

علامہ محمود آلوسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ونقل بعض تلامذہ مولانا الشیخ خالد نقشبندی انه ترد یوما ان مراتب الکمل اربعة۔

نبوة: وقطب مدارها نبینا صلی الله علیه وسلم

ثم صدیقة: وقطب مدارها ابوبکر الصدیق رضی الله عنه

ثم شهادة: وقطب مدارها عمر الفاروق رضی الله عنه

ثم ولایة: وقطب مدارها علی کرم الله تعالٰی وجهه

(تفسیر روح المعانی جلد سوم جز دوم، ص٧٦)

ترجمہ: مولانا شیخ خالد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض شاگردوں نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک روز چار کامل مرتبوں کو مقرر کیا اور فرمایا:

پہلا کامل مرتبہ نبوت ہے اور نبوت کے قطب مدار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

دوسرا کامل مرتبہ صدیقیت ہے اور اس کے قطب مدار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

تیسرا کامل مرتبہ شہادت ہے اور اس کے قطب مدار سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

چوتھا کامل مرتبہ ولایت ہے اور ولایت کے قطب مدار سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

مولانا شیخ خالد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا کامل مرتبہ صدیقیت کو قرار دینا اور اس مرتبہ کا قطب مدار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرار دینا احادیث کے عین مطابق ہے۔

ا۔ اخرجه الترمذی عن انس حَدّثهم اَنّ رسول الله صلی الله علیه وسلم صعد أحدا و ابوبکر و عمر و عثمان فرجف بهم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اثبت اُحُدُ فانما علیك نبی و صدیقٌ و شهیدان۔ قال ابو عیسٰی هذا حدیث حسن صحیح۔

(الجامع الصحیح سنن ترمذی، ج٢:٨٣٢، رقم:٣٦٣٠)

ترجمہ: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ہمراہ اُحد پہاڑ پر چڑھے تو وہ حرکت کرنے لگا

(خوشی سے وجد میں آ گیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُحد ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۲۔ اخرجه الترمذی عن ابی هریرة رضی الله عنه أنّ رسول الله صلی الله علیه وسلم کان علی حراء هو و ابوبکر و عمر و علی و عثمان و طلحة و الزبیر فتحرکت الصغرة فقال النبی صلی الله علیه وسلم اهْدِ اِنّما علیك نبیٌّ أو صدیق أو شهید و فی الباب عن عثمان و سعید بن زید و ابن عباس و سهل بن سعد و انس بن مالك و هُریرة قال ابو عیسیٰ هذا حدیث صحیح۔

(الجامع الصحیح سنن ترمذی، ج۲، ص۸۳۱، رقم۳۶۲۹)

ترجمہ: جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حراء پر تشریف فرما تھے اور اُن کے ہمراہ حضرت ابوبکر، عمر، علی وعثمان وطلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم تھے، پس چٹان نے حرکت کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہر جاؤ تجھ پر نبی یا صدیق یا شہید ہیں۔ اس باب میں حضرت عثمان، سعید بن زید، ابن عباس، سہل بن سعد اور انس بن مالک اور بریدہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

ان دونوں صحیح روایتوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ صدیقیت پر فائز ہونا واضح ہے اور دیگر حضرات سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کو شہید قرار دیا گیا ہے جس کا مرتبہ صدیقیت کے بعد ہے۔

اب میں سیدنا ابوبکر صدیق کے مقام ومرتبہ کے بارے میں کچھ اکابر اولیاء اللہ کی تحقیقات نقل کروں گا جس سے ان کی شان ولایت کا پتہ چلتا ہے جبکہ پروفیسر طاہر القادری حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمیت خلفا ثلاثہ کے روحانی کمالات اور شان ولایت سے محروم رہنے کا گستاخانہ عقیدہ رکھتا ہے۔

امام ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی المکی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۸۶ھ کی تحقیق

”فهم ثلاث طبقات و كلهم مقربون سابقون۔ ايمان صديق منهم كاء يمان جميع الشهداء و ايمان شهيد كاء يمان كل الصالحين۔ وايمان كل صالح بمقدار ايمان الف مومن من عموم المسلمين۔“

(قوت القلوب، ج ۲، ص ۱٦٦–١٦٧)

ترجمہ: (اولیاء اللہ) کے تین طبقات ہیں (صدیقین، شہداء، صالحین) اور یہ تمام مقربین سابقین ہیں، ان میں ایک صدیق کا ایمان تمام شہداء کے ایمان کے برابر ہے اور ایک شہید کا ایمان تمام صالحین کے ایمان کے برابر ہے، اور ایک صالح کا ایمان ایک ہزار عام مسلمانوں کے ایمان کے برابر ہے۔

آگے لکھتے ہیں:

وليس فى الخلّة شريك لغير الخليل على خليله، ولأنها مفردة لفرده موحدة لواحد۔ ولو كان يصلح لها نظير و يوزر بهاوزير كا أحق الأمة بذلك الصديق، فقدأ عطاه تعالىٰ ثلاثًا لم يعطها غيره منها۔ انا روينا أن النبى صلى الله عليه وسلم قال له: ”ان الله عزوجل أعطاك مثل ايمان كل من آمن بى من امتى۔ وأعطانى مثل ايمان كل من آمن بى من ولد بنى آدم۔“ والحديث الثانى: ”أن الله تعالىٰ ثلاثمائة خلق، من لقيه بخلق منها مع التوحيد دخل الجنة۔“ فقال أبوبكر رضى الله عنه: يا رسول الله، هل فى منها خلق واحد؟ فقال: كلها فيك يا أبابكر، وأحبها الى الله عزوجل السخاء“ والحديث الثالث هوالمستفيض۔ رأيت ميزانًا دلى من السماء فوضعت فى كفة فرجعت بهم، ووضع أبوبكر فى كفة وجئ بامتى فوضعت فى كفة فرجعت بهم وليس بين الصديق و بين الرسول الا درجة النبوة۔

(قوت القلوب، ج ۲، ص ١٦٧)

ترجمہ: اور مقام خلت میں خلیل کے سوا کوئی اور اس کے خلیل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ شریک نہیں، اس لیے کہ یہ بالکل انفرادی حالت ہے، اگر اس مقام کی کوئی نظیر اور مثال ہوتی تو امت میں اس کے سب سے زیادہ حق دار حضرت (ابوبکر) صدیق رضی اللہ عنہ ہوتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے تین انعام عطا فرمائے جو کسی اور کو عطا نہیں فرمائے۔

(ان انعامات کے بارے میں) ایک روایت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مجھ پر ایمان لانے والے میری اُمت کے ہر فرد کے برابر ایمان عطا فرمایا ہے اور مجھے اولاد آدم کے مجھ پر ایمان لانے والے ہر فرد کے برابر ایمان عطا فرمایا، دوسری حدیث میں ہے۔ ''بے شک اللہ تعالیٰ کے تین سو خلق ہیں، جو کوئی توحید کے ہمراہ ان میں سے کسی ایک خلق کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملے گا، وہ جنت میں جائے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان میں سے کوئی خلق مجھ میں بھی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! یہ تمام (تین سو) خلق تمہارے اندر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ خلق سخاوت ہے۔

تیسری مشہور حدیث یہ ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ترازو آسمان سے لٹکتی ہوئی دیکھی، ایک پلڑے میں مجھے رکھا گیا تو میں سب پر بھاری ہو گیا (پھر) ایک پلڑے میں ابوبکر کو رکھا گیا، اور میری اُمت کو لا کر دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو ابوبکر ان سب سے بھاری ہو گیا۔ پس صدیق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں مگر درجہ نبوت کا فرق ہے۔''

شیخ الصوفیہ الامام الزاہد ابی نصر عبداللہ بن علی السراج الطوسی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۷۸ھ لکھتے ہیں:

''وقال أبوبكر الواسطي رحمة الله عليه: أول لسان الصوفية ظهرت في هذه الامة على لسان أبي بكر رضي الله عنه اشارة فاستخرج منها أهل الفهم لطائف توسوس فيها العقلاء۔''

(اللمع فى تاريخ التصوف الاسلامى، ص١١٦، كتاب الصحابة)

ترجمہ: حضرت ابوبکر الواسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس اُمت میں وہ پہلی شخصیت جنہوں نے اشارے میں صوفیہ کی بولی سے کام لیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں چنانچہ صوفیہ کرام نے اسی بولی سے وہ لطائف پیدا کیے جن کی وجہ سے بڑے بڑے عقل مند حیرت زدہ ہوکر رہ گئے ہیں۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

لان النبی صلی الله علیه وسلم أعلم بالله من ابی بکر رضی الله عنه، و ابوبکر رضی الله عنه اقوی ایماناً من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

(اللمع، ص۱۱۷)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی معرفت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ رکھتے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے سب سے زیادہ قوی ایمان کے مالک تھے۔

امام الصوفیہ شیخ ابی نصر عبداللہ بن علی السراج الطّوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وأما الباطن فنبدأ بمابدأ به صلی الله علیه وسلم بقوله: اقتدو باللذین من بعدی ابی بکر و عمر رضی الله عنهما۔ فنبد ابابی بکر ثم من بعد ابی بکر بعمر۔

(اللمع، ص۱۱۵)

ترجمہ: رہی (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی باطنی اقتداء تو ہم بھی اس سلسلے میں ابتداء اسی شخصیت سے کر رہے ہیں جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد مبارک میں اولیت دی ہے۔

''میرے بعد حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرتے رہنا۔''

چنانچہ ہم بھی سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ابتداء کر رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء باطن کا ذکر کریں گے۔

امام اولیاء سیدنا علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

''منهم شیخ الاسلام و بعد انبیاء بهترین انام که خلیفه پیغمبر صلی الله علیه وسلم بود و امام وحید اهل تجرید و پیشوای ارباب تفرید و از

آفات نفسانی بعید ابوبکر عبداللہ بن عثمان الصدیق رضی اللہ عنہ۔"

(کشف المحجوب، ص۵۶، مطبوعہ تصوف فاؤنڈیشن لاہور)

ترجمہ: ان میں سے شیخ الاسلام، بعد از انبیاء کرام علیہم السلام مخلوق میں سب سے بہترین کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں، آپ تارکان دنیا کے سردار صاحبان خلوت کے رہنما، آفات انسانی سے دور سیدنا ابوبکر عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مقدم ہمہ خلائق است از پس انبیاء و روا نبا شد کہ کسی قدم پیش وی نہد کہ او مقدم گردانید .... از بعد آنکہ امام دین عامۂ مسلمانان و امام خاص اہل طریقت وی است رضی اللہ عنہ۔"

(کشف المحجوب، ص۵۷،۵۸)

ترجمہ: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ساری مخلوق سے افضل ہیں اور یہ جائز نہیں کہ کوئی اُن سے آگے قدم رکھے کہ اسے مقدم گردانا جائے............ اور آپ دین میں تمام مسلمانوں کے امام عام ہیں اور اہل طریقت کے آپ امام خاص ہیں۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

شیخ اکبر علیہ الرحمۃ فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں:

ولکن الاقطاب المصطلح علی ان یکون ذلك الاسم مطلقا من غیر اضافة لایکون منهم فی الزمان الا واحد وهوا لغوث ایضا وهو من المقربین سید زمانه و منهم یکون ظاهر الحکم و یحوز الخلافة الظاهرة کما حازا الخلافة الباطنة من جهة المقام کابی بکر و عمر و عثمٰن و علیٍ و الحسن و معاویة بن یزید و عمر بن عبدالعزیز والمتوکل و منهم من له الخلافة الباطنة خاصة ولاحکم فی الظاهر کاحمد بن هارون السبطی و کابی یزید بسطامی واکثر الاقطاب لاحکم لهم فی الظاهر رضی

الله عنهم الائمة ولايزيدون فی كل زمان على اثنين لا ثالث لهما الواحد عبدالرب والآخر عبدالملك والقطب عبدالله قال تعالٰی وانه لما قام عبدالله يعنی محمد صلی الله عليه وسلم فلكل رجل اسم الهی يخصه به يدعی عبدالله ولو كان اسمه ما كان فالاقطاب كلهم عبدالله والائمة فی كل زمان عبدالملك و عبدالرب وهما اللنان يخلفان القطب اذمات وهما للقطب بمنزله الوزيرين الواحد منهم مقصور على مشاهدة عالم الملكوت والآخر مع الملك۔

(فتوحات مكيه، ج ۲، ص ٤٥٥)

ترجمہ: لیکن اصطلاحی اقطاب کہ ان پر یہ نام بلا اضافت بولا جائے تو ان میں سے ایک زمانے میں صرف ایک ہی ہوگا اور یہی غوث ہے۔ یہ اللہ کے مقربین میں سے اپنے زمانے کا سردار ہے، بعض ان میں سے ایسے ہیں جن کا حکم ظاہر ہوتا ہے اور خلافت باطنیہ اور ظاہر یہ اپنے مقام و مرتبے کے سبب جمع کر لیتا ہے، جیسے ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن بن علی، معاویہ بن یزید اور عمر بن عبدالعزیز اور متوکل (رضی اللہ عنہم) اور ان میں سے بعض کے لیے خلافت باطنیہ ہوتی ہے ان کے لیے ظاہر میں حکم نہیں ہوتا جیسا کہ احمد بن ہارون رشید السبطی اور بایزید بسطامی (رضی اللہ عنہم)۔ اکثر اقطاب کے لیے ظاہری حکومت نہیں ہوتی اولیاء کرام سے ائمہ ہیں جو ہر زمانے میں صرف دو ہوتے ہیں ان کے ساتھ کوئی تیسرا نہیں ہوتا، ایک کا نام عبدالرب اور دوسرے کا نام عبدالملک ہوتا ہے، اور قطب کا نام اپنے مقام کے اعتبار سے عبداللہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وانہ لما قام عبداللہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پس ہر آدمی کے لیے مخصوص اسم الٰہی ہے، قطب کو اپنے مقام کے لحاظ سے عبداللہ کہا جائے گا خواہ اس کا کوئی بھی نام ہو، پس اقطاب سارے کے سارے عبداللہ ہیں اور ائمہ ہر زمانے میں عبدالملک اور عبدالرب ہیں اور یہی دونوں قطب کے فوت ہونے پر اس کے خلیفہ بنتے ہیں اور یہ دونوں قطب کے لیے بمنزلہ وزیر ہیں۔ ایک عالم ملکوت کے مشاہدہ میں مصروف ہے اور دوسرا عالم ملک کے مشاہدہ میں مشغول۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" وذکر الشیخ فی الباب الثالث والستین وأربعمائة : أن کل قطب یمکث فی العالم الذی ہوفیہ علی حسب ماقدر اللہ عزوجل ثم تنسخ دعوتہ بدعوۃ أخری کما تنسخ الشرائع بالشرائع وأعنی بالدعوۃ مالذلك القطب من الحکم والتاثیر فی العالم فمن الاقطاب من یمکث فی قطبیتہ الثلاث والثلاثین سنۃ وأربعۃ أشہر و منہم من یمکث فیہا ثلاث سنین و منہم و منہم کما یؤید ذلك مدۃ خلافۃ أبی بکر و عمر و عثمان و علی فانہم کانوا أقطابًا بلاشك انتہی۔"

(الیواقیت والجواہر، ج ۲، ص ۳۴۰)

ترجمہ: اور شیخ (محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ) نے (فتوحات مکیہ) ۴۶۳ ویں باب میں ذکر کیا ہے کہ ہر قطب اس جہان میں جس میں وہ ہے اسی قدر ٹھہرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے پھر اس کی دعوت دوسری دعوت کے ساتھ منسوخ ہو جاتی ہے جس طرح کہ ایک شریعت دوسری شریعت کے ساتھ منسوخ ہوتی ہے، اور دعوت سے میری مراد وہ حکم اور تاثیر فی العالم ہے جو اس قطب کے لیے متعین ہے۔ تو اقطاب میں سے کوئی اپنی قطبیت میں ۳۳ سال ۴ ماہ ٹھہرتا ہے تو کوئی تین سال اور اسی طرح کوئی کتنی مدت جیسے کہ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان اور علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہم) کی خلافت کی مدت اس کی تائید کرتی ہے۔ یہ حضرات بلاشک وشبہ اقطاب تھے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

" وکذلك الامامان لکل واحد منہما اسم یخصہ ینادی بہ کل امام فی وقتہ ہناك فالامام الایسیر عبدالملك والامام لایمن عبدربہ وہما للقطب وزیران فکان ابوبکر رضی اللہ عنہ عبدالملك وکان عمر عبد ربہ فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ان موت صلی اللہ علیہ وسلم فسمی ابوبکر عبداللہ و سمی عمر

عبدالملك و سمی الامام الذی ورث مقام عمر عبد ربه ولایزال الامرذلك یوم القیامة۔"

(فتوحات مکیه، ج ۲، ص ۵۷۱)

ترجمہ: اور یونہی امامین میں سے ہر ایک کا مخصوص نام ہے جس نام سے اسے اپنے وقت میں مقام کے اعتبار سے بلایا جائے گا۔ پس امام یسار عبدالملک اور امام یمین عبدالرب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عبدالملک اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ عبدالرب تھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام عبدالملک ہو گیا اور جو امام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقام کا وارث بنا (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) اس کا نام عبدالرب رکھا گیا، یہ امر اسی طرح قیامت تک جاری رہے گا۔

عارف باللہ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

لکھتے ہیں:

المبحث الثالث والاربعون: فی بیان أنّ افضل الاولیاء المحمدیین بعد الانبیاء والمرسلین أبوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنهم اجمعین۔

(الیواقیت والجواہر، ج ۲، ص ۳۲۸)

ترجمہ: تینتالیس (۴۳) ویں بحث: اس بیان میں کہ انبیاء کرام اور رُسل عظام کے بعد اولیاء محمدیین میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر ہیں، پھر سیدنا عمر، پھر سیدنا عثمان اور پھر سیدنا علی ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

الامام المحقق علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

الصدیقون رضی اللہ عن الجمیع: "ولاه، بالصدیة": قال اللہ تعالیٰ: ﴿ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا

بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ﴾ (الحديد:١٩) فالصديق من آمن، بالله و برسله عن قول المخبر، لاعن دليل سوى النور الايمانی يجده الذی فی قلبه المانع له من تردد أوشك يدخله فی قول المخبر الرسول وليس بين النبوة التی هی نبوة التشريع و بين الصديقية مقام ولا منزلة، فمن تخطى رقاب الصديقين وقع فی النبوة ومن ادعی نبوة التشريع بعد محمد صلى الله عليه وسلم فقد كذب و كفر بما جاء به الصادق رسول الله صلى الله عليه وسلم غير أن ثم مقام القربة فوق الصديقية و نبوة التشريع۔ قال سيدی محی الدين رضی الله عنه وهذا المقام الذی أثبتناه بين الصديقية و نبوة التشريع هو مقام القربة وهو للأفراد وهو دون نبوة التشريع فی المنزلة عندالله ، وفوق الصديقية فی المنزلة عند الله تعالٰی هو المشار اليه بالسر الذی وقرفی صدر أبی بكر الصديق ففضل به الصديقين؛ فليس بين أبی بكر و رسول الله صلى الله عليه وسلم رجل ، لأنه صاحب صديقية و صاحب سرّ۔

(جامع كرامات الأولياء للنبهانی، ج ١، ص٧٢-٧٣، دارالكتب العلميه بيروت)

ترجمہ: صدیقین رضی اللہ علیہم اجمعین: اللہ تعالیٰ نے انہیں ولایت صدیقیت عطا فرمائی ہوئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔''اور جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے'' (الحدید:١٩) صدیق وہ ہوتا ہے جو مخبر صادق علیہ السلام کی خبر پا کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتا ہے، اس کے پاس دلیل صرف نور ایمان ہوتی ہے یہ دلیل اس کے دل کی گہرائیوں سے اُٹھتی ہے اور ہر قسم کے شکوک تر ددات کو جو خبر دینے والے رسول کے قول میں پیدا ہو سکتے ہیں کاٹ کر رکھ دیتی ہے، یہ مقام اتنا بلند ہے اتنا بلند ہے کہ نبوت تشریعی اور صدیقیت میں کوئی اور مرتبہ حائل نہیں ہے۔ ادھر صدیقوں کی بلند و بالا شخصیت سے آدمی آگے بڑھا اور ادھر مقام نبوت کے قصر رفیع میں داخل ہو گیا، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت تشریعی کا داعی تو کاذب (جھوٹا) ہے وہ یہ دعویٰ کر کے صادق و مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

تکذیب کا مرتکب ہوتا ہے، ہاں یہ یاد رہے کہ مقام صدیقیت سے اوپر اور مقام نبوت تشریعی سے نیچے ایک مقام قربت ضرور ہے۔ حضرت شیخ اکبر سیدی محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ مقام قربت کا مقام جو افراد کو عطا ہوتا ہے یہ نبوت تشریعی سے تو عند اللہ نیچے ہے لیکن مقام صدیقیت سے اوپر ہے یہ وہ مقام ہے جسے لفظ سِرّ (بھید) سے تعبیر کیا گیا ہے یہی سر قلب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ میں سکونت پذیر ہوا تو وہ سب صدیقوں سے افضل قرار پائے، اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان اور کوئی صاحب مقام آدمی حائل نہیں کیونکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مقام صدیقیت اور مقام سر دونوں کے جامع ہیں۔

میں انہی حوالہ جات پر اکتفا کرتا ہوں کہ اگر تمام اولیاء اللہ کی کتب سے حوالہ جات نقل کئے جائیں تو بات طویل ہو جائے گی میں نے اکابر علماء اسلام و محقق صوفیاء عظام رضی اللہ عنہم کی کتابوں سے جو تحقیقات نقل کی ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی خلافتوں کے جامع تھے۔ جبکہ نام نہاد شیخ الاسلام طاہر القادری خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کو صرف ظاہری خلافت قرار دے کر اور اس کا دائرہ صرف فرش تک محدود کر کے ان حضرات کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا ہے۔ نیز اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

''یہ سیدنا امام محمد مہدی ہوں گے جو بارھویں امام بھی ہوں گے اور آخری خلیفہ بھی۔ اُن کی ذات اقدس میں ظاہر و باطن کے دونوں راستے جو پہلے جُدا تھے مجتمع کر دیئے جائیں گے۔''

(القول المعتبر فی الامام المنتظر، ص۱۷ از طاہر القادری)

پروفیسر طاہر القادری کا یہ قول مسلک اہل سنت و جماعت سے اس کے انحراف کا واضح ثبوت ہے۔ میں پیچھے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کر آیا ہوں کہ:

" ومنهم من يكون ظاهر الحكم و يحوز الخلافة الظاهرة كما حاز الخلافة الباطنة من جهة المقام كابي بكر و عمر و عثمان و علي و الحسن و معاوية بن يزيد و عمر بن

عبدالعزیز والمتوکل۔"

(فتوحات مکیہ، ج ۲)

ترجمہ: اور ان (اقطاب) میں سے بعض وہ ہیں جن کا حکم ظاہر ہوتا ہے اور وہ خلافت باطنیہ اور خلافت ظاہریہ اپنے مقام اور مرتبے کے سبب جمع کر لیتے ہیں جیسے سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی، سیدنا علی المرتضیٰ، سیدنا حسن بن علی المرتضیٰ، سیدنا معاویہ بن یزید، سیدنا عمر بن عبدالعزیز اور سیدنا متوکل (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

شیخ اکبر سیدنا محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحقیق کی جید علماء اسلام میں سے کسی نے مخالفت نہیں فرمائی جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شیخ اکبر کی اس تحقیق سے متفق ہیں، اس تحقیق سے صاف ظاہر ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ خلافت ظاہری و باطنی جمع کرنے والے پہلے شخص نہیں ہوں گے جیسا کہ پروفیسر طاہر کا عقیدہ ہے بلکہ اس سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی، سیدنا علی المرتضیٰ، سیدنا حسن بن ابی طالب، سیدنا معاویہ بن یزید، سیدنا عمر بن عبدالعزیز اور سیدنا المتوکل رضی اللہ عنہم اجمعین بھی ظاہری اور باطنی دونوں خلافتوں کے حامل تھے نہ صرف سیدنا محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ بلکہ ان سے متقدم اور متاخر تمام اولیاء اللہ کی تحریریں بھی یہ ترجمانی کرتی ہیں، خلفاء ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین بھی ظاہری و باطنی دونوں خلافتوں کے جامع تھے اور اولیاء اللہ کو ان سے روحانی فیض ملتا ہے۔

اپنے وقت کے القطب الغوث الجامع سیدنا ابوالحسن الشاذلی رضی اللہ عنہ کے بارے میں عارف باللہ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" وقیل لہ مرۃ من شیخک فقال کنت انتسب الی الشیخ عبدالسلام بن مشیش، وانا الآن لا انتسب الی أحد بل اعوم فی عشرۃ ابحر محمد، وأبی بکر، وعمر، وعثمان، وعلی، وجبرائیل، ومیکائیل، وعزرائیل، واسرافیل، والروح الاکبر۔

(الطبقات الکبری لامام شعرانی، ص ۲۹۳، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت)
ترجمہ: ایک دفعہ حضرت قطب الاقطاب غوث الاعظم سیدنا ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا آپ کا شیخ کون ہے؟ فرمایا: پہلے میں شیخ عبدالسلام بن مشیش رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب تھا، لیکن اب میں کسی کی طرف منسوب نہیں ہوتا بلکہ دس سمندروں سے سیراب ہوتا ہوں، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علی (رضی اللہ عنہم اجمعین)، حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل، حضرت عزرائیل، حضرت اسرافیل (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور روح اکبر۔

حضرت محمد یحییٰ تادنی رحمۃ اللہ علیہ ''قلائد الجواھر'' میں لکھتے ہیں:

''شیخ ابن ہوارا ابتدائی دور میں بطائح کے راستہ میں ڈاکہ زنوں کے سردار تھے، لیکن ایک رات انہوں نے کسی عورت کو اپنے شوہر سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اسی جگہ پڑاؤ ڈال دو تا کہ ابن ہوارا کے ظلم وستم سے بچ جائیں، کیونکہ آگے ڈاکوؤں کا مسکن ہے۔ یہ آواز سن کر آپ کو ایسی نصیحت ہوئی کہ آپ نے رو کر کہا: ''لوگ مجھ سے اس درجہ خائف رہتے ہیں، لیکن میں اللہ تعالیٰ سے ذرہ برابر خوف نہیں کرتا۔'' اسی وقت آپ نے رہزنی سے توبہ کر لی اور اس مقام کو چھوڑ کر صدق دل سے متوجہ الی اللہ ہو گئے اور اپنے دور کے مشہور و معروف بزرگ ہوئے۔ اُسی شب آپ کو خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کی زیارت ہوئی تو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھ کو خرقہ پہنا دیجئے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''اے ہوارا میں تیرا نبی ہوں اور یہ تیرا شیخ ہے۔'' پھر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوبکر صدیق کو حکم دیا کہ ''اُس کو خرقہ پہنا دو'' چنانچہ انہوں نے آپ کو ایک خرقہ اور ایک رومال دیا اور سر پر دست شفقت رکھ کر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تجھ کو برکت عطا فرمائے''، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوبکر (بن ہوارا) تم عراق میں اہل طریقت کی سنت کو زندہ کرو گے۔ یہاں ابن ہوارا کے درس سے بڑے بڑے حقائق قائم ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہوں

گے، اور اس کی مشیخت تا حشر قائم رہے گی۔''

شیخ ابن ہوارا کہتے ہیں۔

''جب اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں نے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا دیا ہوا خرقہ اور رومال اپنے پاس پایا، اور اس وقت منادی ہو رہی تھی کہ ابن ہوارا واصل الی اللہ ہو گئے۔''

(قلائد الجواہر اردو ترجمہ، ص ۲۶۹ تا ۲۷۱)

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ اکابر اولیاء اللہ حضرات سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم سے بھی باطنی فیض حاصل کرتے ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فیض سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بھی جاری و ساری ہے۔ یہ تمام حقائق پروفیسر طاہر القادری کے باطل نظریہ کی تردید کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروق اعظم اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم صرف سیاسی ظاہری سلطنت کے خلیفہ ہیں باطنی کے نہیں۔

اب میں آتا ہوں امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''تفہیمات الالہیہ'' میں مذکور عبارت کی طرف، شاہ صاحب سے منسوب عبارت میں ہے۔

''پس وارث آنحضرت هم بسه قسم منقسم اند فوراثه الذین اخذوا والحکمة والعصمة والقطبیة الباطنیة، وهم اهل بیت و خاصة.''

(تفهیمات الالهیه)

ترجمہ: پس آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے حاملین تین طرح کے ہیں ایک وہ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حکمت وعصمت اور قطبیت باطنی کا فیض حاصل کیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور خواص ہیں۔

پروفیسر طاہر القادری نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب عبارت کو بنیاد بنا کر رافضیت کی تائید میں کئی منزلہ عمارت تعمیر کر دی ہے۔ میں نے اس عبارت کو بار بار اس لیے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کردہ قرار دیا ہے کہ یہ عبارت جس

کتاب میں مذکور ہے اس کتاب کی عبارتوں میں بدمذہبوں نے ردوبدل کردیا ہے۔

مولانا محمد تقی انور علوی صاحب مترجم ''القول الجلی فی ذکر آثار الولی'' مولفہ حضرت مولانا محمد عاشق پھلتی رحمۃ اللہ علیہ (یہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے بڑے خلفاء میں سے ہیں) میں عرض مترجم کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''حضرت کی تصانیف تفہیمات الٰہیہ و حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ میں جو تحریفات و الحاقات (متعلق بہ عقائد) کئے گئے اس کی نشاندہی تقریباً ایک صدی قبل ہی حضرت کے حفید سعید مولوی سید ظہیر الدین احمد ولی اللہی نے کی تھی اور لوگوں کو اس فریب مسلسل سے آگاہ ومتنبہ کردیا تھا۔''

(القول الجلی فی ذکر آثار الولی، ص ۱۰۵)

شیخ المنہاج کے ''تفہیمات الالٰہیہ'' کی عبارت سے استدلال پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت علامہ مفتی محمد فضل رسول سیالوی دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں:

''شیخ المنہاج نے خلافت کو بغیر کسی شرعی دلیل کے محض اٹکل پچو سے اس طرح تین قسموں میں منقسم کرکے اس کا ملبہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر ڈالنا چاہا اور ان کی طرف منسوب ایک عبارت اپنی تائید میں پیش کی۔

ہم کہتے ہیں کہ اول تو یہ عبارت رافضیوں کا الحاق ہے، اگر اس عبارت کو الحاقی نہ بھی کہا جائے تو شیخ المنہاج کے مزعومہ مقصد سے کوسوں دور ہے کیونکہ اس کا اصل مقصد تو مولا علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل ثابت کرنا ہے اور یہ عبارت آپ کی خلافت بلافصل پر نہ صراحتاً دلالت کرتی ہے اور نہ اشارتاً اور فقیر نے اس عبارت کے الحاقی ہونے کی طرف اشارہ اس لیے کیا ہے کہ عبارۃ امام کے معصوم ہونے پر صراحتاً دلالت کرتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ کی طرف سے الحاق ہے کیونکہ امت مرحومہ میں سے کسی بھی فرد بشر کا یہ عقیدہ نہیں کہ امام معصوم ہوتا ہے۔ حتی کہ شاہ صاحب کا بھی یہ عقیدہ نہیں۔ عصمت صرف اور صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے۔''

(ضرب ختنین بر منکر افضلیت شیخین، ص ۱۲-۱۳)

حضرت علامہ مفتی محمد فضل رسول سیالوی صاحب نے درست فرمایا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب عبارت کو اگر الحاقی نہ بھی مانا جائے تو بھی اس عبارت کا مطلب شیخ المنہاج کے مزعومہ مقصد سے کوسوں دور ہے۔ یہ اس عبارت سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت باطنی بلا فصل ثابت کرنا چاہتا ہے مگر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب اس عبارت میں اس پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کہتے ہیں:

''ایک وہ ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حکمت و عصمت اور قطبیت باطنی کا فیض حاصل کیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور خواص ہیں۔''

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قطبیت باطنی کا فیض حاصل کرنے والے اکیلے مولا علی رضی اللہ عنہ ہی نہیں ہیں بلکہ اہل بیت اور خواص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قطبیت باطنی کا فیض حاصل کیا ہے۔ اس عبارت میں اہل بیت اور خواص کا ذکر ہے آیئے حدیث مبارکہ کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ خواص کون ہیں۔

۱۔ وعن عبداللہ بن مسعود، أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان لکل نبی خاصۃ من أمتہ وان خاصتی من اصحابی أبوبکر و عمر۔ رواہ الطبرانی

(مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۹، رقم ۱٤۳٥۰، الصواعق المحرقۃ، ص۷۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کی امت میں کچھ خاص لوگ ہوتے ہیں۔ میرے اصحاب میں خاص لوگ ابوبکر اور عمر ہیں۔'' رضی اللہ عنہم

۲۔ اخرج ابن عساکر عن ابی ذر أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان لکل نبی وزیرین وزیر ای وصاحبای أبوبکر و عمر۔

(الصواعق المحرقۃ، ص۷۸، رقم ۸٤)

ترجمہ: امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے دو وزیر ہوتے ہیں میرے وزیر اور ساتھی ابوبکر اور عمر ہیں۔ رضی اللہ عنہما

ان دونوں احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے خواص ہیں اور حکمت وعصمت اور قطبیت باطنی کے فیض کے وارث ہیں۔

دوسری وراثت کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وورائه الذين اخذو الحفظ والتلقين والقطبية الظاهرة الارشادية، هم أصحابه الكبار كالخلفاء الاربعة و سائر العشرة۔

(تفہیمات الالٰہیہ)

ترجمہ: دوسرا طبقہ وہ ہے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حفظ وتلقین اور رشد وہدایت سے متصف قطبیت ظاہری کا فیض حاصل کیا، وہ آپ کے صحابہ کبار رضی اللہ عنہما جیسے خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب عبارت سے واضح ہوا کہ وراثت محمدی کی تین اقسام میں سے پہلی دونوں قسموں کا فیض شیخین رضی اللہ عنہم کو حاصل ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی مقام ومرتبہ کے لحاظ سے پہلی دونوں قسموں کے فیض کے حاصل ہیں۔ پہلی دونوں قسموں کا فیض حاصل کرنے والوں کو تیسری قسم کا فیض خود بخود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہے کیونکہ تیسری قسم کے فیض کے حامل ان سے نچلے درجہ کے صحابہ کرام ہیں رضی اللہ عنہم۔ تو شاہ صاحب کی منشاء ومراد کے خلاف نتیجہ اخذ کر کے خلافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری وباطنی میں تقسیم کر کے خلفاء ثلاثہ حضرات سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو باطنی خلافت سے محروم قرار دینے والا شیخ التفضیلیہ الرافضیہ تو ہوسکتا ہے اہل سنت وجماعت

ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس کا قادری کہلانا محض دھوکا ہے۔ اے سُنّی مسلمان اقادریت کا لبادہ اوڑھے ہوئے رافضی شیخ کے شر سے بچ یہ لفظوں کے ہیر پھیر سے تیرا عقیدہ افضلیت شیخان بر جمیع الناس بعد انبیاء والمرسلین تجھ پر مشتبہ کر کے تجھے راہ راست سے بھٹکانا چاہتا ہے۔ اس کے پاس لفظوں کے ہیر پھیر کے علاوہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شیخین رضی اللہ عنہم سے افضل قرار دینے کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ دلیل قرآن وحدیث سے دی جاتی ہے خود ساختہ دلیلوں پر عقیدہ کی بنیاد رکھنا محض گمراہی ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ پروفیسر طاہر القادری کو حق کی طرف رجوع کرنے اور اکابر علماء اسلام کے عقیدہ کے مطابق عقیدہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ پروفیسر طاہر القادری سے تفضیلی شیعی عقیدہ میں موافقت رکھنے والے اہل علم حضرات کو بھی مسلک حق اہل سنت وجماعت کی طرف لوٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❖❖❖

تفضیلی شیعی علماء کے دلائل کا اجمالی جائزہ

تفضیلی شیعی حضرات جنہوں نے عہد حاضر میں اہل سنت و جماعت کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل قرار دیتے ہیں جبکہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم قرآن و حدیث کی روشنی میں انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ تمام لوگوں سے افضل ہیں ان کے بعد جمہور اہل سنت کے نزدیک سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے افضل ہیں اور اُن کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ چونکہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرات سیدنا ابوبکر صدیق و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم ان سے افضل ہیں تو ان کے عقیدے کی عمارت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرمان مبارک سے زمین بوس ہوجاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ نافرمان فرقہ اپنے عقیدے کے اثبات پر چند دلائل دیتا ہے۔ اب ہم ان کے چند دلائل کو نقل کر کے ان کا اجمالی جائزہ لیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ ان دلائل سے مولا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے افضلیت نہیں۔ تفضیلی شیعی حضرات فضیلت اور افضلیت میں فرق نہیں کرتے لہٰذا ٹھوکر کھاتے ہیں۔

تفضیلی شیعی حضرات کی پہلی دلیل۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اول اسلام ہیں

۱۔ حدیث میں ہے۔ عن زید بن ارقم قال: اول من صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی رضی اللہ عنہ۔

(شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ للنسائی، ص ۳۷)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی وہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

۲۔ عن زید بن ارقم قال: اول من اسلم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن

ابی طالب رضی الله عنه۔

(شرح خصائص علی للنسائی، ص۴۲)

ترجمہ: زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا وہ سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

وجہ استدلال: چونکہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سب سے اول دولت ایمان سے مشرف ہوئے لٰہذا وہ سب سے افضل ہیں۔

دلیل کا جائزہ

یہ دونوں روائتیں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ پر موقوف ہیں۔ یہ بات تفضیلی شیعی حضرات اور اہل سنت و جماعت کے مابین متفق علیہ ہے کہ اُم المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو علی الاطلاق سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف حاصل ہے۔

قاری ظہور احمد فیضی لکھتا ہے۔

''محدثین اور شارحین کرام رحمۃ اللہ علیہم کی اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ اُمت میں مطلقاً سب سے پہلے جس انسان کو اسلام اور نماز کی سعادت حاصل ہوئی وہ اُم المومنین سیدتنا و مولاتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں اور سب سے پہلے جس مذکر کو اظہار اسلام اور نماز کی سعادت حاصل ہوئی وہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔''

(شرح خصائص علی رضی اللّٰہ عنه، ص۴۰)

قاری ظہور احمد فیضی تفضیلی شیعی کی تحقیق سے ظاہر ہوا کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والا اور سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے والا قرار دیا اس سے سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی ال عنہا کے سب سے پہلے اسلام لانے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے کی نفی نہیں ہوتی۔ اسی طرح ان روائیتوں سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سب سے پہلے

اسلام لانے اور سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے والی روایات کی نفی نہیں کی جا سکتی۔ چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

حدیث 1: وقال شعبة عن عمرو بن مره عن ابی حمزة عن زيد بن ارقم قال: اول من صلى مع النبی صلی الله علیه وسلم ابوبکر الصديق۔ رواه احمد و الترمذی والنسائی من حديث شعبة وقال الترمذی حسن صحيح۔ وقال السيوطی اخرجه ابن ابی خثيمه بسند صحيح عن زيد بن ارقم۔

(تاريخ الخلفاء، ص ۳۳، البداية والنهاية، ج ۲، ص ۳۶۶)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔ اس روایت کو امام احمد، ترمذی اور نسائی نے شعبہ کے طریق سے بیان کیا ہے امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں فرمایا کہ امام ابن ابی خثیمہ نے تاریخ میں اس حدیث کو سند صحیح کے ساتھ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔

حدیث 2: اخرج ابن عساكر من طريق الحارث عن علی رضی الله عنه، قال: اول من سلم من الرجال ابوبکر۔

(تاريخ الخلفا للسيوطی، ص ۳۳

ترجمہ: امام ابن عساکر نے حارث کے طریق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

حدیث 3: عن محمد بن كعب ان اول من اسلم من هذه الامة برسول الله صلی الله عليه وسلم خديجة و اول رجلين اسلما ابوبکر صديق و علی وان ابابکر اول من اظهر اسلامه۔

(فضائل الصحابة لامام احمد بن حنبل، ج ۱، ص ۲۲۶،

القول الوثيق از طاہر القادری، ص ۱۹)

ترجمہ: حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اُمت میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والی ہستی اُم المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں اور مردوں میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں لیکن اپنے اسلام کا اعلان سب سے پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا۔

تفضیلی شیعی صاحبان غور کرو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اول اسلام ہونے کی گواہی خود مولا علی رضی اللہ عنہ دے رہے ہیں اور سب سے پہلا نمازی اور اول الاسلام ہونا سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کر رہے ہیں۔

قاری ظہور احمد فیضی تفضیلی شیعی نے لکھا ہے "اور سب سے پہلے جس مذکر کو اظہار اسلام...... کی سعادت حاصل ہوئی وہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

(شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ، ص ٤٠)

اللہ تعالیٰ نے اس دعوے کی تردید ایک دوسرے تفضیلی شیعی پروفیسر طاہر القادری کے قلم سے کروادی۔ پروفیسر طاہر القادری نے "القول الوثیق" میں حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔

" وان ابابکر اول من اظهر اسلامه۔"

(القول الوثیق، ص١٩)

ترجمہ: اور بے شک سب سے پہلے اپنے اسلام کا اظہار و اعلان کرنے والے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سب سے پہلے اسلام لانا اور اس کا اعلان کرنا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت اسلام دینے کے لحاظ سے ہے وگرنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس سے بھی بہت پہلے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر یقین رکھتے تھے۔

واخرج ابو نعیم عن فرأت بن السائب قال: سالت میمون بن مهران...... قلت فا بوبکر

كان اول اسلاما أم علي؟ قال: والله لقد آمن ابوبكر بالنبي صلى الله عليه وسلم زمن بحيرا الراهب ...... وذلك كله قبل ان يولد علي۔

(تاريخ الخلفاء للسيوطي، ص٣٤)

ترجمہ: حضرت فرات بن سائب نے حضرت میمون بن مہران تابعی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے مسلمان ہوئے تھے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟ حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بحیرہ راھب کے زمانے میں اسلام لا چکے تھے، جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

میں نے حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ کی پوری روایت اور اس کے شواہد اپنی کتاب ''برہان الجلی فی تحقیق وتنقید برشرح خصائص علی رضی اللہ عنہ'' میں نقل کر دیئے ہیں۔

میرے ان تمام دلائل کا حاصل یہ ہے کہ محض اول اسلام ہونے سے تمام مخلوق سے افضل ہونا لازم نہیں آتا جبکہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اول اسلام ہونا متفق علیہ نہیں ہے۔ اگر اول اسلام ہونے سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر افضلیت لازم آتی تو سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کو انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے افضل ہونا چاہیے تھا، مگر ایسا نہیں ہے حدیث شریف میں ہے۔

ا۔ اخرجه الترمذي عن عبدالله بن جعفر قال سمعت علي بن ابي طالب يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول خير نسائِها خديجة بنت خويلد و خير نسائِها مريم ابنة عمران و في الباب عن انس و ابن عباس و عائشه قال ابو عيسٰى هذا حديث حسن صحيح۔

(سنن ترمذي، ج ٢، ص٨٩٨، رقم ٣٨١٢)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: کہ حضرت خدیجہ

بنت خویلد رضی اللہ عنہا (اپنے زمانہ کی) سب عورتوں سے افضل ہیں اور سیدہ مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا (اپنے دور کی) سب عورتوں سے افضل ہیں۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ اس باب میں حضرت انس، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ سے بھی روایات ہیں نیز امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۲۔ اخرجه الترمذی عن انس أن النبی صلی الله علیه وسلم قال حسبك من نساءِ العالمین مریم ابنة عمران و خدیجة بنت خویلد و فاطمة بنت محمد و آسیة امرأة فرعون۔ قال ابو عیسٰی هذا حدیث صحیح۔

(الجامع الصحیح سنن ترمذی، ج ۲، ص ۸۹۸، رقم ۳۸۱۳)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام جہان کی عورتوں میں مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد اور فرعون کی عورت آسیہ بہترین ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجمعین۔ امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ اول اسلام اور اول نمازی ہونے کے باوجود اُم المومنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا افضل الخلق بعد انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام نہیں ہیں تو پھر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اول اسلام ہونے کی وجہ سے انبیاء ومرسلین کے بعد تمام مخلوق سے افضل کیسے کہا جا سکتا ہے؟ اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان درکار ہے، وہ موجود نہیں ہے۔ جبکہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے۔

حدیث 1: عن ابی الدرداء قال: رأنی النبی صلی الله علیه وسلم أمشی أمام ابی بکر، فقال: یا ابی الدرداء أتمشی من هوخیر منك فی الدنیا والآخرة ماطلعت شمس ولا غربت علی أحد بعد النبیین والمرسلین أفضل من ابی بکر۔

(الریاض النضرة، ج ۱، ص ۱۷۷-۱۱۸)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے چلتے دیکھا تو فرمایا: تو اس شخص کے آگے چلتا ہے جو دنیا و آخرت میں تم سے بہتر ہے، انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم السلام کے بعد کسی ایسے شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔

حدیث2: اخرجه السمان فی "الموفقة" حدثنی ابی الحسین قال سمعت ابی علی بن ابی طالب یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ما طلعت شمس ولا غربت۔ الحدیث بتمامه (علی احد بعد النبیین والمرسلین أفضل من ابی بکر۔ الحدیث)

(الریاض النضرة، ج۱،ص۱۱۸، تفسیر عزیزی، ج۲،ص۲۱۳،سورة واللیل)

ترجمہ: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء و مرسلین کے بعد کسی ایسے شخص پر سورج طلوع ہوا نہ غروب جو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔

حدیث3: اخرجه احمد عن علی رضی الله عنه قال کنت عند النبی صلی الله علیه وسلم فاقبل ابوبکر و عمر رضی الله عنهما فقال: یا علی هذان سید اکهول اهل الجنة و شبابها بعد النبیین والمرسلین۔

قال شعیب: صحیح۔

(مسند امام احمد، ج۱،ص۳۲۰، رقم۶۰۲)

ترجمہ: مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا کہ سامنے سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! یہ دونوں حضرات انبیاء کرام اور رُسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ تمام جنتی بوڑھوں اور نوجوانوں کے سردار ہیں۔

میرے اس تمام جائزے کا حاصل یہ ہے کہ فضیلت سے افضلیت ثابت نہیں ہوتی۔

افضلیت ثابت کرنے کے لیے نص درکار ہے جو مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں موجود نہیں ہے۔قرآن وحدیث سے حضرات شیخین کرام (سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کا انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہونا ثابت ہے یہی اہل حق اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے۔

تفضیلی شیعی حضرات کی دوسری دلیل:

حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے صحابہ سے زیادہ محبوب ہیں۔

اس باب میں تفضیلی شیعی حضرات نے چند احادیث سے استدلال کیا ہے۔

حدیث ا۔ اخرجه النسائی عن عمران بن حصین أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لاعطین الرایة رجلا یحب الله و رسوله (أوقال یحبه الله و رسوله) فدعا علیًّا وهوا رمد، ففتح الله علی یدیه۔

(شرح خصائص علی رضی الله عنه، ص۱۲۹)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک شخص کو پرچم عطا کروں گا، وہ اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا (یا فرمایا اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو محبوب رکھتے ہیں) پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا حالانکہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عنایت فرمائی۔

حدیث2: اخرجه النسائی عن السدی عن انس بن مالك أن النبی صلی الله علیه وسلم کان عنده طائر فقال: اللهم ائتنی باحب خلقك الیك یاکل معی من (هذا) هذه الطیر، فجا ابوبکر فرده، ثم جاء عمر فرده، ثم جاء علی فاذن له۔

(شرح خصائص علی رضی الله عنه للنسائی، ص۸۲، رقم۱۲)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بھنا ہوا پرندہ موجود تھا۔آپ نے دُعا فرمائی: اے اللہ میرے پاس اُس شخص کو بھیج دے جو

تجھے تیری مخلوق سے زیادہ محبوب ہوتا کہ وہ میرے ساتھ اس پرندہ سے کھائے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے انہیں بھیج دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے انہیں بھی واپس بھیج دیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے اجازت دے دی۔

حدیث3: اخرجه النسائی عن النعمان بن بشير قال: استاذن ابوبكر على النبی صلی اللہ علیه وسلم فسمع صوت عائشة عالیًا وهی تقول: واللّٰه لقد علمتُ أن علیًا أحب الیك منی۔ الحدیث

(شرح خصائص علی رضی اللّٰه عنه للنسائی، ص٥٥٩، رقم١٠٧)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آکر کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخلہ کی اجازت مانگی تو انہوں نے حضرت اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بلند آواز سنی وہ کہہ رہی تھیں: خدا کی قسم بے شک علی آپ کو مجھ سے زیادہ محبوب ہیں۔

حدیث4: اخرجه البزار أخبرنا محمد بن معمر قال أخبرنا ابونعیم قال اخبرنا یونس بن ابی اسحاق قال اخبرنا عیزار بن حُریث قال اخبرنا النعمان بن بشير قال: استاذن ابوبكر على رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فسمع صوت عائشة وهی تقول: لقد عرفت أن علیًا أحب علیك من ابی مرتین أو ثلاثا الحدیث۔

(البحر الزخار المعروف بمسند البزار، ج٨، ص٢٢٣، رقم٢٣٧٥، مجمع الزوائد، ج٩، ص١١٩، رقم١٤٧٣٠)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز سنی، وہ کہہ رہی تھیں: یقیناً میں جانتی ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کو میرے والد سے زیادہ محبوب ہیں، یہ انہوں نے دو یا تین مرتبہ کہا۔

وجہ استدلال: تفضیلی شیعی حضرات ان احادیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان احادیث میں ہے کہ مولا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام صحابہ سے زیادہ محبوب تھے حتیٰ کہ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے والد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ محبوب تھے جس کا خود اُم المومنین کو بھی اعتراف ہے لہٰذا جو سب سے زیادہ محبوب ہے وہی سب سے افضل ہے۔ یہ دلیل قاضی ظہور احمد فیضی شیعی وغیرہ نے پیش کی ہے۔

تفضیلی شیعی حضرات کی دوسری دلیل کا جائزہ

میں نے ان احادیث کی اسناد و متن پر تفضیلی کلام اپنی تالیف ''برھان الجلی فی تحقیق وتنقید بر شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ'' میں کیا ہے۔ یہاں ہم ان احادیث کے مفہوم و معانی اور صحت کا مختصر جائزہ لیں گے۔

دلیل میں مذکور پہلی حدیث کا جائزہ

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

روایت ہے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم خیبر لاعطین الرایۃ غدًا رجلاً یحبّہُ اللہ و رسولہ ویحب اللہ ورسولہ یفتح اللہ علی یدیہ۔

ترجمہ: فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دن کہ کل ایسے شخص کو نشان لشکر دوں گا جس کو اللہ اور اللہ کا رسول دوست رکھتے ہیں اور وہ دوست رکھتا ہے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو، فتح دے گا اللہ اُس کے ہاتھ سے۔

یہ حدیث بہت صحیح اور قوی الروایۃ ہے۔ اہل سنت اس کو اپنے سر آنکھوں پر رکھتے ہیں اور اپنی کتابوں میں خارجیوں اور ناصبیوں کے دفع میں اس سے کام لیتے ہیں لیکن شیعوں کا مدعا اس سے حاصل نہیں ہوتا کیونکہ خدا کی محبت اور محبوبیت اور امامت بلافصل دونوں لازم ملزوم نہیں ہیں۔

اور یہ بھی ہے کہ حُبّ خدا اور محبوبیت کسی کے لیے کلام میں ثابت کرنا اوروں کے لیے اُن دونوں صفت کی نفی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اُن کے رُفقاء کے حق فرمایا ہے ﴿یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ﴾ (دوست ہے وہ اُن کا اور دوست ہیں وہ اُس کے) اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے حق میں فرمایا ہے ﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾ (بے شک وہ لوگ اللہ کے دوست ہیں جو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں صف باندھ کر کہ وہ بنیاد ہے مضبوط) اور اس میں تو کچھ شک نہیں کہ جس شخص کو اللہ دوست رکھتا ہے اُس کو اللہ کا رسول دوست رکھتا ہے اور جو دوست رکھتا ہے اللہ کو وہ اللہ کے رسول کو بھی دوست رکھتا ہے۔ مسجد قبا والوں کی شان میں خدا فرماتا ہے ﴿فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَھَّرُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّھِّرِیْنَ﴾ (اُس میں وہ لوگ ہیں کہ دوست رکھتے ہیں وہ طہارت کو اور اللہ دوست رکھتا ہے طہارت والوں کو)۔

وَقَالَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لمعاذٍ یَا مَعَاذُ اِنّی اُحِبّك۔ ولمّا سُئِل من احبّ النساء الیك قال عائشة قیل ومن الرّجال قال اَبوھا۔

ترجمہ: فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے میں تجھ کو دوست رکھتا ہوں۔ اور جب پوچھا عورتوں میں آپ کا زیادہ تر محبوب کون ہے؟ فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا۔ پھر کہا گیا مردوں میں کون ہے؟ فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کا باپ یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

اب اگر شیعہ کہیں کہ جب محبّ و محبوب ہونا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اوروں میں بھی پایا گیا تو خصوصیت امیر رضی اللہ عنہ کی نہ رہی اور یہاں خصوصیت اُن کی ضرور ہونی چاہیے۔ تو ہم کہیں گے کہ خصوصیت اُن کی ضرور ہونی چاہیے۔ تو ہم کہیں گے کہ خصوصیت باعتبار جمیع صفات کے ہے یعنی بملاحظہ یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْہِ یعنی فتح قلعہ کی علم الٰہی میں ان کے ہاتھ ٹھہری ہوئی تھی تو مجموع صفات بحیثیت مجموع حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے ہوئے گو فرداً فرداً اوروں میں بھی پائی جائے۔

(تحفه اثنا عشریه، ص ۴۴۰ تا ۴۴۱، اردو ترجمه)

خاتم المفسرین والمحدثین علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث رایہ کے تحت بہت عمدہ شرح فرمائی اور قرآن مجید واحادیث نبویہ کی روشنی میں واضح کیا کہ کسی موقع پر کلام میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حُب اور محبوبیت کسی کے لیے ثابت ہونے سے اوروں کے لیے ان دونوں صفتوں کی نفی نہیں ہوتی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بات کو قرآنی آیات اور احادیث سے ثابت کیا ہے۔

میں یہاں ذکر کرنا چاہوں گا کہ محبت کی مختلف جہات ہیں کوئی ایک جہت سے محبوب ہے تو دوسرا کسی اور جہت سے محبوب ہوسکتا ہے۔ احادیث سے اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث1: اخرجه البخاری و المسلم عن عمرو بن العاص ان النبی صلی الله علیه وسلم بعثه علی جیش ذات السلاسل فاتیته اَیّ الناس احب الیك قال عائشة فقلت من الرجال فقال ابوها قلت ثم من قال عمر بن الخطاب فعد رجالا۔

(صحیح بخاری، ج۲، ص۳۹۷، کتاب الانبیاء،

صحیح مسلم، ج۳، ص۲۹۷، رقم۶۰۵۳)

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سریہ ذات السلاسل میں امیر لشکر بنا کر بھیجا۔ جب میں واپس آیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر خدمت ہو کر دریافت کیا لوگوں میں آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے۔ میں نے عرض کیا: مردوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے والد (ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے۔ میں نے عرض کیا ان کے بعد۔ آپ نے فرمایا: عمر بن خطاب سے، ان کے بعد چند دوسرے نام لیے۔

حدیث2: اخرجه الترمذی عن انس قال قیل یا رسول الله من اَحَبُّ النّاس الیك قال عائشة قیل من الرجال قال ابوها قال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح غریب۔

(سنن ترمذی، ج۲، ص۹۰۲، رقم۳۸۲۵)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ (رضی اللہ عنہا) پھر عرض کیا گیا مردوں میں سے کون محبوب ہے۔ فرمایا: ان کے والد محترم (ابوبکر رضی اللہ عنہ)۔ امام ترمذی نے فرمایا۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

حدیث3: اخرجه الترمذی عن اسامة بن زید قال کنت جالسا عند النبی صلی الله علیه وسلم اذ جاء عَلِیٌّ والعباس یستاذ نان فقالا یا اسامة استاذن لنا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت یا رسول الله عَلِیٌّ والعباس یستاذنان فقال أتدری ماجاء بهما قلت لا ادری فقال النبی صلی الله علیه وسلم لکنی أدری فاذن لهما فدخلا فقالا یارسول الله جِئناك نسالك أَیُّ أهلك أحبُّ اِلیك قال فاطمة بنت محمد فقالا ماجئناك نسالك عن اهلك قال أحبُّ الیك اَهلی الیّ من قداً نعم الله علیه وَانعمت علیه اسامة بن زید قالا ثُمَّ من قال ثم علی بن أبی طالب قال العباس یا رسول الله جعلت عَمّکَ آخرهم قال لان عَلیّا سبقك بالهجرة قال ابو عیسٰی هذا حدیث حسن۔

(سنن ترمذی، ج ۲، ص ۸۷۹، رقم ۳۷۵۵)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما تشریف لائے، انہوں نے کہا اے اسامہ! ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگو۔ میں نے جا کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانتے ہو وہ کیوں آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: میں جانتا ہوں انہیں آنے دو۔ چنانچہ وہ دونوں حضرات اندر داخل ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم یہ پوچھنے حاضر ہوئے ہیں کہ اہل بیت میں سے آپ کو کون زیادہ محبوب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ بنت محمد (رضی اللہ عنہا و صلی اللہ علیہ وسلم)،

انہوں نے عرض کیا: ہم محض گھر والوں کی بابت پوچھنے نہیں آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اہل بیت میں مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے اور میں نے بھی انعام فرمایا ہے وہ اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ انہوں نے عرض کیا: اس کے بعد کون محبوب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی بن ابو طالب (رضی اللہ عنہ)، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اپنے چچا کو سب سے پیچھے کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی (رضی اللہ عنہ) کو آپ پر ہجرت کرنے میں سبقت حاصل ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

حدیث4: اخرجه احمد عن محمد بن اسامة عن ابيه قال اجتمع جعفر و علی و زيد بن حارثة فقال جعفر انا احبكم ابی رسول الله صلی الله عليه وسلم قال علی انا احبكم الی رسول الله صلی الله عليه وسلم وقال زيد انا احبكم الی رسول الله صلی الله عليه وسلم فقالوا انطلقوا بنا الی رسول الله صلی الله عليه وسلم حتی نساله فقال اسامة بن زيد فجالوا ايستا ذنونه فقال اخرج من هولاء فقلت هذا جعفر و علی زيد ما اقول أبی قال ائذن لهم و دخلوا فقالوا من أحبُّ عليك قال فاطمة قالوا نسالك عن الرِّجال قال أمّا انت يا جعفر فاشبه خلقك وأشبه خلقی وانت منی و شجرتی وأمّا أنت يا علی فختَنِی وأبوولدی وانا منك وانت منی وأما يا زيد فمولائی و منی والیَّ وأحب القوم الی۔

(مسند امام احمد، ج ١٠، ص ٢٦٤-٢٦٥، رقم ٢٢١٢٠)

ترجمہ: مسند امام احمد بن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جعفر حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ایک جگہ اکٹھے تھے۔ دوران گفتگو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں تم سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں تم سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں تم سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ فیصلہ

کرانے کے لیے وہ کہنے لگے آؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ وہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اسامہ بن زید جا کر دیکھو یہ کون لوگ آئے ہیں۔ میں نے دیکھ کر عرض کیا: جعفر، علی اور زید آئے ہیں رضی اللہ عنہم۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ میرے والد آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں اندر آنے کی اجازت دے دو۔ وہ اندر آئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے۔ انہوں نے عرض کیا: ہم آپ سے مردوں کے حوالے سے پوچھ رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جعفر! تمہاری صورت میری صورت ہے اور تمہاری سیرت میری سیرت سے سب سے زیادہ مشابہ ہے، تم مجھ سے ہو اور میرا شجرہ ہو، اور اے علی! تم میرے داماد اور میرے بچوں (نواسوں) کے باپ ہو، میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے۔ اور اے زید! تم ہمارے مولیٰ ہو اور مجھ سے ہو اور میری طرف ہو اور تمام لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔

میں صرف چار احادیث ہی نقل کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں ورنہ اس موضوع پر بہت سی احادیث نقل کی جا سکتی ہیں۔ ان احادیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کسی کا کسی جہت سے زیادہ محبوب ہونا افضلیت کا باعث نہیں ہو سکتا۔ اگر محبت وجہ افضلیت ہو تو حضرت اسامہ بن زید اور اُن کے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ماننا پڑے گا جو تفضیلی شیعہ صاحبان کو منظور نہیں ہوگا۔ میرا تفضیلی شیعی علماء سے سوال ہے کہ ان احادیث کی روشنی میں کیا تم لوگ حضرت زید اور ان کے صاحبزادے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دو گے؟ اگر نہیں تو پھر بتاؤ کہ کسی خاص موقع پر کسی خاص جہت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سب سے زیادہ محبوب ہونے کے بارے میں وارد بعض احادیث کی آڑ لے کر انہیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دینے

کا تمہارے پاس کیا جواز ہے؟

بعض ضعیف اور حسن غریب احادیث میں جو یہ آیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھے تو یہ خاندان اہل بیت کے لحاظ سے ہے۔ اس کی تائید مصنف عبدالرزاق کی حدیث سے ہوتی ہے۔

اخرجه عبدالرزاق عن معمر عن ایوب عن عکرمة قال: لمازوج النبی صلی الله علیه وسلم فاطمة قال: ما الوت أن أنكحك أحب اهلی الی۔

(مصنف عبدالرزاق، ج١١، ص٢٢٨، رقم٢٠٣٩٦)

ترجمہ: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے وقت فرمایا: میں تمہارا نکاح اُس سے کر رہا ہوں جو مجھے اپنے اہل بیت (خاندان) میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔

یہ روایت اگر چہ مرسل ہے مگر اس کی تائید طبرانی میں مروی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی روایت سے بھی ہے۔

عن اسماء بنت عمیس .... فقال اسكنی فقد انكحك أحب اهلی الی۔

(مجمع الزوائد، ج٩، ص٢٤٧، رقم١٥٢١٧)

قاری ظہور احمد فیضی کا دعویٰ ہے کہ "یحبه الله و رسوله ویحب الله و رسوله" کے الفاظ احادیث میں صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آئے ہیں کسی دوسرے صحابی کے بارے میں نہیں آئے۔ جبکہ ہم نے پچھلے اوراق میں قرآن وحدیث سے متعدد مثالیں نقل کر دی ہیں کہ دیگر اہل ایمان کے بارے میں قرآن وحدیث میں ایسے الفاظ موجود ہیں۔ خاص انہی الفاظ کے ساتھ ایک حدیث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے۔

وعن ابن عباس أن ام كلثوم جاء ت الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت: یا رسول الله! زوج فاطمة خير من زوجی، فاسكت رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم

قال: زوجك يحِبُّه الله و رسوله ويحب الله و رسوله۔ الحديث۔

رواه الطبرانی فی الاوسط و رجاله وثقوا و فیهم خلاف۔

(مجمع الزوائد، ج۹، ص۶۷، رقم۱۴۵۳۲)

ترجمہ: امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا اپنے والد محترم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا خاوند میرے خاوند سے بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر سکوت فرمایا، پھر فرمایا: تمہارا خاوند اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو محبوب رکھتے ہیں۔

دوسری دلیل میں مذکور دوسری حدیث کا جائزہ

اس حدیث میں ہے۔

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک (بھنا ہوا) پرندہ موجود تھا۔ آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! میرے پاس اُس شخص کو بھیج دے جو تجھے تیری مخلوق سے زیادہ محبوب ہو، تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندہ کو کھائے، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے انہیں واپس بھیج دیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے انہیں واپس بھیج دیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں اجازت دی۔''

جائزہ: ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہونے سے انکار نہیں جیسا کہ میں پیچھے قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کر آیا ہوں کہ مختلف لوگ مختلف جہتوں اور رشتوں سے محبوب ہو سکتے ہیں کسی ایک حدیث میں کسی ایک ہستی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہونے کے ذکر سے کسی دوسری شخصیت کے محبوب ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

اس روایت کے بارے میں خود قاری ظہور احمد فیضی تفضیلی شیعی لکھتا ہے۔

''اس حدیث کی سند اور متن پر شدید جرح کی گئی ہے۔''

(شرح خصائص علی رضی اللّٰہ عنہ للفیضی، ص ۸۳)

میں محمد علی مصطفوی حنفی کہتا ہوں۔

اس روایت کا ایک راوی مسھر بن عبدالملک خود امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قوی نہیں۔

"قال النسائی: لیس بالقوی"

(میزان الاعتدال، ج ٤، ص ۱۱۳)

ترجمہ: امام نسائی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: مسھر قوی نہیں ہے۔

یہ روایت اسناد کے لحاظ سے نہایت مجروح ہونے کے علاوہ متن کے لحاظ سے نہایت مضطرب ہے۔ اس کے علاوہ بھی یہ روایت تفضیلی شیعی حضرات کے موقف کی موید نہیں کیونکہ اس روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

"اللھم ائتنی باحب خلقك الیك یا کل معی من ھذہ الطیر۔"

ترجمہ: اے اللہ! میرے پاس اُس شخص کو بھیج دے جو تجھے تیری مخلوق سے زیادہ محبوب ہو۔"

اس دعا کا نتیجہ یہ برآمد ہوا۔

فجاء أبوبکر۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے۔

(شرح خصائص علی رضی اللّٰہ عنہ، ص ۸۲، رقم ۱۲)

جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے تو

فجاء عمر۔ عمر رضی اللہ عنہ آ گئے۔

(شرح خصائص علی رضی اللّٰہ عنہ، ص ۸۲)

تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا کا مصداق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ٹھہرے یعنی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی اللہ کو تمام مخلوق میں زیادہ محبوب ہیں اُن کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اللہ کے ہاں زیادہ

محبوب ہونا ثابت ہوا ہے۔ تیسرے نمبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے۔

یہ جو حدیث الطیر میں آیا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم کو واپس بھیج دیا گیا تو یہ واپس بھیجنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہ تھا بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھا، کیونکہ مستدرک الحاکم کی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا فرمائی۔

" اللهم أئتنى باحب خلقك اليك يأكل معى هذا الطير۔"

ترجمہ: اے اللہ! جو تجھے تیری مخلوق سے زیادہ پیارا ہو اس کو میرے پاس بھیج دے تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کو کھائے۔

" قال فقلت اللهم اجعله رجلا من الانصار۔"

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے (دل میں) کہا: اے اللہ! انصار میں سے کوئی شخص بھیج دے۔

فجاء على رضى الله عنه فقلت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم على حاجة حضرت علی رضی اللہ آئے تو میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصروف ہیں (انہیں واپس بھیج دیا) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو انس رضی اللہ عنہ سے وجہ دریافت کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: فقلت يا رسول الله سمعت دعاءك فاحببت ان يكون رجلا من قومى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الرجل قد يحب قومه ...... یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کی زبان مبارک سے (یہ پیاری) دعا سنی تو میں نے چاہا کہ وہ شخص میری قوم سے ہو۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک انسان اپنی قوم کو محبوب رکھتا ہے۔

(المستدرك على الصحيحين، ج ٣، ص ١٣٠-١٣١)

مستدرک الحاکم کی یہ روایت بھی سند کے لحاظ سے بہت ضعیف ہے۔ مگر اس سے اتنا ثابت

ہوتا ہے کہ واپس بھیجنے والے حضرت انس رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بھی انہوں نے واپس بھجوایا، وگرنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے نتیجہ میں سب سے پہلے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اُن کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے تو حدیث نسائی کے مطابق مخلوق میں اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب ابوبکر صدیق اور عمر فاروق ہیں رضی اللہ عنہم۔

خاتم المفسرین والمحدثین علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حدیث الطیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" حدیث الطیر بجمیع طرقه دو جو هه مدار آن بروایت انس بن مالك است وبس و در صحاح غیراز ترمذی و جودی ندارد و آنهم بغایت مجمل و مختصر چنانچه معلوم سامی خواهد بود و امام احمد در مناقب بروایت سفینه نیز این حدیث را آورده اند لیکن ازان معلوم میشود که سفینه نیز این قصه را از انس بن مالك شنیده، بهرحال این قدر خود در روایت...... از انس آمده که انس دو بار حضرت علی را رد کرده بهانه کرد که آنحضرت (صلی الله علیه وسلم) برسر حاجت اند وقت در آمدن نیست و غرض انس آن بود که شخصے از انصار باین مرتبه مشرف شود چنانچه بعد از تفتیش نزد آنحضرت صلی الله علیه وسلم ظاهر کرد چون بار سویم حضرت علی کرم الله وجهه آواز بلند کردند و دروازه را کوفتند بسمع مبارك آنحضرت صلی الله علیه وسلم رسید و خود ایشان را طلبیدند و نسائی در رساله خود همین قصه را بروایت سدی از انس آورده و گفته فجاء ابوبکر فرده ثم جاء عمر فرده ثم جاء علی فاذن له و سدی صاحب اوهام است غالب که دوباره رد کردن

حضرت علی رابطریق وهم رد ابوبکر و عمر فهمیده و تحمیل که ابوبکر و عمر نیز قبل از حضرت علی آمده باشند و انس بن مالك ایشان راهم بنا برحب انصار آمدن نداده باشد و چون حضرت علی آمد نه و سه بار آمدند و بار سیوم آواز بلند کردند داخل شدند بالجمله وجاء ابوبکر فرده راجع بانس است یعنی فرده انس نه آنحضرت صلی اللّٰه علیه وسلم در ینصورت اشکال نیست۔

(فتاویٰ عزیزی، ج ۲، ص ۷۹)

ترجمہ: حدیث الطیر کے تمام طرق کا مدار صرف حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ پر ہے اور صحاح ستہ میں ترمذی کے علاوہ کسی کتاب میں اس حدیث کا وجود نہیں ہے اور ترمذی کی یہ روایت نہایت مجمل ومختصر ہے۔ امام احمد نے اس مناقب میں بروایت حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہوا ہے بہرحال اس قدر بخاری (فتاویٰ عزیزیہ میں بخاری کا لفظ ہے جو صحیح نہیں درست یہ ہے کہ مستدرک الحاکم) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو بار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انہوں نے اندر جانے سے یہ بہانہ کر کے روک دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصروف ہیں۔ اس سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی غرض یہ تھی کہ انصار میں سے کسی شخص کو (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پرندہ کھانے کا) شرف حاصل ہو۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تیسری دفعہ حاضر ہوئے اور بلند آواز سے اپنی آمد ظاہر کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اندر بلایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تفتیش کرنے پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حقیقت بتلائی۔ امام نسائی نے اپنے رسالہ (خصائص علی رضی اللہ عنہ) میں یہ قصہ سُدّی عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں واپس بھیج دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں واپس بھیج دیا، پھر مولا علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں اندر آنے کی اجازت دی، اور یہ سُدّی

صاحب اوہام ہے (یعنی اسے روایت بیان کرتے ہوئے وہم ہوتا ہے کبھی کچھ کہہ دیا کبھی کچھ اس کے علاوہ یہ شیعہ ہے کذافی تقریب التہذیب، ص۳۴) اس کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دوبار آنا اور انہیں واپس کرنا بیان کرنا اس کا وہم ہے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو واپس کرنا سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ احتمال ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے آئے ہوں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی جب انصار کی وجہ سے (اندر) نہ آنے دیا ہو، اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور تین بار آئے اور تیسری بار آواز بلند فرمائی تو انہیں اجازت دی گئی۔ فی الجملہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہیں واپس بھیج دینے کا تعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے، یعنی انہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے واپس بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس نہیں بھیجا اس صورت میں حدیث (نسائی) پر کوئی اشکال نہ رہا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری تالیف ''تحفہ اثناعشریہ'' میں حدیث الطیر پر اظہار خیال کرتے ہوئے حافظ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق نقل کی ہے کہ حدیث الطیر از قبیل موضوعات ہے، اور پھر شیعہ فرقے کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ومع ہذا مفید مدعاہم نیست زیراکه قرینه دلالت میکند برآنکه احب الناس الی اللّٰہ اور اکل مع النبی مراد باشد و بے شبہہ حضرت امیر درین وصف احب الناس بود بسوئے خدا زیرا که ہم کاسه شدن فرزند یا کسے که در حکم فرزند باشد موجب تضاعف لذت طعام مے شود۔

(تحفه اثناء عشریه، ص۲۱۲)

ترجمہ: اس کے علاوہ یہ حدیث ان کے (شیعہ کے) لیے مفید مدعا نہیں کیونکہ قرینہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اَحَبُّ النَّاسِ اِلی فی الاکُل مع النبي (زیادہ تر دوست اللہ کا کھانے میں ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے) مراد ہو اور حضرت امیر (سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ) بے شبہ اس وصف

میں احب الناس تھے خدا کے نزدیک۔ اس لیے کہ لڑکے کا یا اُس کا جو مثل لڑکے ہو ساتھ کھانا سبب دُونی لذت طعام کا ہوتا ہے۔

(تحفه اثنا عشريه اردو ترجمه، ص ۴۳۱)

خود قاری ظہور احمد فیضی شیعی نے اس مفہوم کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے:

''لہٰذا ہو سکتا ہے کہ خاص اس وقت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس میں یہ آرزو ہو کہ آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی پرندہ کھانے میں شریک ہوں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی چاہت کی تکمیل میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔''

(شرح خصائص على رضى الله عنه للفيضى، ص۸۹)

اس تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ حدیث الطیر میں احب الناس الی اللہ ہونا ایک خاص جہت سے ہے اس سے دوسروں کے کسی دوسری جہت سے محبوب خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی نفی نہیں ہوتی لہٰذا یہ نہایت ضعیف حدیث بھی ان کے مفید مطلب نہیں ہے جبکہ اکثر علماء کے نزدیک یہ حدیث موضوع ہے۔

دوسری دلیل میں مذکور تیسری اور چوتھی حدیثوں کا جائزہ

عن النعمان بن بشير قال: استاذن ابوبكر على النبى صلى الله عليه وسلم فسمع صوت عائشه عاليًا وهى تقول: والله لقد علمت أن عليًا احب اليك منى۔ الحديث

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آ کر کاشانہ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں داخلہ کی اجازت مانگی تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بلند آواز سنی وہ کہہ رہی تھیں: خدا کی قسم بے شک علی آپ کو مجھ سے زیادہ محبوب ہیں۔''

(شرح خصائص على رضى الله عنه للفيضى، ص۵۵۹، رقم۱۰۷)

اس روایت اور چوتھی روایت کا دارومدار یونس بن ابی اسحٰق پر ہے اس نے یہ روایت مختلف الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ بیان کی ہے جس کی وجہ سے یہ روایت مضطرب المتن ہونے کی وجہ سے

پایہ اعتبار سے گر گئی ہے۔ یونس بن ابی اسحٰق کا حال ملاحظہ فرمائیں۔

یونس بن ابی اسحٰق عمرو بن عبداللہ الہمد انی السبیعی الکوفی

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال ابن مهدی: لم یکن به باس قال ابو حاتم: صدوق، لایحتج به وقال النسائی: لیس به باس۔ وقال ابن خراش فی حدیثه لین۔ وقال ابن حزم فی المحلی ضعفه یحیٰی و احمد بن حنبل جدّا۔

روی علی عن یحیٰی بن سعید قال: کانت فیه غفلة۔ وقال احمد۔حدیثه مضطرب

(میزان الاعتدال، ج ٤، ص ٤٨٢-٤٩٣)

ترجمہ: امام عبدالرحمٰن ابن مہدی کہتے ہیں۔ اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ امام ابو حاتم کہتے ہیں: سچا ہے مگر اس سے احتجاج نہ کیا جائے۔ امام نسائی کہتے ہیں: اس میں ہرج نہیں ہے۔ امام ابن خراش کہتے ہیں یہ حدیث میں نرم ہے۔ علامہ ابن حزم نے المحلیٰ میں کہا ہے کہ امام یحیٰی بن سعید القطان اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں یہ بہت ضعیف ہے۔ علی بن مدینی نے یحیٰی بن سعید القطان سے بیان کیا ہے کہ اس کے روایت بیان کرنے میں غفلت پائی جاتی ہے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں اس کی بیان کردہ حدیث میں اضطراب ہوتا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

وقال صالح بن احمد عن علی بن مدینی سمعت یحیٰی و ذکر یونس بن ابی اسحٰق فقال کانت فیه غفلة شدیدة۔

وقال الاثر سمعت احمد یضعف حدیث یونس عن ابیه وقال حدیث اسرائیل أحب الی منه وقال ابوطالب عن احمد فی حدیثه زیادة علی حدیث الناس .... ثم قال اسرائیل انه قد سمع و کتب فلم یکن فیه زیادة مثل یونس وقال عبدالله بن احمد عن ابیه حدیثه مضطرب ...... وقال الساجی صدوق کان یقدم عثمان علی علی

وضعفه بعضهم وقال ابو احمد الحاكم: ربماوهم في روايته۔

(تهذيب التهذيب، ج ۱۱، ص ۳۸۱-۳۸۲)

ترجمہ: امام علی بن مدینی کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان کوفرماتے سنا کہ انہوں نے یونس بن ابی اسحاق کا ذکر کیا فرمایا کہ اس میں شدید غفلت پائی جاتی ہے۔

امام اثر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کوفرماتے سنا کہ یونس کی اپنے والد سے بیان کردہ حدیث میں ضعف ہوتا ہے اور امام احمد نے فرمایا (اس کے بیٹے) اسرائیل کی حدیث مجھے اس کی بیان کردہ حدیث سے زیادہ پسند ہے۔ امام ابوطالب نے کہا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دوسرے لوگوں کی بیان کردہ حدیث سے اس کی بیان کردہ حدیث میں اضافہ ہوتا ہے۔ پھر فرمایا اسرائیل کی بیان کردہ احادیث میں یونس کی مانند اضافہ نہیں ہوتا۔ امام عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس کی بیان کردہ حدیث میں اضطراب ہوتا ہے۔ امام ساجی نے فرمایا یہ صدوق ہے اور بے شک یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مقدم سمجھتا تھا اور بعض علماء نے اسے ضعیف کہا ہے۔ امام ابواحمد حاکم نے فرمایا اس کی بیان کردہ روایت میں وہم ہوتا ہے۔

''میزان الاعتدال'' اور ''تہذیب التہذیب'' میں منقول ائمہ جرح وتعدیل کی آراء سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جنہوں نے اس کی تعدیل کی ہے وہ اعلیٰ درجہ کے الفاظ پر مشتمل نہیں ہے جبکہ جرح کرنے والے علماء نے اس پر جرح مفسر کی ہے کہ اس کی روایت میں شدید غفلت پائی جاتی ہے اور ایسے اضافے ہوتے ہیں جو دوسرے راویوں کی بیان کردہ احادیث میں نہیں پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا خصائص علی رضی اللہ عنہ نسائی میں مذکور اس کی حدیث مضطرب اور نا قابل اعتبار ہے۔ اس کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے چار طرق

طرق 1: اخرجه النسائی أخبرنا عمر بن عمرو بن محمد قال اخبرنا یونس بن ابی اسحاق عن العیزار بن حریث عن النعمان بن بشیر قال: استاذن ابوبکر علی النبی

صلی الله علیه وسلم فسمع صوت عائشة عالیًا وهی تقول: والله لقد علمت أن علیًا أحب الیك منی۔ الحدیث

(خصائص علی نسائی، ص ۵۵۹، رقم۱۰۷)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانہ مبارک میں داخلہ کی اجازت مانگی، تو انہوں نے اندر سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بلند آواز سنی، وہ کہہ رہی تھیں خدا کی قسم میں جانتی ہوں بے شک علی رضی اللہ عنہ آپ کو مجھ سے زیادہ محبوب ہیں۔

طرق2: اخرجه البزار اخبرنا محمد بن معمر اخبرنا ابو نعیم قال: اخبرنا یونس بن ابی اسحاق قال اخبرنا العیزار بن حریث قال: اخبرنا النعمان بن بشیر قال استاذن ابوبکر علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فسمع صوت عائشة و هی تقول: لقد عرفت أن علیًا أحب الیك من ابی مرتین او ثلاثا۔ الحدیث

(البحر الزخائر المعروف المسند البزار، ج۸، ص۲۲۳، رقم۲۳۷۵، مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۱۹، رقم۱۴۷۳۰)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگی تو (اس دوران) انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز سنی وہ کہہ رہی تھیں: یقیناً میں جانتی ہوں کہ علی (رضی اللہ عنہ) آپ کو میرے والد سے زیادہ محبوب ہیں، یہ انہوں نے دو یا تین بار کہا......

طرق3: اخرجه احمد حدثنا ابو نعیم حدثنا یونس حدثنا العیزار بن حریث قال قال النعمان بن بشیر قال استاذن ابوبکر علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فسمع صوت عائشه عالیا وهی تقول والله لقد عرفت ان علیًا احب الیك من ابی و منی مرتین او ثلاثا۔ الحدیث

(مسند امام احمد، ج۴، ص۲۷۵)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانہ اقدس پر حاضر ہوئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی اسی دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اونچی ہوتی ہوئی آواز ان کے کانوں تک پہنچی، وہ کہہ رہی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے اور میرے والد (ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے زیادہ علی (رضی اللہ عنہ) سے محبت ہے یہ آپ نے دو یا تین بار کہا۔

طرق4: وعن النعمان بن بشير قال: استاذن ابوبكر على رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمع صوت عائشة عاليًا وهو يقول: والله لقد عرفت انّ عليًا و فاطمة أحب اليك من ابى و منى مرتين او ثلاثا۔ الحديث

(مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۳۷، رقم ۱۵۱۹٤)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی اسی دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بلند آواز ان کے کانوں تک پہنچی، وہ کہہ رہی تھیں: اللہ کی قسم آپ علی اور فاطمہ (رضی اللہ عنہم) سے مجھ سے اور میرے والد سے زیادہ محبت ہے۔ اور یہ آپ نے دو یا تین بار کہا۔

قارئین کرام! یونس بن ابی اسحاق عن العیز ار بن حریث عن النعمان بن بشیر کے طریق سے مروی چاروں روایات میں الفاظ کی کمی بیشی ہے اور یہ یونس بن ابی اسحاق کے شدید الغفلت اور مضطرب الحدیث ہونے کی وجہ سے ہے۔ حدیث بیان کرتے ہوئے اس نے ہر دفعہ متن حدیث میں ردوبدل کر دیا ہے۔ کبھی کہہ دیا ''علی رضی اللہ عنہ آپ کو مجھ سے زیادہ محبوب ہیں'' کبھی کہہ دیا کہ ''علی رضی اللہ عنہ آپ کو میرے والد سے زیادہ محبوب ہیں'' اور کبھی کہہ دیا ''علی رضی اللہ عنہ آپ کو مجھ سے اور میرے والد سے زیادہ محبوب ہیں'' اور کبھی بتایا کہ ''علی اور فاطمہ (رضی اللہ عنہما) آپ کو میرے والد اور مجھ سے زیادہ محبوب ہیں'' اسی لیے علامہ ابواسحاق الحوینی الاثری کو لکھنا پڑا۔

"علی نکارة فی جملة من متنه"

(کتاب العلی بتخریج خصائص علی، ص۱۰٤)

ترجمہ: اس کے متن کے جملہ میں ناپسندیدہ بات ہے۔

اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ روایت

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وقال حدیث اسرائیل أحب منه۔

ترجمہ: کہ اسرائیل کی حدیث مجھے اس کے والد یونس کی حدیث سے زیادہ محبوب ہے۔

آیئے اس باب میں اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق کی روایت مطالعہ فرمائیں۔

اخرجه احمد حدثنا وکیع عن اسرائیل عن ابی اسحق عن العیزار بن حریث عن النعمان بن بشیر قال: جاء ابوبکر یستاذن علی النبی صلی الله علیه وسلم فسمع عائشة وهی رافعة صوتها علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فاذن له فدخل فقال یا ابنة أُم رُومان وتنا ولها أترفعین صوتك علی رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فحال النبی صلی الله علیه وسلم بینه و بینها قال فلما خرج ابوبکر جعل النبی صلی الله علیه وسلم یقول لها یترضّاها الا ترین قدحلت بین الرجل و بینك قال ثم جاء ابوبکر فاستاذن علیه فوجده یُضاحِکها قال فاذن له فدخل فقال له ابوبکر یا رسول الله أشرکانی فی سِلْمِکما کما أشر کتمانی حربکما۔

(مسند امام احمد، ج۸، ص۱۱۲، رقم۱۸۵۸٤)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، اسی دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونچی آواز میں گفتگو ان کے کانوں تک پہنچی۔ اجازت ملنے پر جب وہ اندر داخل ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف

بڑھے اور فرمایا: اے اُم رومان کی بیٹی کیا تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آواز بلند کرتی ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیان میں آ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بچا لیا۔ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو چھیڑتے ہوئے فرمایا: میں نے تمہیں اس شخص (تمہارے والد) سے کیسے بچالیا۔ تھوڑی دیر بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوبارہ آئے اور اجازت لے کر اندر داخل ہوئے تو دیکھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہنسا رہے ہیں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صلح میں مجھے بھی شامل کر لیجئے جیسے اپنی لڑائی میں شامل کیا تھا۔

آپ نے امام اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ملاحظہ کی اس میں وہ منکرات موجود نہیں جو ان کے والد یونس بن ابی اسحاق نے بیان کئے ہیں۔ اس روایت سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوی میں حاضری کے لیے اذن کے طلبگار ہوئے اُس وقت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر سیدنا محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند آواز میں گفتگو کر رہی تھیں جس پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹا جبکہ یونس بن ابی اسحاق کی روایت میں اور ہی کہانی بیان کی گئی ہے۔ بعض اہل علم نے یونس بن ابی اسحاق کی روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے جو درست نہیں ہے۔ ایسے ضعیف شدید الغفلت، مضطرب الحدیث راوی کی حدیث صحیح نہیں ہو سکتی ایسے راوی کی روایت کے تائیدی شواہد موجود ہوں تو اسے درجہ حسن میں شمار کیا جا سکتا ہے جبکہ یہاں تائیدی شواہد موجود نہیں بلکہ ان کے بیٹے اسرائیل کی روایت حسب تصریح محدثین اس سے زیادہ محفوظ ہے اور اس کی بیان کردہ حدیث صحیح ہے۔

قاری ظہور احمد فیضی شیعی لکھتا ہے۔

''بعض لوگ اس حدیث (حدیث الطیر) کو اس لیے تسلیم نہیں کرتے کہ اگر اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ محبوب ہوں تو اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان پر اور آپ کی خلافت پر حرف آتا ہے حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں۔''

(شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ، ص۸۸)

قاری ظہور احمد فیضی کی یہ بات محض بے دلیل اور نا سمجھی پر مبنی ہے۔ کسی جہت سے سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ کے محبوب خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم ہونے سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان اور خلافت پر کوئی حرف نہیں آتا یہ محض تفضیلی شیعوں کی عقل کا فتور ہے کہ انہیں ایسا نظر آتا ہے جبکہ سیدنا ابوبکر صدیق وسید عمر فاروق وسیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہونے کا ذکر خصوصاً اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا محبوب خدا و رسول خدا عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا ذکر عموماً قرآن وحدیث میں موجود ہے۔

قال الله تبارك و تعالیٰ : يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ......

(المائدہ:٥٤)

ترجمہ: اے ایمان والوتم میں سے جوکوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کو محبوب اور اللہ ان کا محبوب۔

قال علی رضی الله عنه ابن ابی طالب والحسن والضحاك وقتاده هم ابوبكر و أصحابه الذين قاتلوا أهل الردة وما نعی الزكاة۔

(تفسیر المظہری، ج۲، ص۳٦۳)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ابن ابی طالب، حضرت حسن بصری، حضرت ضحاک اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم نے بیان فرمایا اس سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی مراد ہیں جنہوں نے مرتدوں اور منکرین زکوۃ سے جہاد کیا تھا۔

شیعہ مفسر طبرسی لکھتا ہے۔

واختلف فی من وصف بهذه الاوصاف منهم فقيل هم ابوبكر و اصحابه الذين قاتلوا اهل الردة۔

(مجمع البیان، ج۲، ص۲۰۸، جز۳، مطبوعہ تہران)

ترجمہ: کون شخص تھا جو ان اوصاف کا حاصل ہو اس میں اختلاف ہے لیکن کہا گیا ہے کہ یہ (خوش قسمت) جماعت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی تھی جنہوں نے مرتدین کے خلاف جہاد کیا۔

اس مقام پر میں صرف یہی آیت مبارکہ لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں، مختلف صحابہ کرام کے محبوب خدا و محبوب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہونے پر میں پچھلے اوراق میں احادیث مبارکہ نقل کر آیا ہوں۔

قرآن مجید و احادیث مبارکہ پر مشتمل ان تمام دلائل کا حاصل یہ ہے کہ سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ کے کسی خاص جہت سے محبوب خدا اور رسول خدا (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) ہونے سے اُن کا شیخین وسیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔

قاری ظہور احمد فیضی شیعی نے ''شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ'' میں پریشانی کا اظہار کیا ہے کہ مختلف احادیث میں جن مختلف ہستیوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہونے کا ذکر ہے ان میں مطابقت کیسے پیدا کی جاسکتی ہے۔

قاری ظہور احمد فیضی صاحب ان میں مطابقت یوں پیدا کی جاسکتی ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیٹی کی حیثیت سے زیادہ محبوب ہیں، ان کے شوہر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مثل بیٹا ہونے اور داماد ہونے کی حیثیت سے زیادہ محبوب تھے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یار غار ہمراز و غمخوار جانثار اور سسر کی حیثیت سے زیادہ محبوب تھے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اپنی کئی خصوصیات کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھے، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب قرار دیا، سیدہ عائشہ صدیقہ بیوی کی حیثیت سے آپ کو بہت محبوب تھیں، حضرت زید اور اُن کے صاحبزادے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بھی غلام اور بیٹوں کی مانند ہونے کے آپ کو بہت

محبوب تھے، سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ چچا اور مثل باپ ہونے کے آپ کو محبوب تھے۔ محبت کی مختلف جہات ہیں مذکورہ بالا حضرات رضی اللہ عنہم کسی نہ کسی جہت سے آپ کو بہت محبوب تھے۔ لہٰذا مختلف احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

تفضیلی شیعی حضرات کی تیسری دلیل

قاری ظہور احمد فیضی شیعی وغیرہ نے اس حدیث سے مولا علی رضی اللہ عنہ کے شیخین رضی اللہ عنہم سے افضل ہونے پر استدلال کیا ہے۔

حدیث 1: اخرجه البخاری حدثنا مسدّد حدثنا یحیٰی عن شعبة عن الحکم عن مُصعب بن سعدٍ عن ابیه انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج اِلٰی تبوك واستخلف علیًّا فقال اتُخلّفُنِی فی الصبیان والنساءِ قال: الا ترضٰی انَ تکون مِنّی بمنزله هارون من موسٰی اِلا انه لیس نَبی بعد۔ رواه المسلم و النسائی

(صحیح بخاری، ج۲، ص۷۰۸، کتاب المغازی، صحیح مسلم ج۳، ص۳۱۱، رقم۶۰۹۴، خصائص علی للنسائی مع شرح، ص۲۸٤، رقم۵۳)

ترجمہ: صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے نکلے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے اپنا نائب مقرر فرمایا۔ وہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے پاس چھوڑ رہے ہیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

وجہ استدلال: تفضیلی شیعی حضرات کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام کا مقام و مرتبہ تھا تو اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ ہے اور آپ تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں۔

تیسری دلیل کا جائزہ

بظاہر یہ تفضیلی شیعی حضرات کی سب سے مضبوط دلیل ہے مگر حقیقت میں ان کی یہ دلیل کم فہمی پر مبنی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کوہ طور پر یا باہر جاتے تھے تو حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا نائب مقرر کر جاتے تھے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر بھی یہی صورتحال پیش آئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوہ میں شرکت سے محرومی کی احساس کے تحت اس نیابت کو کمتر خیال کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو سیدنا ہارون علیہ السلام کی سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے افضلیت نہیں۔ البتہ اس حدیث میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقام صدیقین پر فائز ہونے کا اشارہ ہے۔ کیونکہ نبوت سے نچلا درجہ صدیقیت کا ہے۔

مگر مقام صدیقین خلفائے ثلاثہ سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو بھی حاصل تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صدیق ہونا فریقین کے مابین مسلم ہے بلکہ آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مقام صدیقیت پر فائز ہونے کا اشارہ احادیث میں موجود ہے۔

حدیث 1: اخرجه الترمذی حدثنا سلمة بن شبیب حدثنا المقری عن حیوة بن شریح عن بکر بن عمرو عن مِشرح بن هاعان عن عقبة بن عامر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لو کان بعدی نَبِیٌّ لکان عمر بن الخطاب قال هذا حدیث حسن

غریب لانعرفه الامن حدیث مِشرح بن هاعان۔

(الجامع الصحیح سنن ترمذی، ج۲، ص۸۲۷، رقم ۳۶۱۹)

ترجمہ: ترمذی میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے مگر اسے نہیں جانتے سوائے مشروح بن ہاعان کی حدیث کے۔

حدیث 2: عن عصمة، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لو کان بعدی نبی لکان عمر۔ رواه الطبرانی، وفیه الفضل بن المختار وهو ضعیف۔

(مجمع الزوائد، ج۹، ص۴۲، رقم ۱٤٤۳۳)

ترجمہ: حضرت عصمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے کوئی نبی ہوتا تو عمر (رضی اللہ عنہ) ہوتے اس حدیث کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اس کی سند میں الفضل بن المختار ہے اور وہ ضعیف ہے۔

حدیث 3: وعن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لو کان الله باعثا رسولا بعدی لبعث عمر بن الخطاب۔ رواه الطبرانی فی الاوسط، وفیه عبدالمنعم بن بشیر، وهو ضعیف۔

(مجمع الزوائد، ج۹، ص۴۲، رقم ۱٤٤۳٤)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد اللہ تعالیٰ کوئی رسول مبعوث کرتا تو عمر بن خطاب مبعوث ہوتے۔ اس حدیث کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس روایت کی سند میں ایک راوی عبدالمنعم بن بشیر ہے اور وہ ضعیف ہے۔

دو ضعیف سندوں کی تائید کے بعد ترمذی کی حسن غریب حدیث حسن الذاتہ کے درجہ کو پہنچ

جاتی ہے۔ یہ احادیث سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مرتبہ صدیقیت پر فائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

اگر تفضیلی شیعی حضرات کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبوت کے علاوہ تمام مراتب حاصل تھے تو احادیث مبارکہ کی رو سے یہ مراتب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی حاصل تھے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق اور حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہما اس مرتبے کے باوجود سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے سے افضل قرار دیتے ہیں تو آپ کو نبوت کے علاوہ تمام مراتب بدرجہ اولٰی حاصل تھے۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ نسبت جو سیدنا ہارون علیہ السلام کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے تھی علاوہ نبوت کے کا اثبات ان کے حضرات شیخین کرام (سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر) رضی اللہ عنہما سے افضل ہونے پر دلالت نہیں کرتا اس سے صرف فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ انہیں یہ فضیلت حاصل تھی۔ اس سے دوسروں کے لیے اس فضیلت کی نفی نہیں ہوتی۔

علامہ علی القاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''یہ حدیث ان گمراہ لوگوں (شیعہ ورافضیوں) کا مستدل نہیں بن سکتی۔ اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اس حدیث میں نہ تو اس بات کا بیان ہے کہ وہ دوسرے تمام صحابہ سے افضل ہیں اور نہ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ وہ ہوں گے۔''

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج ١١، ص ٤٥٦)

تفضیلی شیعی حضرات کی چوتھی دلیل

سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سب صحابہ کرام سے بڑے عالم تھے

اس باب میں تفضیلی شیعی حضرات نے مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے۔

حدیث 1: عن ابی عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم انا مدینة العلم و علی بابها فمن اراد المدینة فلیات الباب۔ هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاء۔ وابو الصلت ثقة مامون۔

(المستدرک الحاکم، ج ۳، ص ۱۲۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی (رضی اللہ عنہ) اس کا دروازہ ہے جو شہر میں آنا چاہے وہ دروازہ سے آئے۔ امام حاکمؒ نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر بخاری اور مسلم نے اسے روایت نہیں کیا اور راوی ابوالصلت ثقہ و مامون ہے۔

حدیث ''انا مدینة العلم وعلی بابھا'' کا جائزہ

یہ حدیث امام حاکم نے دوسندوں سے روایت کی ہے۔

1۔ ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا محمد بن عبدالرحیم الهروی بالرملة ثنا ابو الصلت عبدالسلام بن صالح ثنا ابو معاویة عن الاعمش عن مجاهد عن ابن عباس رضی الله عنهما۔

2۔ الامام ابو زکریاء ثنا یحیٰی بن معین ثنا ابو الحسین محمد بن احمد بن تمیم القنطری ثناء الحسین بن فهم ثنا محمد بن یحیٰی بن الضریس ثنا محمد بن جعفر الفیدی ثنا ابو معاویة عن الاعمش عن مجاهد عن ابن عباس رضی الله عنهما۔ قال الحاکم ...... ان الحسین بن فهم بن عبدالرحمن ثقة مامون حافظ۔

(المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۲۶-۱۲۷)

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کا جائزہ

اس حدیث کی سند اور متن پر بہت سے اعتراض وارد کیے گئے ہیں۔

خاتم المفسرین والمحدثین علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

" واین خبر نیز مطعون ست قال یحیٰی بن معین لا اصل له وقال البخاری انه منکر ولیس له وجه صحیح وقال الترمذی انه منکر غریب و ذکره ابن الجوزے فی الموضوعات وقال الشیخ تقی الدین ابن دقیق العید هذا الحدیث لم ثیبتوه وقال الشیخ محی الدین النووے و الحافظ شمس الدین الذهبی و الشیخ شمس الدین الجزری انه موضوع۔ پس تمسک بأین احادیث موضوعه که اهل سنت آنرا از دائره تمسک و احتجاج خارج کرده اندر مقام الزام ایشان دلیل صریح است بر دانشمندی علمای شیعه۔

(تحفه اثنا عشریه، ص ۲۱۲)

ترجمہ: حالانکہ یہ حدیث بھی مطعون ہے۔ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے "اس کی کچھ اصل نہیں۔" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ منکر ہے اور اس کی کوئی وجہ صحیح نہیں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ منکر غریب ہے۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ شیخ تقی الدین ابن دقیق العید نے کہا اس حدیث کا کچھ ثبوت نہیں۔ شیخ محی الدین النووی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ شمس الدین الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بے شک یہ (حدیث) موضوع ہے۔ پس ایسی موضوع حدیثوں پر جن کو اہل سنت نے دائرۂ تمسک اور حجت پکڑنے سے خارج کیا ہے ان کے (ان پر) الزام دینے کو تمسک کرنے سے صریح عقلمندی علمائے شیعہ کی ظاہر ہے۔

علامہ علی القاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "انا دار الحکمۃ وعلی بابھا" کے تحت یہی آراء نقل کی ہیں۔

(مرقاۃ، ج ۱۱، ص ۴۷۳)

علمائے اہل سنت و جماعت کی طرف سے اس روایت پر ان آراء کی وجہ اس حدیث کی سند میں ضعف اور متن کا منکر ہونا ہے۔

پہلی سند میں ابوالصلت عبدالسلام بن صالح ہے جو محدثین کے ہاں نہایت مجروح راوی ہے۔امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عبد السلام بن صالح (ق) ابو الصلت الهروى الرجل الصالح، الا انه شيعي جلد قال ابو حاتم: لم يكن عندى الصدوق، وضرب ابو زرعة على حديثه وقال العقيلي: رافضي خبيث۔ وقال ابن عدى: متهم ۔ وقال النسائي: ليس بثقة۔ وقال الدار قطني: رافضي خبيث متهم بوضع حديث: الايمان اقرار بالقلب۔ ونقل عنه أنه قال: كلب للعلوية خير من بني امية۔ وقال عباس الدورى: سمعت يحيٰى يوثق أبا الصلت۔ وقد احمد بن سيارفي تاريخ مرو ...... و كان أبو الصلت يرد على المرجئة والجهمية والقدرية ...... و كان يعرف بالتشيع ...... رأيته يقدم أبابكر و عمر، ولا يذكر الصحابة الا بالجميل۔

(ميزان الاعتدال، ج٢، ص٦١٦)

ترجمہ: عبدالسلام بن صالح ابوالصلت الھروی صالح آدمی ہے، مگر شیعہ ہے (اس سے ابن ماجہ نے روایت لی ہے) امام ابوحاتم ابن حبان کہتے ہیں: یہ میرے نزدیک سچا نہیں۔امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حدیث پر اعتراض کیا ہے۔امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ رافضی خبیث ہے۔ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس پر حدیث وضع کرنے کی تہمت ہے۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ خبیث رافضی ہے۔حدیث وضع کرنے کے ساتھ مہتم ہے، اس نے یہ حدیث وضع کی ہے۔''ایمان دل سے اقرار کا نام ہے۔'' اس سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ ''علویوں کا کتا بنوامیہ سے بہتر ہے۔امام عباس الدردی نے کہا کہ میں نے امام یحیٰی بن معین کو کہتے سنا ہے ابا الصلت ثقہ ہے۔احمد بن سیار نے تاریخ مرو میں لکھا ہے تحقیق ابوالصلت مرجئہ، جہمیہ اور قدریہ کا رد کرتا تھا۔شیعہ ہونے کی حیثیت سے مشہور تھا۔مگر میں نے دیکھا یہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہم) کو افضل سمجھتا ہے اور صحابہ کرام کا ذکر اچھے الفاظ میں کرتا ہے۔

الحافظ علاء الدین مَغلَطائی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال ابو حاتم ابن حبان: لایجوز الاحتجاج به اذا انفرد وقال ابو جعفر العقیلی: رافضی خبیثه وذکر عن عبدالله بن أحمد تلینه أنه غیر مستقیم الامر۔ وقال محمد بن طاهر المقدسی: کذاب۔ وقال العجلی: ثقه وقال النقاش والحاکم: روئ احادیث مناکیر۔ وسأل الآجری ابا داؤد عنه فقال: کان فیه نظر۔

(اکمال تهذیب الکمال، ج ٥، ص ٣٨-٣٩)

ترجمہ: امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس روایت کو بیان کرنے میں یہ اکیلا ہوتو اس کی بیان کردہ روایت سے احتجاج جائز نہیں ہے۔ حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: خبیث رافضی ہے۔ عبداللہ بن احمد کہتے ہیں یہ غیر مستقیم الامر ہے۔ حافظ محمد بن طاہر مقدسی کہتے ہیں: یہ کذاب ہے۔ امام عجلی نے کہا: یہ ثقہ ہے۔ امام نقاش اور حاکم رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں یہ منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ امام آجری نے امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: اس میں اعتراض ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ''تقریب'' میں لکھتے ہیں۔

عبدالسلام بن صالح بن سلیمان ابو الصلت الهروی مولٰی قریش نزل نیسا بور صدوق له مناکیر و کان یتشیع و افرط العقیلی فقال کذاب۔

(تقریب التهذیب، ص ٢١٣)

ترجمہ: ابوالصلت عبدالسلام بن صالح صدوق ہے اس کی روایت میں مناکیر ہوتی ہیں اور بے شک شیعہ ہے۔ اور عقیلی نے افراط سے کام لیتے ہوئے اسے کذاب کہا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ اسے صدوق کہا ہے مگر اس کا شیعہ ہونا اور اس کی بیان کردہ روایت میں مناکیر کا انہیں بھی اعتراف ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا ہے کہ انہوں نے افراط سے کام لیتے ہوئے اسے کذاب کہا

ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ محمد بن طاہر المقدسی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے کذاب قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس پر وضع حدیث کی تہمت ہے جبکہ امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کی نشاندھی بھی کی ہے جو اس کی وضع کردہ ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس پر جرح مفسر ہے۔ امام یحییٰ بن معین اور امام عجلی اس کی تعدیل کرتے ہیں۔ جرح مفسر ہو تو تعدیل فائدہ مند نہیں ہوتی جبکہ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کا انکار بھی مروی ہے۔

اسی لیے امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام حاکم کی تعدیل کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔

" قلت: لاواللہ لاثقة ولا مامون۔"

(تلخیص المستدرک بہامش المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۲۶)

ترجمہ: اللہ کی قسم نہیں نہ یہ ثقہ ہے اور نہ مامون ہے۔

امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے نقل کی ہے مجھے امام یحییٰ بن معین کے شیخ ابوالحسین محمد بن احمد بن تمیم القنطری کا تذکرہ میزان الاعتدال، لسان المیزان اور تہذیب التہذیب وغیرہ کتب الرجال میں نہیں ملا۔ ابوالحسین محمد بن احمد بن تمیم القنطری نے یہ روایت الحسین بن فہم سے بیان کی ہے، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ثقہ مامون اور حافظ قرار دیا ہے۔ اس کا تذکرہ بھی مجھے نہیں ملا کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی اور محدث کی رائے سے آگاہی حاصل ہوتی۔ محمد بن یحییٰ بن الضریس کا تذکرہ بھی مجھے دستیاب کتب الرجال میں نہیں مل سکا۔ امام حاکم حدیث ''انا مدینۃ العلم وعلی بابھا'' کو ایک تیسری سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور اسے اسناد صحیح قرار دیا ہے۔

اس کی سند پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

(قلت) العجب من الحاکم وجرأته فی تصحیحه هذا و امثاله من البواطیل و احمد هذا دجال کذاب۔

(تلخیص المستدرک، ج ۳، ص ۱۲۷)

ترجمہ: مجھے حاکم اور اُس کی جرأت پر تعجب ہے کہ وہ اس روایت اور اس کی مثل باطل روایات کی تصحیح کرتا ہے، جبکہ اس روایت (جابر رضی اللہ عنہ) کی سند میں ایک راوی احمد بن عبداللہ بن یزید الحرانی ہے جو دجال اور کذاب (جھوٹا) ہے۔

یہ تو حدیث ''انا مدینۃ العلم وعلی بابھا'' پر سند کے لحاظ سے بحث تھی اور روایت کا جملہ ''فمن اراد المدینۃ فلیات الباب'' جو شہر میں آنے چاہے وہ دروازہ سے آئے۔ تو یہ جملہ منکر ہے رافضی اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے علم کے جامع مولا علی رضی اللہ عنہ ہیں لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعے مستفید ہوا جاسکتا ہے، جبکہ یہ نظریہ قرآن وحدیث سے متصادم ہے۔

اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج

(آل عمران:۱٦٤)

ترجمہ: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آئتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔

یہ آیت مبارکہ اور بہت سی آیات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب وحکمت کا علم تمام صحابہ کرام کو سکھایا اور ہر صحابی نے اپنی استعداد اور اپنے مرتبے کے مطابق یہ علم سیکھا۔ کسی حدیث شریف میں یہ نہیں آیا کہ تمام صحابہ کرام نے یہ علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وساطت سے سیکھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کتاب وحکمت کا علم براہ راست حاصل کر کے آگے لوگوں میں علم تقسیم کرنے کے لحاظ سب صحابہ کرام مدینۃ العلم کے دروازے ہیں۔ احادیث سے اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

1۔ اخرجه ابن حبان عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيت كانى اعطيت عسًا مملوا لبنا فشربت منه حتى تملات فرايتها تجرى فى عروقى بين الجلد واللحم فضلت منها فضلة فاعطيتها ابابكر قالوا: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا علم اعطا كه الله حتى اذا تملات منه فضلت فضلة فاعطيتها ابابكر فقال: قدا صبتم۔

(الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان، ص ١٠، ص٣، رقم ٦٨١٥)

ترجمہ: صحیح ابن حبان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: میں نے خواب دیکھا مجھے دودھ سے بھرا پیالہ پیش کیا گیا، میں نے اس سے اتنا پیا کہ پیٹ بھر گیا اور تمام جسم میں دودھ دوڑنے لگا، جو دودھ بچ گیا وہ میں نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو دے دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مراد علم ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا اور آپ نے اپنا بچا ہوا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو دے دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم درست سمجھے ہو۔

2۔ اخرجه البخارى عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال بينا انا نائم شربت يعنى اللّبن حتى انظر الى الرّى يجرى فى ظفرى او فى اظفارى ثم ناولت عمر فقالوا فما اولته قال: العلم - رواه المسلم

(الجامع الصحيح للبخارى، ج٢، ص٤٠٦،

صحيح مسلم، ج٢، ص٣٠١، رقم ٦٠٦٣)

ترجمہ: صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں سو رہا تھا کہ دوران خواب میں نے اتنا دودھ پیا جس کی تازگی میرے ناخنوں سے ظاہر ہونے لگی، پھر بچا ہوا دودھ میں نے عمر (رضی اللہ عنہ) کو دے دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اس سے کیا مراد ہے۔ فرمایا: علم مراد ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے اسی علمی مقام و مرتبہ کی وجہ سے سیدنا ابوسعید خدری، سیدنا ابوالمعلی اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

3۔ کان ابوبکر اعلمنا۔ (عن ابو سعید الخدری رضی الله عنه)

° صحیح بخاری، ج ۲، ص ۳۹۵، صحیح مسلم، ج ۳، ص ۲۹۵، رقم ۶۰۴۶، جامع ترمذی، ج ۲، ص ۸۱۸، رقم ۳۵۹۳)

ترجمہ: بے شک ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہم سے زیادہ علم والے ہیں۔

حضرت ابوالمعلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

4۔ قال فکان ابوبکر اعلمهم۔

(جامع ترمذی، ج ۲، ص ۸۱۷، رقم ۳۵۹۲)

ترجمہ: بے شک ابوبکر ہم سے زیادہ علم والے ہیں۔

5۔اخرجه الحاکم عن عبدالله قال لووضع علم عمر کفة میزان ووضع علم الناس فی کفة لرجع علم عمر۔ قال الذهبی (خ م)

(المستدرك الحاکم، ج ۳، ص ۸۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں تمام لوگوں کا علم رکھ دیا جائے تب بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری رہے گا۔ امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

علامہ علی القاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ انہی حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھتے ہیں:

" والمعنی علی باب من ابو ابها ولکن التخصیص یفید نوعا من التعظیم وهو کذلك لانه بالنسبة الی بعض الصحابة اعظمهم واعلمهم ومما یدل علی ان جمیع الاصحاب بمنزلة الابواب قوله صلی الله علیه وسلم اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم

مع الایماء الی اختلاف مراتب انوارھا فی الاھتداء ومما یحقق ذلك ان التابعین اخذوا انواع العلوم الشرعیة من القرأة والتفسیر والحدیث والفقه من سائر الصحابة غیر علی ایضاً فعلم عدم انحصار البابیة فی حقه اللھم الا ان یختص بباب القضاء۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱۱، ص ۳۴۵)

ترجمہ: اوراس کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ علم کے دروازوں میں سے ایک دروزہ ہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خصوصی طور پر ذکر کرنا ان کی فضیلت وتکریم کو ظاہر کرتا ہے اور واقع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسا رتبہ رکھتے ہیں، مگر وہ بعض صحابہ کی بہ نسبت اعظم واعلم ہیں (حضرت علی رضی اللہ عنہ بعض صحابہ کی بہ نسبت زیادہ علم وفضیلت رکھتے تھے) اور تمام صحابہ کے علم کے دروازے ہونے کا ثبوت یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے، اگر چہ ہدایت دینے میں ان کے انوار کے مراتب مختلف ہیں۔ اور جو چیز اسے تحقیق سے ثابت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ تابعین نے علوم شرعیہ کی مختلف انواع یعنی علم قرأۃ، علم تفسیر، علم حدیث اور علم فقہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام صحابہ سے بھی حاصل کی ہیں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں باب العلم ہونے کا عدم انحصار واضح ہو گیا۔

اے میرے اللہ! اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت (باب مدینۃ العلم) ہونا باب قضا سے ہو، کیونکہ آپ کے حق میں وارد ہے "انہ اقضاکم" کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تم میں سب سے بڑے قاضی ہیں۔

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

" ومشہور بلفظ انا مدینة العلم وعلی بابھا و گفت که شك نیست که علم آنحضرت از جانب صحابه دیگر آمده و مخصوص بمرتضیٰ نیست بلکه تخصیص بوجہی خاص خواہد بود که وسیع تر و مفتوح تر

و عظیم تر خواہد بود مثلاً چنانچہ آمدہ است اقضاکم علی۔"

(اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ، ج٤، ص٦٦٦)

ترجمہ: یہ حدیث "میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے" کے الفاظ کے ساتھ مشہور ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم دوسرے صحابہ کرام سے بھی آیا ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ یہ تخصیص کسی خاص وجہ کی بناء پر ہوگی کہ ان کے ذریعے وسیع اور عظیم لوگوں تک پہنچے گا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ علی (رضی اللہ عنہ) تم سے سب سے زیادہ فیصلہ کرنے والے ہیں۔

علامہ علی بن سلطان القاری علیہ الرحمۃ اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات سے واضح ہوا کہ حدیث "انا مدینة العلم و علی بابها" حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جمیع صحابہ کرام بالخصوص شیخان کرام رضی اللہ عنہم سے مطلقاً اعلم ہونے پر دلالت نہیں کرتی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باب مدینة العلم ہونا باب قضاء کے جہت سے ہے اور یہ حدیث تفضیلی شیعوں کے لیے مفید مدعا نہیں ہے۔

تفضیلی شیعہ حضرات کی مستدل دوسری حدیث

اخرجه ابو نعيم حدثنا ابو احمد الغطريفي حدثنا ابو الحسن بن ابی مقاتل حدثنا محمد بن عبيد بن عتبة حدثنا محمد بن علی الوهبی الكوفی حدثنا احمد بن عمران ابن سلمة و كان ثقة عدلاً مرضيًا حدثنا سفيان الثوری عن منصور عن ابراهيم عن علقمة عن عبدالله، قال: كنت عند النبی صلی الله عليه وسلم فسئل عن علی فقال: قسمت الحكمة عشرة أجزاء، فاعطی علی تسعة اجزاء والناس جزءاً واحدًا۔

(حلية الاولياء، ج١، ص١٠٤، رقم١٩٨)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، آپ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ علیہ السلام نے

فرمایا: حکمت کو دس (۱۰) حصوں میں تقسیم کیا گیا تو نو (۹) حصے علی رضی اللہ عنہ کو دیئے گئے اور ایک حصہ باقی لوگوں کو دیا گیا۔

اس روایت سے قاری ظہور احمد شیعی نے ''شرح خصائص علی'' میں اور احمد بن محمد بن الصدیق الغماری نے ''فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب مدینۃ العلم علی'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سب صحابہ کرام سے اعلم ہونے پر استدلال کیا ہے۔

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا جائزہ

اس روایت کے راویوں ابواحمد الغطریفی، ابوالحسن ابن ابی مقاتل، محمد بن عبداللہ بن عتبہ اور محمد بن علی الوھبی الکوفی کے حالات کتب الرجال میں دستیاب نہیں ہیں لہٰذا مجہول راویوں کی روایت قابل استدلال نہیں ہے۔ اس روایت کے ایک راوی احمد بن عمران بن سلمۃ کے بارے میں حافظ ذھبی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

احمد بن عمران سلمة عن الثوری لایدری من ذا الا انه روی محمد بن علی العتبی عنه عن الثوری ...... عن عبدالله رفعه۔ قال: قسمت الحكمة فجعل فی علی تسعة أجزاء وفی الناس جز واحد۔ فهذا كذب۔

(میزان الاعتدال، ج۱، ص ۱۲٤)

ترجمہ: احمد بن عمران سلمۃ حضرت سفیان ثوری سے روایت کرتا ہے میں نہیں جانتا یہ کون ہے سوائے اس کے کہ محمد بن علی العتبی نے اس سے اور اس نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حکمت دس حصوں میں تقسیم کی گئی نو حصے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملے اور ایک حصہ باقی لوگوں کو دیا گیا۔ اور یہ روایت جھوٹ ہے۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے احمد بن محمد بن صدیق الغماری کہتا ہے کہ حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے اتفاق نہیں کیا اور ''لسان المیزان'' میں حافظ ابونعیم کے قول کو ترجیح دی۔

" انه ثقة عدلا مرضیا وفی هذا مخالفة لما ذکر الذهبی "

(لسان المیزان، ج ۱، ص ۳۴۱)

ترجمہ: احمد بن عمران ثقہ عادل اور پسندیدہ راوی تھا۔ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس کا قول اس کی مخالفت کر رہا ہے۔

میں محمد علی مصطفوی حنفی کہتا ہوں کہ اس روایت کے شروع کے چار راوی مجہول ہیں جب تک ان کے آگے پیچھے کا پتہ نہ چلے اس وقت تک احمد بن عمران بن سلمۃ کے بارے میں حافظ ابونعیم کی تعدیل فائدہ مند نہیں ہو سکتی۔ احمد بن عمران بن سلمۃ عجیب قسم کا راوی تھا کہ حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی اور محدث کو اس کا حدود اربعہ ہی معلوم نہ ہو سکا۔ حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ بھی اس کے بارے میں کسی دوسرے محدث کا کلمہ تعدیل نقل نہ کر سکے۔ صرف یہ لکھا۔

" وقال الازدی مجهول۔ منکر الحدیث "

(لسان المیزان، ج ۱، ص ۲۳)

ترجمہ: حافظ ابوالفتح الازدی علیہ الرحمۃ نے کہا احمد بن عمران مجہول ہے اور یہ منکر الحدیث ہے۔

ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس مضمون کی ایک موقوف روایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جبکہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس مضمون کی روائتیں سند صحیح کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہیں ایک روایت پہلے نقل کی جا چکی ہے۔ ایک روایت اور ملاحظہ فرمائیں۔

اخرجه ابن سعد اخبرنا الاعمش عن شقیق قال عبدالله بن مسعود لو وضع علم احیاء العرب فی کفةٍ و علم عمر کفه لرجع بهم علم عمر۔ قال ابو معاویة فقال الاعمش فحدثت بهذا الحدیث ابراهیم فقال: قال عبدالله: ان کنا لنحسب عمر قد ذهب بتسعة اعشار العلم۔ قال السیوطی: اخرجه الطبرانی فی الکبیر و الحاکم۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۲، ص ۴۱۹، تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص ۱۲۱)

ترجمہ: امام ابن سعد نے طبقات میں حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر عرب کے زندہ لوگوں کا علم ایک پلڑے میں اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا علم دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے علم کا پلڑا جھک جائے گا۔ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ہم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے علم کا حساب لگائیں تو علم کے دس حصوں میں سے نو حصے علم آپ کو دیا گیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایات صحیح الاسناد ہیں ان اسناد کا کوئی راوی مجہول نہیں۔

سوال: کیا حضرت رضی اللہ عنہ کے علم کے بارے میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم کے بارے میں روایات میں مطابقت ممکن ہے؟

جواب: حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دونوں اہل سنت و جماعت کے مسلمہ امام ہیں۔ ان دونوں کے علم کے بارے میں صحابہ کرام سے مروی موقوف روایات میں مطابقت ممکن ہے کہ ان دونوں باتوں کو ان بزرگوں کے اپنے اپنے دور پر محمول کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اعلم الناس قرار دینے کا تعلق ان کے عہد خلافت سے ہے کیونکہ روایت کے الفاظ ہیں "لو وضع علم احياء العرب فی كفة و علم عمر كفة لرجح بهم علم عمر" اگر عرب کے زندہ لوگوں کا علم ایک پلڑے میں اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا علم دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم کا پلڑا جھک جائے گا۔ اس روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں سب صحابہ کرام سے (بمعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ) زیادہ اعلم تھے۔ اس سے سیدنا ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ مستثنیٰ ہوں گے کیونکہ وہ وفات پا چکے تھے، اپنے عہد میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب صحابہ کرام سے زیادہ علم والے تھے جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں موجود صحابہ کرام سے زیادہ علم والے تھے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔ یہی اکابرین اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔

تفضیلی شیعی حضرات کی مستدل تیسری حدیث

قاری ظہور احمد شیعی لکھتا ہے۔

عبدالملک بن ابی سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطا رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

اكان في اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم أحد أعلم من علي؟ قال: لا والله ما أعلمه۔

ترجمہ: کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی عالم تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں خدا کی قسم میں ایسے شخص کو نہیں جانتا۔

(الاستعياب، ج ٣، ص ٢٠٦، تاريخ دمشق لابن عساكر، ج ٢، ص ٤١٠)

یہی وجہ ہے کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے سوا کسی شخص نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ''اس سے جو چاہو پوچھو وہ قرآن سے جواب دے گا'' ایسا دعویٰ صرف آپ ہی نے کیا، چنانچہ حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: لوگو تم مجھ سے سوال کرو بخدا تم قیامت تک جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے میں تمہیں بتاؤں گا اور تم مجھ سے قرآن مجید کی بابت سوال کرو، بخدا قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ وہ رات میں اُتری یا دن میں، میدانوں میں نازل ہوئی یا پہاڑوں میں۔''

(جامع بيان العلم، ج ١، ص ٤٦٤، الاتقان، ج ٢، ص ٤٦٦،
شرح خصائص علی رضی الله عنه للفيضی، ص ١٤١)

دلیل کا جائزہ

قاری ظہور احمد فیضی شیعی کا ان دو دلیلوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام صحابہ کرام سے اعلم ہونے کا استدلال اس کی کم عقلی اور اس کے باطن میں پوشیدہ بیماری کی نشاندہی کرتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یقیناً کثیر العلم اور اپنے عہد خلافت میں موجود تمام صحابہ سے اعلم تھے مگر اس سے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے اعلم ہونا لازم نہیں آتا۔

قاری ظہور احمد فیضی شیعی نے جو حضرت عطا رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے یہ ان کے اپنے علم اور معلومات کے مطابق ہے۔ ان کی یہ رائے اُن صحابہ کرام سے متعلق ہے جن کا زمانہ نہ انہوں نے پایا کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ زیادہ علم والے تھے۔ اس نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی، سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا ابوحذیفہ رضی اللہ عنہم اور بعض دوسرے اکابر صحابہ کرام کو نہیں پایا۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت عطا بن ابی رباح: حضرت عثمان کے اور صحیح قول کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔ حضرت عائشہ، ابوہریرہ، ابن عباس، ابوسعید خدری، اُم سلمۃ اور دوسرے صحابہ کرام سے علم حاصل کیا۔

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی اردو ترجمہ، ج ۱، ص ۹۶، رقم ۹۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عطاء بن ابی رباح: رَوی عن ابن عباس و ابن عمرو و ابن عمر و ابن الزبیر و معاویة و اسامة بن زید و جابر بن عبدالله و زید بن ارقم و عبدالله بن سائب المخزومی و عقیل بن ابوطالب و عمر ابن ابی طالب و عمر بن ابی سلمة و رافع بن خدیج و أبی سعید الحذری و أبی هریرة و عائشه و أُم سلمة و أم هانی و أُم کرز الکعبیة، وارسل

عن عثمان بن عفان و عتاب بن اسید و اوس بن الصامت و الفضل بن عباس وغیرھم۔

(تہذیب التہذیب، ج۷، ص۱۷۹-۱۸۰)

ترجمہ: حضرت عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ نے بہت سے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کو نہیں پایا لہٰذا ان کے قول کو سارے صحابہ کے بارے میں قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ جبکہ بعض تابعین نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اعلم الناس قرار دیا ہے۔

1۔ اخرجه ابن سعد عن الاعمش عن شمر قال: قال حذیفة لکان علم الناس کان مدسوسا فی حجر مع عمر۔ ورواه ابن ابی شیبة۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج۲، ص۴۱۹،

مصنف ابن ابی شیبة، ج۷، ص۴۸۶)

ترجمہ: حضرت شمر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: بے شک تمام لوگوں کا علم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک ناخن کے گوشت کے نیچے پوشیدہ ہے۔

2۔ اخرجه ابن ابی شیبة عن قبیصة بن جابر قال: مارایت رجلاً اعلم باللہ ولا اقر ألکتاب اللہ ولا أفقه دین اللہ من عمر۔

(مصنف ابن ابی شیبة، ج۷، ص۴۸۰)

ترجمہ: حضرت قبیصہ بن جابر تابعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ اللہ کی معرفت رکھنے والا، اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کی تلاوت کرنے والا اور اللہ کے دین کی سمجھ رکھنے والا نہیں دیکھا۔

اب رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان مبارک ''لوگو تم مجھ سے سوال کرو بخدا تم قیامت تک جس چیز کے متعلق دریافت کرو گے میں تمہیں بتاؤں گا...... بخدا قرآن مجید کی کوئی آیت ایسی نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ وہ رات میں اُتری یا دن میں، میدانوں میں نازل ہوئی یا پہاڑوں پر۔''

قاری ظہور احمد فیضی شیعی نے لکھا ہے "کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے سوا کسی شخص نے یہ دعویٰ نہیں کیا۔" بادی النظر میں ظہور احمد فیضی شیعی کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی دوسرے صحابی کے پاس یہ علم ہی نہیں تھا۔ ہمارے نزدیک قاری ظہور احمد فیضی شیعی کا یہ دعویٰ کم علمی اور رافضی اثرات کی وجہ سے ہے۔ کسی صحابی کے دعویٰ نہ کرنے یہ کیسے ثابت ہوا کہ انہیں ان چیزوں کا علم ہی نہیں تھا؟ اکابر صحابہ میں سے دو صحابیوں کا علمی مرتبہ ملاحظہ فرمائیں۔

اخرجه البخاری عن مسروق قال قال عبدالله بن مسعود رضی الله عنه والله الذی لا اِله غیره ما انزلت سُورةٌ مِّن کتاب الله الا انا اَعْلم اَیْن اُنزلت ولا انزلت اٰیةٌ من کتاب الله اِلا انا اعلم فیم انزلت ولو اعلم احدًا اعلم مِنّی بکتاب الله تبلغه الا بل لرکبت الیه، ورواه المسلم

(الجامع الصحیح للبخاری، ج۲، ص۱۰۳۲-۱۰۳۳،
صحیح مسلم، ج۳، ص۳۵۲، رقم ۶۲۰۹)

ترجمہ: صحیح بخاری میں روایت ہے کہ امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں قرآن کریم کی کوئی سورت ایسی نہیں ہے جس کے متعلق میں یہ نہ جانتا ہوں کہ کہاں نازل ہوئی اور قرآن مجید کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کے متعلق مجھے یہ علم نہ ہو کہ یہ کس کے بارے میں نازل ہوئی۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص اللہ کی کتاب کا مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے تو میں اونٹ پر سوار ہو کر اس کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اعلان کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے اور حادیث پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں:

"سیدنا ابن مسعود اور سیدنا مرتضیٰ کریم رضی اللہ عنہما دونوں کے الفاظ پر دوبارہ غور کیجئے۔

پہلا فرق یہ دیکھئے کہ دونوں کے اقوال کون کون سی کتابوں میں ہیں۔ دوسرا فرق یہ دیکھئے کہ سیدنا ابن مسعود اپنے سے زیادہ علم والے کو نہیں جانتے، جبکہ مولائے مرتضیٰ نے اپنے سے اعلم کی نفی نہیں فرمائی۔ تیسرا فرق یہ دیکھئے کہ سیدنا ابن مسعود نے سَلُوْنی یعنی مجھ سے پوچھ لو کا اعلان نہیں فرمایا جبکہ مرتضیٰ کریم نے یہ اعلان فرمایا ہے۔ اس اعلان کی وجہ سمجھنا نہایت آسان اور دلچسپ ہے۔ دراصل آپ نے یہ اعلان مکہ شریف اور مدینہ منورہ میں بیٹھ کر نہیں فرمایا بلکہ کوفہ میں بیٹھ کر فرمایا ہے۔ حرمین سے دوری کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کو اس قسم کے اعلان کی سخت ضرورت تھی۔ آپ نے اپنا دارالخلافہ کوفہ منتقل فرمالیا تھا اور آپ کے اعلان کو روایت کرنے والے صحابی حضرت ابو الطفیل بھی کوفہ کے رہنے والے ہیں۔"

(ضرب حیدری، ص ۲۱۲-۲۱۳)

تفضیلی شیعہ صاحبان سمجھ آئی؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے نہیں فرمایا تھا کیونکہ انہیں ان معاملات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے آگاہی حاصل تھی، یہ اعلان کوفہ کے باسیوں کے لیے تھا جو ان باتوں سے بے خبر تھے۔ صحابہ کرام کو قیامت تک کے واقعات سے آگاہی حاصل ہونے کے بارے میں احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ عن حذیفة قال قام فینا رسول الله صلی الله علیه وسلم مقامًا مّا ترك شیئًا یّکون فی مقامه ذلك اِلی قیام الساعة الاحدث به حفظه' و نسیه' من نسیه قد علمه اصحابی هٰؤلآء وانه لیکون منه الشّی ءُقد نسیتهُ' فاراه فاذکره کما یذکر الرّجل وجه الرّجل اذاغاب عنه ثم اذراٰه عرفه۔ متفق علیه۔

(مشکوة المصابیح، ج ۳، ص ۷، رقم ۵۱٤٤)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہم میں قیام فرمایا۔ اور آپ نے اسی جگہ (کھڑے کھڑے) قیامت تک ہونے والی ہر شے کے

بارے میں خبر دی جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ یہ بات میرے ساتھی (صحابہ کرام) جانتے ہیں۔ ان (بیان کردہ) واقعات میں سے جب کوئی چیز ظہور پذیر ہوتی ہے جس کو میں بھول چکا ہوتا ہوں تو اس کو دیکھ کر مجھے یاد آ جاتی ہے جیسے ایک آدمی کسی آدمی کا چہرہ یاد رکھتا ہے۔ پھر وہ غائب ہو جاتا ہے۔ پھر جب اس کو دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

2۔ وعن حذيفة قال والله ما ادري انسي اصحابي ام تنا سوا والله ماترك رسول الله صلى الله عليه وسلم من قائد فتنةٍ إلٰى اَنْ تنقضي الدُّنيا يبلغ من مّعه ثلٰث مائةٍ فصاعدًا الا قدسمّاه لنا باسمه واسم ابيه واسم قبيلته۔ رواه ابو داؤد۔

(مشكوة المصابيح، ج ٣، ص ١١، رقم ٥١٥٨)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھی بھول گئے ہیں یا بھولنے کا اظہار کر رہے ہیں، اللہ عزوجل کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے ختم ہونے تک کسی فتنے کے قائد کو نہیں چھوڑا جس کے ساتھیوں کی تعداد تین سو تک پہنچے یا اس سے زیادہ ہوگی مگر ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (قائد فتنہ) کا نام اور اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے کا نام بتا دیا۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

ہماری نقل کردہ ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہی قرآن مجید کے اسرار اور قیامت تک ہونے والے واقعات سے آگاہ نہیں فرمایا تھا بلکہ دوسرے صحابہ کرام کو بھی آگاہ فرمایا تھا، نیز یہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہما براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کرتے تھے اور اپنی صلاحیت اور مرتبے کے مطابق فیضیاب ہوتے تھے۔ لہٰذا سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ "مدینۃ العلم" کا اکلوتا دروازہ نہیں تھے بلکہ دوسرے صحابہ کرام کو بھی ابواب مدینۃ العلم ہونے کی سعادت حاصل تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حدیث میں "باب مدینۃ العلم" ہونے کا تذکرہ ایک خاص جہت سے ہے اور یہ خصوصیت

قضاء کے باب سے ہے۔

تفضیلی شیعی حضرات کی پانچویں دلیل

حدیث۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

حدیث۔ عن شعبة عن سلمة بن كهيل قال سمعت أبا الطفيل يحدث عن ابی سريحة أو زيد بن ارقم (شك شعبة) عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: من كنت مولاه فعلی مولاه۔ (قال ابو عيسى هذا حديث حسن غريب)

(ترمذی، الجامع الصحیح، ج٦، ص٧٩، رقم٤٧١٣، السيف الجلی علٰی منكر ولاية علی رضی الله عنه، ص١٩ از پروفیسر طاہر القادری)

ترجمہ: شعبہ، سلمہ بن کہیل سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابوطفیل سے سنا کہ ابوسریحہ یا زید بن ارقم رضی اللہ عنہما...... سے مروی ہے (شعبہ کو راوی کے متعلق شک ہے) کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے۔

پروفیسر طاہر القادری نے ''سیف الجلی علٰی منکر ولایت علی رضی اللہ عنہ'' کے مقدمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو اعلان ولایت علی رضی اللہ عنہ قرار دیا ہے اور مولا کا معنی آقا و مالک قرار دے کر حضرت علی رضی اللہ عن کے تمام صحابہ کرام سے افضل ہونے کے شیعہ عقیدہ کو اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔

قاری ظہور احمد فیضی شیعی نے بھی اپنے الفاظ میں اسی نظریہ کی ترجمانی کی ہے۔

تفضیلی شیعی حضرات کی پانچویں دلیل کا جائزہ

ولایت علی رضی اللہ عنہ اہل سنت و جماعت کے عقیدہ و ایمان کا حصہ ہے مگر اس سے شیخان (سیدنا ابوبکر صدیق و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما) اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ شیخان رضی اللہ عنہم کمالات نبوت کے حامل تھے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کمالات محمدی کے حاصل ہونے اور ولایت مصطفوی علیہ وآلہ الصلوٰت والسلام کے درجوں کے پہنچنے کے باوجود گزشتہ انبیاء کے درمیان جانب ولایت میں حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور جانب دعوت میں جو مقام نبوت کے مناسب ہے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناسبت رکھتے ہیں اور حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ دونوں طرف میں حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور حضرت امیر (سیدنا علی المرتضیٰ) رضی اللہ عنہ دونوں طرفوں میں حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور چونکہ حضرت عیسٰی روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اس لیے نبوت کی جانب سے ولایت کی جانب ان میں غالب ہے، اور حضرت امیر (سیدنا مولا علی) رضی اللہ عنہ میں بھی اس مناسبت کے باعث ولایت کی جانب غالب ہے......

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ مراتب کے اختلاف کے موافق نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بوجھ کو اٹھانے والے ہیں۔ اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی مناسبت اور جانب ولایت کے غلبہ کے باعث ولایت محمدی کے بوجھ کو اٹھانے والے ہیں اور حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کو برزخیت کے اعتبار سے ہر دو طرف کے بوجھ اٹھانے والا فرمایا ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ اس اعتبار سے بھی ان کو ذی النورین کہیں۔ اور چونکہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما بار نبوت کے اٹھانے والے ہیں، اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں، کیونکہ مقام دعوت جو مرتبہ نبوت سے پیدا ہوا ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی انبیا کے درمیان ان میں اتم و اکمل ہے......

اور جاننا چاہیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولایت، ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے

دائیں طرف واقع ہوئی ہے اور ولایت عیسوی علیہ السلام اس ولایت کے بائیں طرف اور چونکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے حامل ہیں اس لیے مشائخ واولیاء کے اکثر سلسلے ان سے منتسب ہوئے، اور حضرت امیر (سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کے کمالات حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کے کمالات کی نسبت اکثر اولیائے عظام پر جو کمالات ولایت سے مخصوص ہیں زیادہ تر ظاہر ہوئے۔ اگر شیخین (سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کی افضلیت پر اہل سنت کا اجماع نہ ہوتا تو اکثر اولیائے عظام کا کشف حضرت امیر (سیدنا علی) رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا حکم کر دیتا کیونکہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے کمالات انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کے مشابہ ہیں اور صاحبان ولایت کا ہاتھ ان کے کمالات کے دامن سے کوتاہ ہے۔ اور اہل کشف کا کشف ان کے کمالات کے درجوں کی بلندی کے باعث راہ میں ہے۔ ولایت کے کمالات ان کے کمالات کے مقابلے میں مطروح فی الطریق (راہ میں پھینکے ہوئے) کی طرح ہیں۔ کمالات ولایت کمالات نبوت پر چڑھنے کے لیے بمنزلہ زینہ کے ہیں۔ پس مقدمات کو مقاصد کی کیا خبر ہے اور مطالب کو مبادی سے کیا شعور۔"

(مکتوبات امام ربانی جلد دوم حصہ چہارم دفتر اول،
مکتوب نمبر ۲۵۱، اردو ترجمہ ص ۵۷۲-۵۷۳)

امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین خاتم المفسرین والمحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

مقاتلات شیخین ہمہ بر تنزیل قرآن بود پس گویا زمان شیخین رضی اللہ عنہما بقید زمان نبوت بود و زمان حضرت امیر ابتدائی دورہ ولایت شد و لهذا شیوخ طریقت و ارباب معرفت و حقیقت آنجناب فاتح باب ولایت محمدیہ و خاتم ولایت مطلقہ انبیا نوشتہ اند۔

(تحفہ اثنا عشریہ، ص ۲۱٤)

''زیرا کہ کمال ایشان مثل کمال انبیا مبنے بر کثرت و تفضیل و مغائرت است۔''

(تحفه اثناء عشریه، ص ۲۱۵)

ترجمہ: حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی لڑائیاں سب تنزیل قرآن پر تھیں، پس گویا زمانہ شیخین رضی اللہ عنہما کا بقیہ زمانہ نبوت کا تھا، اور زمانہ حضرت امیر (سیدنا علی) رضی اللہ عنہ کا ابتدا دورہ ولایت کا ہوا۔ اسی سبب سے مشائخ طریقت اور اہل معرفت وحقیقت نے آنجناب رضی اللہ عنہ کو فاتح باب ولایت محمدیہ اور خاتم ولایت مطلقہ انبیاء لکھا ہے۔

'' کیونکہ ان کے یعنی شیخین رضی اللہ عنہما کے کمال مثل کمال انبیاء کے مبنی بر کثرت اور تفضیل اور مغائرت پر ہیں۔''

علامہ محمود آلوسی حنفی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"ونقل بعض تلامذہ مولانا الشیخ خالد نقشبندی انه ترد یوما ان مراتب الکمل اربعة۔

نبوة: وقطب مدارها نبینا صلی الله علیه وآله وسلم

ثم صدیقة: وقطب مدارها ابوبکر صدیق رضی الله عنه

ثم شهادة: وقطب مدارها عمر الفاروق رضی الله عنه

ثم ولایة: وقطب مدارها علی کرم الله تعالیٰ وجهه"

(تفسیر روح المعانی، جلدسوم جز دوم، ص۷٦)

حضرت مولانا شیخ خالد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض تلامذہ نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک روز چار کامل مرتبوں کو مقرر کیا اور فرمایا:

پہلا کامل مرتبہ نبوت ہے اور نبوت کے قطب مدار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ دوسرا کامل مرتبہ صدیقیت ہے اور اس کے قطب مدار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ تیسرا کامل مرتبہ شہادت ہے اور اس کے قطب مدار سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ چوتھا کامل مرتبہ

ولائیت ہے اوراس کے قطب مدار سید نا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

ہم نے جید علمائے اسلام کی تحقیق نقل کر دی ہے۔ پروفیسر طاہر القادری جو حقیقت میں بظاہر القادری ہے نے ''سیف الجلی علیٰ منکر ولایۃ علی رضی اللہ عنہ'' میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کے مکتوب کا پہلا حصہ حذف کر کے اپنا مفید مطلب کچھ حصہ نقل کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتماد کرتا ہے تو اسے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ یہ تحقیق بھی ماننی چاہیے کہ ولایت محمدی جسے طاہر القادری پہلا درجہ دیتا ہے یہ درجہ شیخین رضی اللہ عنہما کے مقام سے نچلا درجہ ہے لہٰذا ولایت محمدی اور فاتح ولایت باب محمدیہ کی آڑ بھی اس کے لیے فائدہ مند نہیں ہے۔

حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کی صحت کی تحقیق

یہ حدیث مختلف اسناد اور مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔اپنے پورے پس منظر کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے، اپنے پورے پس منظر کے ساتھ یہ حدیث تفضیلی رافضی حضرات کے لیے مفید مطلب نہیں ہے۔ کچھ اسناد اور الفاظ کے ساتھ یہ روایت نہایت ضعیف، منکر بلکہ موضوع ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے ۵۱ روایات نقل کی ہیں ان میں بھی یہ خود ساختہ شیخ الاسلام من گھڑت روایات نقل کرنے سے باز نہیں آیا۔ہم آگے چل کر اس کی نشاندھی کریں گے۔''حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کا پس منظر علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" فی ایراد الحدیث الدال علی أنه علیه السلام خطب بمکان بین مکة والمدینة مرجعه من حجة الوداع قریب من الحجفة۔ یقال له غدیر خم۔

فبین فیها فضل علی بن أبی طالب و براءة عرضه مما کان تکلم فیه بعض من کان معه بارض الیمن، بسبب ما کان صدر منه الیهم من المعدلة التی ظنها بعضهم جوراً و تضییقاً وبخلاء والصواب کان معه فی ذلك ولهذا لما تفرغ علیه السلام من بیان

المناسك ورجع الى المدينة بين ذلك فى اثناء الطريق، فخطب خطبة عظيمة فى اليوم الثامن عشر من ذى الحجة عامئذ، وكان يوم الاحد بغد يرخُم تحت شجرة هناك فبيّن فيها أشياء- وذكر من فضل علي وأمانته وعدله و قربه اليه ما أزاح به ماكان فى نفوس كثير من الناس منه- ونحن نورد عيون الأحاديث الواردة فى ذلك و نبيّن ما فيها من صحيح و ضعيف بحول الله و قوته و عونه وقد اعتنى بأمر هذا الحديث ابوجعفر محمد بن جرير الطبرى صاحب التفسير و التاريخ فجمع فيه مجلدين اورد فيهما طرقه و الفاظه وساق الغث والسمين والصحيح والسقيم، على ماجرت به عادة كثير من المحدثين، يوردون ماوقع لهم فى ذلك الباب من غير تمييز بين صحيحه و ضعيفه-"

(البداية والنهاية، ج٤، ص١٦٧، طبع جديد)

ترجمہ: ''اس حدیث کے بیان میں جو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر جحفہ کے قریب مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ پر خطبہ دیا جسے غدیر خم کہتے ہیں۔ آپ نے اس خطبہ میں حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی اور ارض یمن میں آپ کے بعض ساتھیوں نے اس عادلانہ بات کے باعث جو آپ سے صادر ہوئی اور جسے بعض نے زیادتی، سختی اور بخل خیال کیا۔ اس سے آپ کا دامن پاک کیا۔

اس لیے جب آپ مناسک کے بیان سے فارغ ہوئے اور مدینہ کی طرف لوٹے تو آپ نے راستے میں اس بات کو واضح کیا۔ اور اس سال ۱۸ ذوالحجہ کو اتوار کے روز غدیر خم میں درخت کے نیچے ایک عظیم الشان خطبہ دیا اور اس میں کچھ باتوں کو واضح کیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت و امانت اور عدالت و قرابت کو بیان کیا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رنجش کو دور کر دیا جو بہت سے لوگوں کے دلوں میں پائی جاتی تھی۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کی مدد اور قوت سے اس بارے میں وارد ہونے والی احادیث کو بیان کریں گے اور ان میں سے صحیح اور ضعیف کو واضح کریں

گے۔اوراس حدیث کے واقعہ میں امام ابوجعفر بن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے جو مفسر اور مورخ ہیں۔ بڑی توجہ دی ہے اور اس کے متعلق دو جلدیں لکھی ہیں جن میں اس حدیث کے طرق والفاظ بیان کیے ہیں اور فاسد اور پاکیزہ اور صحیح وسقیم کو بیان کیا ہے۔اکثر محدثین کی عادت ہے کہ وہ صحیح و ضعیف کی تمیز کیے بغیر جو کچھ بھی انہیں اس باب میں ملتا ہے بیان کر دیتے ہیں۔''

حافظ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق سے واضح ہوا کہ مکہ و مدینہ منورہ کے مابین جحفہ کے قریب غدیر خم کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کا مقصد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تفویض ولایت نہ تھی (کیونکہ صاحب ولایت وہ پہلے ہی تھے وگرنہ ماننا پڑے گا کہ اس سے پہلے آپ ولی بھی نہ تھے اسی دن ولایت ملی) بلکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کیئے گئے اعتراضات کا دفعیہ تھا۔اور یہ کہ اس موضوع پر صحیح اور سقیم (بیمار) اور فاسد اور پاکیزہ دونوں طرح کی روایات موجود ہیں اور ان میں فرق کرنا لازم ہے۔جبکہ پروفیسر طاہر القادری عرف بظاہر القادری نے اپنا تفضیلی شیعی موقف ثابت کرنے کے لیے صحیح اور سقیم دونوں طرح کی روائتیں درج کر کے عوام اہل سنت و جماعت کو دھوکہ دینے کی سعی نامشکور کی ہے جو قابل مذمت ہے۔

قارئین کرام: اس موضوع پر چند صحیح روایات ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث 1: اخرجه الحاكم حدثنا محمد بن صالح بن هانی ثنا احمد بن نصر و اخبرنا محمد بن علی الشيبانی بالكوفة ثنا احمد بن حازم الغفاری (وانبا) محمد بن عبدالله العمری ثنا محمد بن اسحاق ثنا محمد بن يحيىٰ و احمد بن يوسف (قالوا) ثنا ابو نعيم ثنا ابن ابی غنية عن الحكم عن سعيد بن جبير عن ابن عباس عن بريدة الاسلمی رضی الله عنه قال: غزوت مع علی الی اليمن فرايت منه جفوة فقدمت علی رسول الله صلی الله عليه و آله وسلم فذكرت عليا فتنقصته فرأيت وجه رسول الله صلی الله عليه و آله وسلم يتغير فقال يا بريدة الست اولی بالمومنين من انفسهم قلت

بلی یا رسول الله فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ و ذکر الحدیث، وھذا حدیث صحیح علی شرط المسلم ولم یخرجاہ۔ ورواہ احمد وقال ابن کثیر: وکذا رواہ النسائی عن ابی داؤد الحرانی عن ابی نعیم الفضل بن دکین عن عبدالملک بن ابی غنیة باسناد نحوہ۔ وھذا اسناد جید قوی رجالہ کلھم ثقات۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم، ج۳، ص۱۱۰ طبع بیروت، خصائص علی للنسائی، ص۲۲، البدایة والنہایة، ج۴، ص۱۶۸ طبع دارالفکر بیروت، مسند امام احمد بن حنبل، ج۵، ص۳۴۷، السیف الجلی طاہر القادری، ص۳۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کی طرف جنگ کرنے گیا تو میں نے ان سے کچھ زیادتی دیکھی۔ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (جنگ سے) واپس آیا تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عیب گوئی کی، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو متغیر دیکھا، آپ علیہ السلام نے فرمایا اے بریدہ! کیا میں مومنین کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں، تو میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جی ہاں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں (محبوب ہوں) اُس کا علی رضی اللہ عنہ بھی مولا ہے (محبوب ہے)۔

شرح حدیث

پروفیسر طاہر القادری نے لفظ مولا کا معنی لکھنے سے اجتناب کیا ہے مگر ایک جگہ بددیانتی کرتے ہوئے ترجمہ یوں لکھا ہے۔

''اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (جواباً) فرمایا: وہ (علی) تو میرا مولا (آقا) ہے۔''

(السیف الجلی للطاہر القادری، ص۷۴)

قاری ظہور احمد فیضی شیعی لفظ ''مولیٰ'' کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

''امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''ابن الاعرابی نے کہا: مولیٰ کے حسب ذیل معانی ہیں (۱) مالک، اور وہ اللہ تعالیٰ ہے (۲) چچازاد (۳) آزاد کرنے والا (۴) آزاد شدہ (۵) ہمسایہ (۶) شریک (پارٹنر) (۷) حلیف (معاملہ میں عہد کرنے والا) (۸) محبّ (۹) مدافعت کرنے والا (۱۰) ولی، اس سے ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' ہے معناہ من تولانی فلیتول علیاً جس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرے۔''

(تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ٤٢، ص٢٣٨)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''ربیع بن سلیمان نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام شافعی رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں ارشاد نبوی ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کا معنی یہ ہے اسلامی ولایت اور اس معنی میں یہ فرمان الٰہی ہے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ (یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مددگار ہے اور کفار کا کوئی مددگار نہیں)۔

(الاعتقاد للبیہقی، ص٤٩٩)

مذکورہ عبارت میں ''مولیٰ'' کا ایک معنی ''ولی'' بھی کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ''ولی'' کا معنی محبوب کیا گیا ہے اور محبوب وہ ہوتا ہے جو دل کے قریب ہو اور یہی لفظ ''ولی'' کا اصل معنی ہے۔''

(شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ، للنسائی للفیضی، ص٤٠٤-٤٠٥)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

'' ونیز دریں حدیث دلیل صریح است بر اجتماع ولایتین در زمان واحد زیرا کہ تقید بلفظ بعد واقع نیست بلکہ سوق کلام برائے تسویہ ولایتین ست فی جمیع الاوقات من جمیع الوجوہ چنانچہ پُر ظاہر ست

و پیداست کہ شرکت امیر بانحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در تصرف درحین حیات آنحضرت ممتنع بود پس این اول دلیل است برآنکہ مراد وجوب محبت اوست زیراکہ در اجتماع محبتین مخدوری نیست بلکہ یکی مستلزم دیگرے است و در اجتماع تصرفین محذورات بسیار است''

(تحفہ اثنا عشریہ، ص۲۰۹)

ترجمہ: اوراس کے علاوہ اس حدیث میں زمانِ واحد میں دوولایتوں کا جمع ہونا دلیل صریح ہے اس واسطے کہ یہاں قید لفظ ''بعدی'' کی نہیں ہے بلکہ روانی کلام کے واسطے برابری دونوں ولایتوں کی ہے جمیع اوقات میں تمام وجوہ سے جیسا کہ ظاہر ہے۔اور حالانکہ شرکت امیر (حضرت علی) رضی اللہ عنہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تصرف میں حین حالت حیات میں ممتنع (محال) ہے پس یہ اول دلیل ہے اس کی کہ محبت اُن (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی واجب ہے کہ یہی اس سے مراد ہے۔اس لیے کہ دومحبتوں کے اجتماع میں کوئی خوف نہیں ہے بلکہ ایک دوسری کو مستلزم ہے،لیکن دوتصرفین کے جمع ہونے میں بہت زیادہ محذورات ہیں۔

اکابر علمائے اہل سنت وجماعت کی تحقیقات سے واضح ہوا کہ اس حدیث میں لفظ ''مولاہ'' کے معنی محبوب ومددگار کے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان معنوں کی تائید قاری ظہور احمد فیضی تفضیلی رافضی کے قلم سے بھی کرادی ہے اور اکابر علمائے اسلام کی بیان کردہ شرح نے رافضیت کی جڑ کاٹ دی ہے۔

حدیث 2: اخرجہ البخاری حدثنی محمد بن بشار ثنا روح بن عبادۃ حدثنا علی بن سوید بن منجوف عن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ رضی اللہ عنہ قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیًا الی خالد لیقبض الخمس و کنت أبغض علیًا وقد اغتسل فقلت لخالد: الا تری الی ھذا فلمّا قدمنا علی النبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ذکرت ذلك لہ فقال: یا بریدۃ اتبغض علیًا فقلت نعم قال لاتبغضہ فان لہ فی الخمس اکثر من ذلك۔ ورواہ احمد و لفظہ قال لا تبغضہ وأحبہ فانہ لہ فی الخمس اکثر من ذلك۔

الجامع الصحيح للبخاری، ج ۲، ص ٦٨٠، البداية والنهاية، ج٥، ص٤٥٧-٤٥٨، مسند امام احمد، ج٥،ص٣٥٩)

ترجمہ: صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے کہ اُن کے والد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس خمس لینے بھیجا اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا، اور (میں نے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غسل کئے ہوئے دیکھا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا آپ اس کی طرف نہیں دیکھتے (انہوں نے کیا کیا ہے؟)، پھر جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آیا تو میں نے آپ کے حضور یہ بات عرض کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بریدہ کیا تم علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے ہو، میں نے ہاں میں جواب دیا۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ سے بغض نہ رکھو (محبت رکھو) کیونکہ خمس میں اُن کا حصہ تو اس سے زیادہ ہے۔

حدیث 3: اخرجه ابن ماجة حدثنا علی بن محمدٍ ثنا ابو معاوية ثنا موسی بن مسلم عن ابن سابط وهو عبدالرحمن عن سعد بن ابی وقاص ...... سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول من كنت مولاه فعلی مولاه۔ الحديث

(سنن ابن ماجه، ج١، ص٦٧، رقم١٢٦)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے جس کا میں محبوب ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا محبوب ہے۔

حدیث 4: وقال المطلب بن زياد عن عبدالله بن محمد بن عقيل: سمع جابر بن عبدالله يقول: كنا بالجحفة بغدير خُم، فخرج علينا رسول الله صلی الله عليه وسلم من خباء او فسطاط، فاخذبيده علی فقال: من كنت مولاه فعلی مولاه۔ قال شيخنا الذهبی: هذا حديث حسن۔ وقد رواه ابن لهيعة عن بكر بن سوادة وغيره عن ابی

سلمة بن عبدالرحمن عن جابر بنحوه۔

☆- رواه ابن ابی عاصم فی کتاب السنة۔

(البداية والنهاية، ج ٤، ص ١٧٣، کتاب السنة لابن ابی عاصم، رقم ١٣٥٦)

ترجمہ: مطلب بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن محمد بن عقیل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ ہم غدیر خم میں جحفہ کے مقام پر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیمے سے نکل کر باہر تشریف لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس کا میں محبوب ہوں اُس کا علی (رضی اللہ عنہ) بھی محبوب ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ امام ذھبی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اس حدیث کو ابن لہیعہ نے بکر بن سوادۃ وغیرہ عن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن عن جابر رضی اللہ عنہ انہیں الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ابی عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے ''السنۃ'' میں روایت کیا ہے۔

حدیث 5 : وقد روى النسائی فی سننه عن محمد بن مثنی عن یحیٰی بن حماد عن ابی معاوية عن الاعمش عن حبیب بن ابی ثابت عن ابی الطفیل عن زید بن ارقم قال: لما رجع رسول الله من حجة الوداع و نزل غدیر خُم أمر بدوحات فقُمِمْنَ ثم قال: كانی قد دعیت فاجبت، انی ترکت فیکم الثقلین کتاب الله و عترتی أهل بیتی، فانظروا کیف تخلفونی فیهما، فانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض، ثم قال: الله مولای وأنا ولی کل مومن، ثم اخذ بید علی فقال: من کنت مولاه فهذا ولیه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه فقلت لزید: سمعت من رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال: ما کان فی الدوحات أحد الا رآه بعینیه وسمعه باذنیه، تفرد به النسائی من هذا الوجه۔ قال شیخنا أبو عبدالله الذهبی: وهذا حدیث صحیح۔

(البداية النهاية، ج ٤، ص ١٦٨، خصائص علی رضی الله عنه للنسائی مع

شرح الفیضی، ص۴۰۲، رقم ۷۶)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے پلٹے اور ''غدیر خم'' کے مقام پر اترے اور خیمے کھڑے کرنے کا حکم دیا تو وہ کھڑے کر دیئے گئے۔ پھر فرمایا: گویا مجھے بلایا گیا ہے تو میں نے بلاوا قبول کیا ہے اور میں تم میں دو گراں قدر چیزیں کتاب اللہ اور اپنی اولاد اہل بیت کو چھوڑے جا رہا ہوں، پس تم غور کرنا کہ ان دونوں چیزوں کے بارے میں تم میرا کتنا لحاظ رکھتے ہو؟ بلاشبہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گی حتی کہ یہ میرے پاس حوض پر آ جائیں گی۔ پھر فرمایا: اللہ میرا مولی ہے اور میں ہر مومن کا ولی ہوں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس کا میں محبوب ہوں اُس کا یہ (علی رضی اللہ عنہ) بھی محبوب و دوست ہے۔ اے اللہ! تو اس شخص سے محبت کر جو علی رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھے اور اُس شخص سے عداوت رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھے۔ حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا یہ ارشاد آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں میں اور میرے ساتھ جو شخص بھی خیموں میں موجود تھا، اُس نے اپنی آنکھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا ہے۔

امام نسائی اس روایت بیان کرنے میں ان الفاظ کے ساتھ منفرد ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابوعبداللہ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث 6 : اخرجه فی المسند الامام احمد حد ثنا عبدالله حدثنا علی بن حکیم الاودی انبانا شریك عن ابی اسحاق عن سعید بن وهب و عن زید بن یثیع قالا نشد علی الناس الرحبة من سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول یوم غدیر خم الاقام قال فقال من قبل سعید ستة ومن قبل زید ستة فشهدوا انهم سمعوا رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لعلی رضی الله عنه یوم غدیرخم الیس الله اولی بالمومنین قالوا بلی

قال اللهم من كنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاہ و عاد من عاداه۔

☆- قال شعیب: صحیح لغیرہ۔

(مسند امام احمد، ج ۱، ص ۴۳۷، رقم ۹۵۰)

ترجمہ: حضرت سعید بن وھب اور حضرت زید بن یثیع بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رحبہ میں لوگوں کو قسم دے کر فرمایا کہ جس شخص نے غدیر خم کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے بارے میں کوئی ارشاد سنا ہو وہ کھڑا ہو جائے اس پر حضرت سعید بن وھب اور حضرت زید بن یثیع دونوں کے مطابق چھ آدمی کھڑے ہو گئے اور ان سب نے گواہی دی کہ انہوں نے غدیر خم کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی کے متعلق یہ فرماتے سنا تھا کہ کیا اللہ مومنین کو ان کی جانوں سے زیادہ قریب (عزیز) نہیں سب نے کہا بے شک۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: جسے میں محبوب ہوں، علی بھی اُس کا محبوب ہے۔ اے اللہ جو اس سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔

حدیث 7 : اخرجه النسائی فی کتاب خصائص علی: حدثنا الحسین بن حریث المروزی، قال أخبرنا الفضل بن موسی عن الاعمش عن ابی اسحٰق عن سعید بن وهب قال: قال علی کرم الله وجهه فی الرحبة : انشد بالله من سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم غدیرخم یقول: ان الله و رسوله ولی المومنین ومن کنت ولیه فهذا ولیه اللّٰهم وال من والاه وعاد من عاداه وانصر من نصره۔ قال فقال سعید: قام الی جنبی ستة وقال زید بن یثیع قام عندی ستة۔ وقال ابن کثیر وهذا اسناد جیاد۔

(البدایة والنهایة، ج ٤ ،ص ١٧٠)

ترجمہ: حضرت سعید بن وھب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک کشادہ مقام پر (دوران خطاب) فرمایا: میں اس شخص کو قسم دیتا ہوں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے روز ارشاد فرماتے ہوئے سنا تھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول

صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے ولی ہیں اور بے شک جس کا میں ولی ہوں اُس یہ (علی رضی اللہ عنہ) بھی ولی ہے اے اللہ! اس شخص کا ولی ہو جا جو اس کو ولی بنائے اور اُس سے عداوت فرما جو اس سے عداوت رکھے اور اُس کی مدد فرما جو اس کی مدد کرے۔ حضرت سعید بن وھب کہتے ہیں میرے نزدیک سے چھ افراد کھڑے ہوئے اور حضرت زید بن یثیع بھی فرماتے ہیں میرے پاس چھ افراد کھڑے ہوئے (اور گواہی دی)۔

تبصرہ براحادیث غدیر خم

ہم نے شروع میں لکھا ہے کہ حدیث ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' اپنے پورے سیاق وسباق کے ساتھ درست ہے۔ہم نے سات ایسی احادیث نقل کی ہیں جو سند کے لحاظ سے صحیح ہیں، مگر متن کے لحاظ سے دو حدیثوں کے الفاظ مختلف ہیں۔اس باب میں صحیح ترین روایت صحیح بخاری کی ہے۔ المستدرک الحاکم سے عن ابن عباس عن بریدۃ الاسلمی کے طریق سے نقل کی گئی روایت جس میں ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کے الفاظ ہیں بھی صحیح الاسناد والمتن ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی روایات اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسند امام احمد میں مروی روایت سے اس کے متن کی تائید ہوتی ہے۔اس کے علاوہ بھی کئی روایات سے مستدرک الحاکم میں مروی روایت کے الفاظ کی تائید ہوتی ہے۔اور ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ ان میں مولاہ اور ولیہ کے الفاظ محبوب ومددگار کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا:

عن علی۔ من کنت ولیہ فھذا ولیہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کون ہے جس نے حضور علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا:

من کنت ولیہ فھذا ولیہ۔ جس کا میں ولی ہوں اُس کا علی بھی ولی ہے۔

(خصائص علی رضی اللہ عنہ نسائی، رقم ۹۵)

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

فقال : من کنت ولیه فهذا ولیه۔

رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جس کا میں ولی ہوں اُس یہ (علی رضی اللہ عنہ) بھی ولی ہے۔

اگرچہ مولا کا معنی ولی اور ولی کا معنی مولا مستعمل ہے مگر پڑھنے والا شک میں پڑ جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل الفاظ کیا تھے۔ مجھ کم علم کے خیال میں یہ حدیث ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کے الفاظ کے ساتھ زیادہ محفوظ ہے۔

اس باب میں مروی کچھ ضعیف ومنکر اور موضوع (من گھڑنت) روایات کا جائزہ

1: حدیث اجلح۔ وقال الامام احمد حدثنا ابن نمیر، حدثنا الاجلح الکندی عن عبدالله بن بریدة عن ابیه بریدة : قال بعث رسول الله صلی الله علیه وسلم بعثتین الی الیمن علی احداهما علی بن ابی طالب و علی الاخری خالد بن الولید وقال اذا التقیتما فعلی علی الناس واذا افترقتما فکل واحد منکما علی جنده قال: فلقینا بنی زید من أهل الیمن فاقتتلنا فظهر المسلمون علی المشرکین فقتلنا المقاتلة وسبینا الزریة فاصطفی علی امرأة من السبی لنفسه قال بریدة: فکتب معی خالد بن الولید الی رسول الله صلی الله علیه وسلم یخبره بذلك فلما أتیت رسول الله دفعت علیه الکتاب فقریٔ علیه فرایت الغضب فی وجه رسول الله فقلت: یا رسول الله صلی الله علیه وسلم هذا مکان العائذ بعثتنی مع رجل وأمرتنی أن أطیعه فبلغت ماأرسلت به۔ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ''لاتقع فی علی فانه مِنّی وانا منه، وهو ولیکم بعدی''۔ هذه اللفظة منکرة والاجلع شیعی و مثله لایقبل اذا تفرد بمثلها، وقد تابعه فیها من

هو أضعف منه۔ واللہ اعلم

(البداية والنهاية، ج ٥،ص ٤٥٧، مسند امام احمد بن حنبل، ج ٥، ص ٣٥٦، خصائص علی للنسائی، مطبوعہ فیصل آباد)

ترجمہ: مسند امام احمد میں ابن نمیر، اجلح الکندی، عبداللہ بن بریدہ سے مروی ہے اور وہ اپنے والد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو فوجی دستے یمن کی طرف روانہ فرمائے ان میں سے ایک کے امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور دوسرے کے سربراہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے نیز آپ نے فرمایا جب دونوں دستے اکٹھے ہو جائیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سب کے امیر ہوں گے اور جب دونوں دستے الگ الگ ہوں تو تم دونوں میں سے ہر کوئی اپنی اپنی فوج کا امیر ہو گا۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اہل یمن میں سے بنی زید کے ساتھ جنگ کی اور مسلمانوں نے مشرکین پر غلبہ پالیا پس ہم نے جنگ بازوں کو قتل کیا اور ان کی اولاد کو قیدی بنالیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیدیوں میں سے ایک عورت کو اپنے لیے منتخب کر لیا۔ بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ خبر لکھ کر میرے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھجوائی۔ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو میں نے وہ خط آپ کو دیا وہ خط آپ کو پڑھ کر سنایا گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر ناراضگی کے آثار دیکھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پناہ لینے والے کی جگہ ہے، آپ نے مجھے ایک شخص کے ساتھ بھیجا اور مجھے اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا اور میں نے وہ چیز پہنچا دی ہے جو مجھے دے کر بھیجی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی (رضی اللہ عنہ) کی عیب گوئی نہ کر، بلاشبہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے بعد تمھارا ولی ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''وھو ولیکم بعدی'' کے الفاظ منکر ہیں اور اجلح الکندی شیعہ ہے اور جب اس قسم کے الفاظ بیان کرنے میں منفرد ہو تو وہ قابل قبول نہیں ہوتا، اور اس بارے میں اس سے بھی ضعیف تر (کمزور

تر) لوگوں نے اس کی متابعت کی ہے۔ واللہ اعلم

قارئین کرام! اگر آپ گہری نظر سے مطالعہ فرمائیں تو آپ پر ظاہر ہوگا کہ یہ روایت کئی باتوں میں دوسرے ثقہ راویوں کی بیان کردہ روایتوں سے مختلف ہے۔ صحیح بخاری کی روایت میں صرف حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے کا ذکر ہے جبکہ حدیث اجلح میں حضرت بریدہ کے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا تحریری خط پہنچانے کا ذکر ہے۔ حدیث بخاری میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے کا اعتراف جبکہ حدیث اجلح سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مخاصمت رکھتے تھے بریدہ رضی اللہ عنہ محض پیغام پہنچانے والے تھے۔ حدیث صحیح عن ابن عباس عن بریدۃ کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' اور دوسری حدیث میں ''من کنت ولیہ فھذا ولیہ'' کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی جس کا میں مولا ہوں علی بھی اُس کے مولا (محبوب) ہیں۔ یعنی آج بھی یہ اہل ایمان کے مولا (محبوب و مددگار) ہیں اور ہمیشہ رہیں گے، مگر حدیث اجلح کہتی ہے یہ مسلمانوں کے ولی میرے بعد ہوں گے۔ اس لیے علامہ ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ الفاظ منکر ہیں۔ اجلح راوی کے حالات ملاحظہ فرمائیں۔

اجلح بن عبداللہ ابو حجیۃ الکندی الکوفی:

امام ذھبی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

یقال اسمه یحیٰی روی عن الشعبی وطبقته۔ وثقة ابن معین، واحمد بن عبدالله العجلی وقال احمد: ما اقربه من فطر۔ قال ابو حاتم: لیس بالقوی۔ وقال النسائی: ضعیف له رأی سوء۔ وقال ابن القطان فی نفسی منه شئ۔ قال ابن عدی شیعی صدوق۔ وقال الجوزجانی الاجلح مفتر۔ وروی اسحاق بن موسیٰ الکندی عن شریك عن اجلح قال: سمعنا انه ماسب ابابکر و عمر احد الا افتقرأ و مات قتلا۔

(میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۷۸-۷۹)

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اس کا نام یحییٰ ہے یہ امام شعبی اور ان کے طبقے کے علماء سے روایت کرتا ہے۔ امام ابن معین اور امام عجلی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ امام احمد کہتے ہیں اس کا مرتبہ فطر بن خلیفہ کے قریب ہے۔ امام ابو حاتم کہتے ہیں یہ قوی نہیں ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ضعیف راوی ہے بدعقیدہ ہے۔ امام ابن القطان کہتے ہیں کہ اس کے بارے میں میرے دل میں شک ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں سچا ہے مگر شیعہ ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں کہ یہ اجلح بہتان تراش ہے۔ اسحاق بن موسی الکندی نے شریک سے نقل کیا ہے کہ اجلح نے بیان کیا کہ ہم یہ سنتے آئے ہیں کہ جس نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کو بُرا کہا وہ یا فقیر ہوا یا قتل ہو کر مرا۔

امام علاؤالدین مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

اجلح۔ وقال الآجری: سالت ابو داؤد عنہ فقال: سمعت یحیٰی یقول: ھو صویلح۔ وفی موضع آخر: قلت لابی داؤد فاجلح، قال: اجلح دونہ یعنی دون مجالد ...... وفی موضع آخر: سمعت ابا داؤد یقول: أجلح فوق داؤد و داؤد۔ یعنی الاودی۔ متروك۔

وقال ابن سعد: توفی بعد خروج محمد بن عبداللہ بن حسن، و کان ضعیفاً جدًا۔

وقال العجلی: جائز الحدیث، ولیس بالقوی۔

وقال الساجی: فیہ ضعف وھو صدوق۔

وقال ابوجعفر العقیلی: روی عن الشعبی احادیث مضطربة لایتابع علیھا وفی کتاب ابن الجارود: لیس بشئ۔ وذکرہ ابو القاسم البلخی و ابوالعرب فی "جملة الضعفاء"۔

(اکمال تھذیب الکمال، ج ۱، ص ۲۹۸-۲۹۹)

ترجمہ: امام آجری نے امام ابوداؤد سے اجلح کے بارے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے سنا ہے کہ یہ صویلح ہے۔

ایک دوسری روایت کے مطابق امام ابوداؤد نے اجلح کے بارے میں کہا اجلح، مجالد سے بڑھ کر ہے۔ (مجالد بن سعید لیس بالقوی کذا فی تقریب ص ۳۲۹ تو یہ مجالد سے بڑھ کر ضعیف ہے)۔

ایک اور روایت کے مطابق امام ابو داؤد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اجلح کا درجہ داؤد سے اوپر ہے، اور یہ داؤد الاودی متروک الحدیث ہے (گویا اجلح بھی متروک ہے)۔

امام ابن سعد نے فرمایا: اجلح امام محمد بن عبداللہ بن حسن کے خروج کے بعد فوت ہوا اور یہ بہت کمزور راوی ہے۔

امام احمد بن عجلی نے کہا یہ جائز الحدیث ہے مگر قوی نہیں ہے۔

امام ساجی کہتے ہیں اس میں کمزوری ہے مگر سچا ہے۔

امام عقیلی کہتے ہیں کہ اس کی امام شعبی سے روایت میں اضطراب ہوتا ہے اور کوئی اس کی متابعت نہیں کرتا۔ امام ابن جارود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں کہا یہ کوئی چیز نہیں۔

امام ابوالقاسم بلخی اور ابن عرب نے اسے جملہ ضعفا میں ذکر کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ اجلح الکندی کثیر علمائے کرام کے نزدیک بہت ضعیف اور نا قابل اعتبار ہے لہٰذا اس کا اضافہ قبول نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کید پنجاهم: آنکه بعضے از مکاران ایشان در صحبت بعضے از ثقات محدثین داخل مے شوند و ملازمت ایشان اختیارمی کنند و از مذہب خود بیزارے ظاهر مینمانید و اسلاف آن مذهب رابد میگویند و مفاسد و مطاعن آن مذهب رابر ملا ذکر مے کنند و اظهار تقوی و توبه و دیانت و حسن سیرت مینمایند و در اخذ حدیث از ثقات شدت رغبت نمودار میکنند تاآنکه طلبه و علمائ اہل سنت آنها را موثوق و معدل میدانند و بر صدق و عفاف ایشان اطمینان تام حاصل میشود آنگاه در مرویات ثقات بعض موضوعات موید مذهب خود مدسوس میکنند یا بعض کلمات را تحریف کرده روائت مینمایندتا مردم بغلط افتند واین

کیدهم اعظم کیود ایشان است اجلح نام شخصے از ینہا اول ملحق باین کید قیام نموده تاآنکه یحییٰ بن معین که اوثق علمائے اہل سنت ست درباب جرح و تعدیل اورا توثیق نمود و برحقیقت کارش اطلاع نیافت و بسبب فرط تقیه او را از صادقان تابعین گمان بُرد اما علمای دیگر را از اہل سنت منکشف شد که این مردمکارست و خود رابحیله و تزویر چنین دانموده از روایاتی که اوبآن متفردست احتراز کردند (من ذلك ما رواه عن بريدة مرفوعًا ان عليا وليكم من بعدے)۔

(تحفه اثنا عشریه، ص٥٦-٥٧)

ترجمہ: کید پنجاھم (۵۰، پچاسواں مکر و دھوکا) یہ کہ بعض ان (شیعہ) میں سے مکار بعض ثقات محدثین کی صحبت میں گھس پڑتے ہیں اور ملازمت ان کی اختیار کرتے ہیں اور اپنے مذہب سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں اور اپنے بزرگوں کو بھی بُرا کہتے ہیں اور جو جوٹھ کانے مفسدوں اور طعن کے اُس مذہب میں ہیں برملا ذکر کرتے ہیں اور بڑا التقویٰ، توبہ، دیانت اور حسن سیرت جتاتے ہیں اور اخذ حدیث میں ثقات سے بڑی رغبت ظاہر کرتے ہیں تا آنکہ علماء اور طالب علم اہل سنت کے موثوق و معدل ہو جاتے اور جب ان کی صدق اور پاکدامنی پر اطمینان کلی حاصل ہو جاتا ہے تب مرویات ثقات (ثقہ راویوں کی روایات) میں بعض بنائی ہوئی حدیثیں اپنے مذہب کی ملا دیتے ہیں یا بعض کلمات بدل کر روایات کرتے ہیں تا کہ لوگ غلطی میں پڑ جائیں، اور یہ مکر بھی ان کا ان کی بڑی مکاریوں سے ہے۔ اجلح نامی ان میں ایک شخص تھا سب سے اول وہ اس کام پر کھڑا ہوا اور یہ مکر شروع کیا آخر یہ ہوا کہ یحییٰ بن معین نے کہ اوثق علماء اہل سنت سے ہیں جرح و تعدیل کے معاملے میں اس کی تعدیل کی اور اس کے حال کی اطلاع نہ پائی۔ ایسا تقیہ (دھوکا) اس نے بافراط و احتیاط اختیار کیا کہ تابعین صادق سے گمان اس پر کیا۔ لیکن اور جو عالم اہل سنت کے تھے اُن پر حال اس کا کھل گیا کہ یہ شخص مکار ہے از راہ مکر و حیلہ اپنے آپ کو ایسا ظاہر کر رہا ہے۔ پس اُن

روایتوں سے کہ وہ اُن کے ساتھ منفرد ہے (جن روایتوں کو بیان کرنے میں یہ اکیلا ہے) اور بنائی ہوئی اس کی ہیں بچے اور احتراز کیا۔ (از انجملہ اُن روایات میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع روایت ہے کہ بے شک علی تمہارا ولی ہے میرے بعد)۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

حدیث سوم روایت بریدہ مرفوعا (انه قال ان علیا منی وانا من علی وهو ولی کل مومن من بعدی) واین حدیث باطل است زیرا که در اسناد او اجلح واقع شده واو شیعے است متهم در روایات خود و جمهور اور اتضعیف کرده اند. پس بحدیث او احتجاج نتوان کرد.

(تحفه اثنا عشریه، ص ۲۱۱)

ترجمہ: حدیث سوم۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت ہے (بے شک حال یہ ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے اور وہ ولی ہے ہر مومن کا بعد میرے) یہ حدیث باطل ہے کیونکہ اس کے اسناد میں اجلح واقع ہوا کہ وہ شیعہ اور اپنی روایتوں میں متہم ہے اور جمہور نے اُس کو ضعیف ٹھہرایا ہے پس اُس کی حدیث کو حجت پکڑنا جائز نہیں۔

(تحفه اثنا عشریه اردو ترجمه، ص ۴۳۰)

قاری ظہور احمد فیضی نے ''شرح خصائص علی للنسائی'' میں اس حدیث کے صحیح ہونے پر کوئی دلیل دینے کی بجائے اِدھر اُدھر ٹامک ٹوئیے مارے ہیں مگر لفظ ''بعدی'' کی صحت پر کوئی دلیل پیش نہیں کرسکا۔ جبکہ اجلح کی بیان کردہ روایت باطل ہے۔

اجلح کے طریق سے مروی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر بھیجے ایک کے کمانڈر حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور دوسرے کے کمانڈر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے اگر یہ لشکر اکٹھے ہوتے تو دونوں لشکروں کے سربراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوتے مگر صحیح بخاری کی روایت میں ہے۔

عن عبداللہ بن بریدۃ ابیہ رضی اللہ عنہ قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیّا الی خالد لیقبض الخمس۔الحدیث

(الجامع الصحیح للبخاری، ج۲، ص ۶۸۰، باب ۵۲۹، بعث علی بن ابی طالب علیہ السلام و خالد بن الولید رضی اللہ عنہ الی الیمن قبل حجۃ الوداع)

ترجمہ: عبداللہ بن بریدہ اپنے والد محترم حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس خمس لینے کے لیے بھیجا۔

حدیث بخاری سے واضح ہوا کہ دو علیحدہ علیحدہ لشکر ایک وقت میں نہیں بھیجے گئے۔

حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ کا ایک اور طریق

اخرجہ النسائی أخبرنا اسحق بن ابراھیم بن راھویۃ قال اخبرنا النضر بن شمیل قال اخبرنا عبدالجلیل بن عطیۃ قال حدثنا عبداللہ بن بریدۃ قال حدثنی ابی قال لم أجد الناس أبعض علی من علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حتی أجبت رجلا من قریش ولا احبہ الاعلی بغض علی فبعث ذلک الرجل علی خیل فصحبتہ ما اصحبہ الاعلی بغض علی قال فاصبنا سبیا قال فکتب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن ابعث الینا یخمسّہ، فبعث الینا علیًّا وفی السبی وصیفۃ من افضل السبی فلما خمسہ صارت فی الخمس ثم خمس فصارت فی أھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم خمس فصارت آل علی، فاتا ناورأسہ یقطر فقلنا ماھذا فقال ألم تروا الی الوصیفۃ فانھا صارت فی الخمس ثم صارت فی اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم صارت فی آل علی فوقعت علیھا فکتب و بعث معنا مصدقا للکتابۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مصدقا لما قال علی فجعلت أقرا علیہ ویقول صدقا وأقول صدق فامسک بیدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا بریدۃ أتبغض علیًّا قلت نعم، فقال: لا تبغضہ وان کنت تحبہ فازددلہ حبا، فوالذی نفسی بیدہ

لنصیب آل علی فی الخمس أفضل من وصیفة، فما کان احد من الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أحب الی من علی رضی اللہ عنہ۔ قال عبداللہ بن بریدۃ واللہ مافی الحدیث بینی و بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر ابی۔ ورواہ احمد

(خصائص علی رضی اللہ عنہ للنسائی، ص ۲۵-۲۶ طبع فیصل آباد، البدایۃ والنہایۃ، ج ۵، ص ۴۵۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بریدہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد بریدہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی شخص ناپسندیدہ نہیں تھا حتی کہ ایک قریشی شخص سے میری دوستی ہوگئی اور اس کا سبب بھی بغض علی رضی اللہ عنہ تھا پس اُس شخص کو ایک لشکر پر امیر مقرر کیا گیا تو میں بھی اس کے ساتھ ہوگیا اور میری سنگت کا سبب بھی بغض علی رضی اللہ تھا۔ پس ہم نے کچھ لوگوں کو قیدی بنایا تو اس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ ہمارے پاس کوئی آدمی بھیجئے جو مال غنیمت (خمس) تقسیم کرے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور قیدیوں میں ایک نوعمر لڑکی تھی جو سب قیدی عورتوں سے خوبصورت تھی۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کے حصے کئے تو وہ لڑکی اہل بیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے میں آ گئی، پھر حصے کئے تو وہ آل علی کے حصے میں آ گئی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے سامنے تشریف لائے تو ان کے سر پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ ہم نے کہا یہ کیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے اس وصیفہ کو نہیں دیکھا، وہ خمس میں آ گئی تھ، پھر اہل بیت کے حصہ میں چلی گئی، پھر آل علی کے حصہ میں آ گئی اور میں نے اس سے قربت کی۔ اس پر اُس (میرے ساتھی) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا اور مجھے خط کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اعتراف پر تصدیق کنندہ بنا کر بھیجا، پس میں نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ کر) خط سنانا شروع کیا اور ساتھ تصدیق بھی کرنے لگا یہ سچ ہے، یہ سچ ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ کو پکڑ لیا اور فرمایا: کیا تو علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ بغض رکھتا

ہے۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اس سے بغض نہ رکھو، اور اگر تو محبت کرتا ہے تو محبت میں اضافہ کر، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے خمس میں آل علی کا حصہ اُس وصیفہ سے زیادہ ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب کوئی نہیں تھا۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم اس حدیث میں میرے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین میرے والد کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

تبصرہ برحدیث

یہ حدیث بظاہر صحیح الاسناد ہے، مگر اس میں کئی امور ایسے ہیں جو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے دیگر طرق سے مروی روایات میں موجود نہیں۔ عبداللہ بن بریدہ نے ہر راوی کو ایک نئی بات بیان کی ہے۔ جبکہ مسند امام احمد اور مستدرک الحاکم میں عن سعید بن جبیر عن ابن عباس عن بریدۃ الاسلمی کے طریق سے مروی روایت جو صحیح الاسناد ہے میں بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

1– قال: غزوت مع علی الی الیمن فرایت منه جفوة۔

(مسند امام احمد، ج٥، ص٣٤٧، خصائص علی، ص٢١،

المستدرک الحاکم، ج٣، ص١١٠)

ترجمہ: فرمایا: میں حضرت علی کے ساتھ یمن کی طرف جنگ کرنے گیا تو میں نے آپ سے زیادتی دیکھی۔

2– اخرجه النسائی الاعمش عن سعید بن عمیر عن ابن بریدة عن ابیه قال بعثنا رسول الله صلی الله علیه وسلم واستعمل علینا علیّا فلما رجعنا سألنا کیف رأیتم صحبة صاحبکم فاما شکوته أنا وأما شکاه غیری فرفعت راسی و کنت رجلا مکة (فی نسخة رجلا مکبابا (من مکة) واذا اوجه رسول الله صلی الله علیه وسلم قد احمر فقال:

من كنت وليه فعلي وليه۔

(خصائص علی نسائی، ص ۳۱، شرح خصائص علی للفیضی، ص ۴۰۶-۴۰۷، رقم ۷۷)

ترجمہ: عبداللہ بن بریدہ اپنے والد (بریدہ رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بھیجا اور ہمارا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ پس ہم واپس لوٹے تو آپ نے ہم سے پوچھا کہ تمہارے امیر تمہارے ساتھ کیسے رہے؟ اس پر میں نے اور کسی اور شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی اور میں سر جھکا کر بات کرنے والا شخص تھا، جب میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس سرخ ہو رہا تھا، آپ نے فرمایا: جس میں ولی ہوں اس کا علی ولی ہے۔

نوٹ: نسخہ صائم چشتی کی سند میں عن سعید بن عمیر عن ابن بریدہ ہے اور نسخہ فیضی میں عن سعد بن عبیدۃ عن ابن بریدہ ہے۔ امام حاکم نے المستدرک میں اس روایت کو پورے قصے کے ساتھ بیان کیا ہے اس میں ہے ''وکنت مع خالد بن الولید فی جیش'' میں حضرت خالد بن ولید کے ہمراہ ایک لشکر میں تھا۔ (المستدرک الحاکم، ج ۲، ص ۱۳۱، ۶۳۱، رقم ۲۵۸۹)

خصائص علی للنسائی اور مسند امام احمد کی اس روایت میں عبدالجلیل بن عطیۃ عن عبداللہ بن بریدہ نے بیان کیا کہ مجھے میرے والد نے بتایا کہ لوگوں میں مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے ناپسندیدہ تھے، ایک قریشی سے میری دوستی ہوئی تو اس کی وجہ بھی بغض علی رضی اللہ عنہ تھا کیونکہ وہ شخص بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھنے والے شخص کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تو بغض علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے بریدہ رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں شامل ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو حضرت بریدۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن گیا۔ حضرت سعد بن عبیدۃ کو عبداللہ بن بریدہ نے یہی بتایا کہ اُسے اُن کے والد نے بیان کیا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے۔ عبدالجلیل بن عطیہ کو عبداللہ بن بریدہ بیان دے رہا ہے کہ اُس کے والد بریدہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ بغض علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اُس لشکر کے ساتھ گئے تھے جس کا سربراہ بغض علی رضی اللہ عنہ رکھتا تھا، اس کا مطلب ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہیں گئے۔ اب ابن بریدہ کی بیان کردہ متضاد باتوں پر اس کے سوا کیا کہوں۔

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اجلح کے شدید ضعف کی وجہ سے ہم اس کی بیان کردہ روایت کو یہاں زیر بحث نہیں لائے اگر اجلح کی بات کو درست مانا جائے تو اسے عبداللہ بن بریدہ نے کوئی اور ہی کہانی سنائی ہے۔

غدیر خم کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے الفاظ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ"، "جس کا میں محبوب و دوست ہوں اُس کا علی بھی محبوب و دوست ہے" کو بیان کرنے والے بہت سے صحابہ کرام ہیں مگر اس کا پس منظر کیا تھا یہ الفاظ کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس سے آگاہ اور اس کو بیان کرنے والے صرف حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس باب میں سند اور متن کے لحاظ سے قابل اعتماد و صحیح ترین روایتیں یہ ہیں:

1- اخرجه البخاری۔ محمد بن بشار۔ روح بن عبادہ۔ علی بن سوید بن منجوف۔ عبداللہ بن بریدۃ۔ بریدۃ رضی اللہ عنہما۔

2- اخرجه احمد۔ الفضل بن دکین۔ ابن ابی غنیۃ۔ الحکم۔ سعید بن جبیر۔ ابن عباس۔ بریدۃ الاسلمی رضی اللہ عنہما۔

عبداللہ بن بریدہ کی باقی روایتوں میں منکرات موجود ہیں اس کی وجہ یا تو راویوں کا عدم ضبط ہے یا عبداللہ بن بریدۃ کے بیان کرنے میں کوتاہی اور غلطی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ واقعہ بیان کرنے میں عبداللہ بن بریدہ بھی غلطیوں کا مرتکب ہوا ہے۔ خصائص علی رضی اللہ عنہ نسائی سے آخر

میں ہم نے حضرت بریدہ کی جو روایت نقل کی ہے اس کے دو راویوں کی حالات ملاحظہ فرمائیں۔

عبدالجلیل بن عطیہ اور عبداللہ بن بریدہ۔

عبدالجلیل بن عطیہ القیسی ، ابوصالح البصری

حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قال الدوری عن ابن معین ثقة رقال البخاری یھم فی الشئ بعد الشئ ...... وقال ابو احمد الحاکم حدیثه لیس بالقائم۔

(تہذیب التہذیب، جلد۷، ص۹۷)

امام ابن محسن کہتے ہیں ثقہ ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اسے کوئی چیز بیان کرنے میں وہم ہوتا ہے۔امام ابواحمد الحاکم کہتے ہیں اس کی حدیث قائم نہیں ہوتی۔

عبداللہ بن بریدۃ

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عبدالله بن بریدة (ع) بن الحصیب الاسلمی المروزی۔

من ثقات التابعین، وثقة ابو حاتم والناس۔ وقال وکیع۔ سلیمان اخوہ احمد منه، کانو ایقولون أصحهما حدیثًا سلیمان۔

وذکر العقیلی فقال: حدثنا الخضیر بن وردان حدثنا احمد بن محمد بن هانی قلت لاحمد: انبانا بریدة، فقال: أما سلیمان فلیس فی نفسی منه شئ وأما عبدالله ثم سکت۔

وروی أحمد ایضًا ولده عبدالله، قال (خبر) عبدالله بن بُریدة الذی روی عنه حسین بن واقد ما أنکرها۔ وابو المنیب أیضا یقول کأنها من قبل هؤلا۔

(میزان الاعتدال، ج۲، ص۳۹٦)

ترجمہ: عبداللہ بن بریدۃ ثقہ تابعین سے ہے۔امام ابوحاتم اور دیگر لوگوں نے اسے ثقہ کہا ہے۔امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس کا بھائی سلیمان اس سے زیادہ قابل تعریف ہے کیونکہ،

محدثین کہتے ہیں اس سے سلیمان کی حدیث زیادہ صحیح ہوتی ہے۔ حافظ عقیلی نے امام احمد بن محمد بن ھانی سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا: اگر حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے اُن کا بیٹا سلیمان حدیث روایت کرے تو اس کے بارے میں میرے دل میں کوئی شک نہیں، لیکن جب عبداللہ روایت کرے یہ کہہ کرامام احمد بن حنبل خاموش ہو گئے۔ امام عبداللہ بن احمد نے اپنے والد امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ ابن بریدہ کی وہ احادیث جو حسین بن واقد بیان کرے وہ منکر ہوتی ہیں اور اسی طرح وہ روایات جو ابوالمنیب روایت کرے۔

الحافظ علاء الدین مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقال البغوی و حدثنی محمد بن علی الجوز جانی قال: قلت لابی عبدالله سمع عبدالله من ابیه شیئا؟ قال: ماادری، عامة مایروی عن بریدة عنه وضعف حدیثه۔

وفی العلل للحازمی: عبدالله اشهر من سلیمان ولم یسمعا من أبیهما وفیما روی عبدالله عن ابیه أحادیث منکرة، وسلیمان أصح حدیثاً منه، واکثر اصحابه من أهل کوفة، واما ابنه أوس مجهول، حدیثه اشبه شیئ بالباطل۔

(اکمال تهذیب الکمال، ج٤، ص٣٢٣-٣٢٤، رقم ٢٩٨٧)

امام بغوی نے محمد بن علی جوز جانی سے بیان کیا ہے امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ کیا عبداللہ نے اپنے والد سے کوئی چیز سنی ہے؟ فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ یہ عام طور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے اور اُس کی حدیث میں ضعف ہوتا ہے۔ امام حازمی کی کتاب ''العلل'' میں ہے کہ عبداللہ بن بریدہ اپنے بھائی سلیمان سے زیادہ مشہور ہے اور اپنے والد سے اسے سماع نہیں اور عبداللہ بن بریدہ نے اپنے والد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منکر احادیث روایت کی ہیں، اس کے بھائی سلیمان کی حدیث اس سے صحیح ہے، اور اس کے اکثر ساتھی اہل کوفہ میں سے ہیں، اور اس کا بیٹا اوس مجہول ہے، اور اس کی حدیث باطل چیز کے مشابہ ہے۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن بریدہ کو اگرچہ بعض نے تابعی ثقہ کہا ہے، مگر بہت سے اکابر علمائے اسلام کے نزدیک اس کی بیان کردہ حدیث قابل اعتماد نہیں ہے کیونکہ اس کی بیان کردہ روایت میں ضعف ومنکرات پائے جاتے ہیں۔ جو بھی صاحب علم غور سے اس کی بیان کردہ حدیث غدیر خم کا مختلف طرق سے مطالعہ کرے گا اس پر یہ حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک گپ، بریدہ منافق ہو گیا

قاری ظہور احمد فیضی شیعی نقل کرتا ہے:

بعض روایات میں ہے کہ خود انہیں بریدہ رضی اللہ عنہ کو مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کرنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا فقت بعدی یا بریدۃ۔ اے بریدہ کیا تم میرے بعد منافق ہو گئے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر، ج۴۲، ص۱۹۱، مختصر تاریخ دمشق، ج۱۷، ص۲۴۹، شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ للفیضی، ص۴۱۳)

قاری ظہور احمد فیضی نے اس کے بعد ایک راویت نقل کر کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ تجدید اسلام کی (دوبارہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے)۔ پروفیسر طاہر القادری نے اپنا مفید مطلب اس روایت کا کچھ حصہ ''السیف الجلی علی منکر ولایۃ علی رضی اللہ عنہ'' میں نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو السیف الجلی ص۵۲، رقم ۲۸۔ پوری راویت ملاحظہ ہو۔

وعن بریدۃ، قال: بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیًا امیراً علی الیمن، وبعث خالد علی اخیل، فقال: ان اجتمعتما، فعلی علی الناس، فالتقوا واصابوا من الغنائم مالم یصیبوا مثله، واخذ علی جاریة من الخمس، فدعا خالد بن الولید بریدۃ، فقال اغتنمها فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماصنع، فقدمت المدینة ودخلت المسجد و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی منزله وناس من أصحابه علی بابه، فقالوا: ما الخبر یا بریدۃ؟ فقلت: خیرًا فتح اللہ علی المسلمین، فقالوا: ما اقدمك؟ قلت: جاریة

اخذها علی من الخمس، فجئت لاخبر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، فقالوا فاخبر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فانه یسقط من عین النبی صلی اللّٰه علیه وسلم و رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یسمع الکلام، فخرج مغضبًا فقال: ما بال اقوام ینقصون علیًا من تنقص علیًّا فقد تنقضی ومن فارق علیًّا فقد فارقنی ان علیًا منی وانا منه، خلق من طینتی و خلقت من طینة ابراهیم وانا افضل من ابراهیم ذریة بعضها من بعض، واللّٰه سمیع علیم، یابریدة، أمَا علمت ان لعلی اکثر من الجاریة التی اخذ، وانه ولیکم بعدی، فقلت: یا رسول اللّٰه، بالصحبة الا بسطت یدك فبا یعتنی علی الاسلام جدیدًا، قال: فما فارقته حَتّٰی بایعته علی الاسلام۔

رواه الطبرانی فی الاوسط، وفیه جماعة لم اعرفهم، وحسین الاشقر ضعفه الجمهور و ثقة ابن حبان۔

(مجمع الزوائد، ج۹، ص ۱۲۰-۱۲۱، رقم ۱٤۷۳۳)

خلاصہ ومفہوم حدیث: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر یمن بنا کر بھیجا، اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا، فرمایا: جب اکٹھے ہوں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں پر امیر ہوں گے۔ مال غنیمت تقسیم ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خمس میں ایک لونڈی حاصل کی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچانے کے لیے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کو کہا، بریدہ رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تھے اور صحابہ کرام دروازہ پر موجود تھے۔ انہوں نے دریافت کیا اے بریدہ! کیا خبر ہے، میں نے بتایا سب خیریت ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی، اس کے بعد بریدہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لونڈی حاصل کرنے کا واقعہ بیان کیا، جب بریدہ کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرما چکے تو آپ غضب ناک ہو کر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: ان لوگوں

کا کیا ہوگا جو علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص (گستاخی) کرتے ہیں، جو علی کی تنقیص کرتا ہے وہ میری تنقیص کرتا ہے، جو علی سے بیزار ہوا وہ مجھ سے بیزار ہو گیا، بے شک علی مجھ سے ہے میں علی سے ہوں۔ اس کی تخلیق میری مٹی سے ہوئی ہے اور میری تخلیق ابراہیم علیہ السلام کی مٹی سے اور میں ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہوں، لوگ از روئے ذریت بعض بعض سے ہیں اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ اے بریدہ! کیا تم نہیں جانتے کہ علی کا حق (مال غنیمت میں) اس باندی سے زیادہ ہے جس کو انہوں نے اپنے لیے منتخب کیا اور یہ کہ وہ میرے بعد تمہارا اولی ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کچھ وقت عطا کریں اور اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر تجدید اسلام کی بیعت کروں (دوبارہ مسلمان ہو جاؤں) بریدہ کہتے ہیں میں آپ سے جدا نہ ہوا یہاں تک اسلام پر دوبارہ بیعت کر لی۔

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اسے طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اس کی سند میں راویوں کی ایک جماعت ہے جنہیں میں نہیں جانتا، اس کے علاوہ اس کی سند میں حسین الاشقر ہے جسے جمہور محدثین ضعیف کہتے ہیں، صرف ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔

تبصرہ بر حدیث

یہ روایت نہایت منکر بلکہ موضوع ہے اس روایت کے ناقابل اعتبار ہونے کے لیے حسین الاشقر ہی کافی تھا چہ جائیکہ اس کی سند میں ایک جماعت مجہول راویوں کی ہے جن کے آگے پیچھے کا کوئی اتا پتا نہیں ہے۔

الحسین بن الحسن (س) الاشقر الکوفی

امام ذھبی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قال البخاری: فیہ نظر۔ وقال ابو زرعۃ: منکر الحدیث۔ وقال ابو حاتم: لیس بالقوی۔

وقال الجوزجانی : غال شتام للخیرة۔

وقال ابن عدی : جماعة من الضعفاء یحیلون بالروایات حسین الاشقر، علی أن فی حدیثه بعض مافیه۔

وذکر له مناکیر، قال فی أحدها : البلا عندی من الاشقر۔

وقال ابو معمر الهذلی : کذاب، قال النسائی والدار قطنی : لیس بالقوی وأما ابن حبان فذکره فی الثقات۔

(میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۵۲۱، کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی، ص ۳۳، الضعفاء والمترکین للدارقطنی، ص ۸۳)

امام علاءالدین مغلطائی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قال ابن الجنید : سمعت یحیٰی بن معین ذکر الاشقر فقال: کان من الشیعة الغالیة الکبار۔ قلت فکیف حدیثه قال: لاباس به، قلت: صدوق : قال: نعم وقال ابو احمد الحاکم : لیس بالقوی عندهم وقال الساجی : عنده مناکیر، وقال العقیلی : حدث عنه ابراهیم بن محمد بحدیث لایتابع علیه، ولا یعرف الابه، وقال مسلمة الاندلسی فی کتاب "الصلة" کذاب، لایکتب حدیثه۔ ذکره ابو العرب وابن الجارود فی جملة "الضعفاء" وقال الدارقطنی والنسائی : لیس بالقوی۔ وفی کتاب ابن الجوزی : "قال ابو الفتح الازدی ضعیف۔ و سمعت ابایعلی یقول : سمعت أبا معمر الهذلی یقول : حسین الاشقر کذاب۔

(اکمال تهذیب الکمال، ج ۲، ص ۳۳۸، رقم ۱۳۵۲)

ترجمہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں اعتراض ہے (جس راوی کے بارے میں امام بخاری فیہ نظر استعمال کریں اس سے روایت لیناوہ حرام قرار دیتے ہیں)۔

امام ابوزرعہ کہتے ہیں۔ یہ منکر الحدیث ہے۔ امام ابوحاتم کہتے ہیں: یہ قوی نہیں ہے۔

علامہ جوز جانی کہتے ہیں: یہ غالی شیعہ ہے نیک لوگوں کو برا کہتا ہے۔

امام ابن عدی کہتے ہیں: کہ ضعیف راویوں کی ایک جماعت حسین الاشقر کو بطور حیلہ استعمال کرتی ہے، حالانکہ اس کی اپنی روایات بھی منکر ہوتی ہیں۔

ابو معمر هذلی کہتے ہیں یہ کذاب (جھوٹا) ہے۔ امام نسائی اور دار قطنی کہتے ہیں یہ قوی نہیں ہے۔ ابن حبان نے اس کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

ابن جنید کہتے ہیں کہ امام ابن معین کے پاس اشقر کا ذکر ہوا تو انہوں نے کہا: یہ بڑے غالی شیعوں میں سے ہے۔ پوچھا گیا اس کی حدیث کیسی ہے، کہا کوئی حرج نہیں ہے۔ پوچھا گیا یہ صدوق ہے۔ فرمایا: جی ہاں، اس سے لکھا جائے۔

امام ابو احمد حاکم کہتے ہیں: یہ قوی نہیں۔ امام ساجی کہتے ہیں یہ مناکیر بیان کرتا ہے۔ امام عقیلی کہتے ہیں اس سے ابراہیم بن محمد حدیث روایت کرتا ہے جس کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ علامہ مسلمۃ اندلسی نے کتاب ''الصلۃ'' میں لکھا ہے کہ یہ کذاب ہے اس سے حدیث نہ لکھی جائے۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں ہے کہ امام ابو الفتح الازدی نے فرمایا: یہ ضعیف ہے۔ علامہ ابن العرب اور حافظ ابن الجارود نے اسے ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

سند کی جہالت کے علاوہ بھی اس روایت میں کئی خامیاں ہیں۔

''شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ'' حدیث ۹۳ میں ہے۔

عن سعد قلا كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بطريق مكة وهو متوجه (موجّه) اليها (فلما بلغ غديخم وقف الناس ثم ردّ من مضى ولحقه من تخلف)۔

(شرح خصائص على رضى الله عنه، ص٤٩٧)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مکہ معظّمہ کے راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور اس وقت آپ مکۃ المکرّمۃ کی طرف جا رہے تھے، جب آپ غدیر خم کے مقام پر پہنچے تو لوگوں کو ٹھہرا دیا اور جو آگے نکل گئے تھے انہیں واپس بلالیا اور جو پیچھے تھے وہ آ پہنچے۔

حدیث رقم (۹۳) میں ایک اضطراب

قاری ظہور احمد فیضی شیعی لکھتا ہے۔

اس حدیث کے اس کے اس جملہ میں کچھ اضطراب ہے "کنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم بطریق مکة هومتوجه الیها" (ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ المکرّمۃ کے راستہ میں تھے، اس حال میں کہ آپ کا رخ اُسی (مکہ) کی طرف تھا) ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے مکۃ المکرّمۃ کی طرف جارہے تھے تو راہ میں آپ نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے حق میں مذکورہ بالا الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ مکۃ المکرّمۃ کی طرف جاتے ہوئے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نہیں تھے، آپ یمن تشریف لے گئے تھے، البتہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ المکرّمۃ سے واپس مدینہ کی طرف تشریف لا رہے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ غدیر خم کے مقام پر آ پہنچے اور اس وقت یعنی مکہ المکرّمۃ سے واپسی پر آپ کی شان میں مذکورہ بالا عظیم الشان اعلان فرمایا گیا۔ محدثین کرام فرماتے ہیں کہ مکہ معظّمہ کی طرف جاتے ہوئے اعلان غدیر خم کا قول یعقوب بن جعفر (جو کہ اس حدیث کا ایک راوی ہے) سے غلطی۔ سے صادر ہوا ہے۔

(شرح خصائص علی رضی الله عنہ للفیضی، ص ٤٩٨)

جس طرح مکہ معظّمہ کی طرف جاتے ہوئے اعلان غدیر خم کا قول یعقوب بن جعفر سے غلطی سے صادر ہوا، اسی طرح طبرانی الاوسط کے حوالہ سے "مجمع الزوائد" میں نقل کی گئی روایت بھی راویوں کی غلطیوں کا مجموعہ ہے۔ حدیث (۹۳) کے راوی نے اعلان مکہ معظّمہ کی طرف جاتے ہوئے کروایا، مگر طبرانی الاوسط کی روایت کے مجہول راویوں اور حسین الاشقر غالی شیعہ نے یہ اعلان مسجد نبوی میں کرایا جو صریحاً غلط ہے "مجمع الزوائد" میں موجود حدیث بریدہ کا سارا متن وضعی اور شیعہ راویوں کی کارستانی ہے۔ اسی طرح ابن عساکر کی روایت "انا فقت بعدی یا بریدہ" (اے بریدہ! کیا تم میرے بعد منافق ہو گئے) بھی کسی شیعہ راوی کی تراشی ہوئی گپ ہے! اگر قاری

ظہور احمد فیضی شیعی یا اس کے مددگاروں میں ہمت ہے تو اس کی صحت ثابت کر کے دکھائیں۔

اگر بریدہ کو کلمہ پڑھا کر دوبارہ مسلمان کیا گیا تو حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات کو دوبارہ کلمہ پڑھا کر مسلمان کیوں نہیں کیا گیا، جو مختلف وجوہات کی بناء پر سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ پر معترض تھے۔

پروفیسر طاہر القادری اور ظہور احمد فیضی جیسے تفضیلی شیعوں کا موضوع روایات سے استدلال اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مسلک حق اہل سنت و جماعت سے منحرف ہو چکے ہیں۔ عوام اہل سنت کو دھوکہ دینے کے لیے اب یہ صرف بظاہر القادری ہیں اور فیضی رافضی۔

واقعہ غدیر خم بیان کرنے والی اکثر احادیث میں موجود منکرات کی وجہ سے الامام الحافظ جمال الدین زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وکم من حدیث کثرت رواتہ و تعددت طرقہ، وھو ضعیف الحدیث الطیر ...... وحدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ، بل قد لایزید الحدیث کثرۃ الطرق الاضعفا۔

(نصب الرایۃ، ج ۱، ص ۳۵۹-۳۶۰)

ترجمہ: کئی احادیث ایسی ہیں جن کو بیان کرنے والے راوی کثیر اور اسناد متعدد ہیں، مگر ہیں وہ احادیث ضعیف جیسے حدیث الطیر ...... اور حدیث جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی بھی مولا ہے، لیکن بعض دفعہ کثرت طرق سے حدیث کے ضعف میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

حدیث 2: آیت مبارکہ سے غلط استدلال

ڈاکٹر طاہر القادری لکھتا ہے:

آیت کریمہ ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ'' (المائدہ، ۵:۳) (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا) ...... کے شان نزول میں محدثین و مفسرین نے یہ حدیث مبارکہ بیان کی ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: من صام یوم ثمان عشرۃ من ذی الحجۃ کتب لہ

صیام ستین شهراً، وهو یوم غدیر خم لما اخذ النبی صلی الله علیه وسلم بیدعلی بن ابی طالب فقال : الست ولی المومنین؟ قالوا : بلی یا رسول الله! قال: من کنت مولاہ فعلی مولاہ، فقال عمر بن الخطاب : بخ بخ لك یا ابن ابی طالب أصحبت مولای و مولٰی کل مسلم، فانزل الله (الیوم اکملت لکم دینکم)۔

(خطیب بغدادی، تاریخ بغداد٩: ٢٩٠، طبرانی **المعجم الاوسط** ٣: ٣٢٤، الدر المنثور للسیوطی ٢: ٢٥٩)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے اٹھارہ ذی الحج کا روزہ رکھا اس کے لیے ساٹھ (٦٠) مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھا جائے گا، اور یہ غدیر خم کا دن تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں مومنین کا والی نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے۔ اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مبارک ہوا ے ابن ابی طالب آپ میرے اور ہر مسلمان کے مولا ٹھہرے۔ (اس موقع پر) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا''۔

(السیف الجلی علی منکر ولایة علی رضی الله عنه از طاہر القادری، ص٤٥)

تحقیق وتبصرہ بر دلیل

یہ دلیل نقل کر کے ڈاکٹر طاہر القادری نے شیعہ مذہب کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے حاشیہ میں لکھا ہے:

سیوطی نے الدر المنثور فی التفسیر بالماثور (٢٥٩:٢) میں آیت مذکور کی شان نزول کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے روز ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کے الفاظ فرمائے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(حاشیه السیف الجلی، ص٤٥)

پروفیسر طاہر القادری میں اگر کچھ شرم وحیا کا مادہ ہوتا تو وہ یہ دلیل پیش نہ کرتے۔ طاہر القادری صاحب نے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر الدر المنثور کا حوالہ دیا ہے، کیا امام سیوطی نے اس آیت کی تفسیر میں صرف یہی حدیث نقل فرمائی ہے؟ کیا اس روایت سے پہلے امام سیوطی نے اس آیت کریمہ کی تفسیر احادیث صحیحہ سے نقل نہیں فرمائی؟ اگر فرمائی ہے تو پھر ان احادیث صحیحہ کو نظر انداز کر کے آپ نے کس فرقہ کے عقیدہ کی ترجمانی کی ہے؟ عقیدہ اہل سنت و جماعت کی یا رافضی فرقہ کی؟ آپ یقیناً مسلک اہل سنت و جماعت سے منحرف ہو کر رافضی مذہب اختیار کر چکے ہیں اب محض عوام اہل سنت کو دھوکہ دینے کے لیے اپنے نام کے ساتھ قادری کا دم چھلا لگا رکھا ہے۔ جو عقیدہ آپ نے اختیار کر لیا ہے حضرت قطب ربانی غوث صمدانی سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ نہیں تھا۔ حضور غوث صمدانی سیدنا عبدالقادر جیلای رضی اللہ عنہ ''غنیۃ الطالبین'' میں لکھتے ہیں:

واما الشیعة فلهم اسامی منها الشیعة والرافضة و منهم الغالیة و منهم الطیارة وانما قیل لها الشیعة لانها شیعت علیّا رضی الله عنه و فضلوه علی سائر الصحابة۔

(غنیة الطالبین، ج ۱، ص ۲۰۵، مطبوعه کراچی)

ترجمہ: شیعہ کو رافضی، غالیہ اور طیارہ بھی کہتے ہیں۔ انہیں شیعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیروکار ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں اور انہیں تمام صحابہ سے افضل سمجھتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت مبارکہ:

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي۔

ترجمہ: آج میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت۔

کی تفسیر میں احادیث و آثار صحیحہ نقل کیے ہیں۔

1- اخرج الحمیدی و احمد و عبد بن حمید و البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی و ابن جریر و ابن المنذر و ابن حبان و البیهقی فی سننه عن طارق بن شهاب

قال : قالت اليهود لعمر : انكم تقرأون آية فی کتابکم، لو علینا معشر الیهود نزلت لاتخذنا ذلك اليوم عيدا، قال: وای آیة، قالوا : (اليوم اكملت لكم دينكم وأتممتُ عليكم نعمتی) قال عمر: والله انی لا علم اليوم الذی نزلت علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه، والساعة التی نزلت فيها، نزلت علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم عشية عرفة، فی یوم جمعة۔

(الدر المنثور فی التفسير بالماثور، ج ۲، ص ٤٩٤-٤٩٥)

ترجمہ: امام حمیدی، امام احمد، امام عبد بن حمید، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن جریر، امام ابن منذر، امام ابن حبان اور امام بیہقی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) نے سنن میں حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ یہودیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی آپ اپنی کتاب میں ایک آیت پڑھتے ہو، اگر یہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ کون سی آیت ہے۔ تو انہوں نے یہ آیت تلاوت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں اس دن کو خوب جانتا ہوں جس میں یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، جس گھڑی میں وہ نازل ہوئی اسے بھی جانتا ہوں، یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے دن یوم عرفہ (نو ذی الحجہ) کو نازل ہوئی۔ (اور جمعہ کا دن مسلمانوں کے لیے عید کا دن ہوتا ہے، یوم عرفہ بھی عید کا دن ہے)۔

2- واخرج ابن جرير عن قبيصة بن ابی ذؤیب قال : قال كعب: لو ان غير هذه الامة نزلت عليهم هذه لنظروا اليوم الذی انزلت فيه عليهم فاتخذوه عيدا يجتمعون فيه، فقال عمر: وای آیة يا كعب؟ فقال: (اليوم الكملت لكم دينكم) فقال عمر: لقد علمت اليوم الذی انزلت، والمكان الذی نزلت فيه نزلت فی يوم جمعة و يوم عرفة، و كلاهما بحمد الله لنا عيد۔

(تفسير الدر المنثور، ص ۱، ص ٤٩٥)

ترجمہ: امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبیصہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر یہ آیت اس امت کے علاوہ کسی اور امت پر نازل ہوتی وہ اس کو تلاش کرتے اور اسے عید بنا لیتے، اس دن وہ اجتماع کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے کعب وہ کون سی آیت ہے؟ انہوں نے عرض کی یہ آیت ہے "الیوم اکملت لکم دینکم" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اُس دن کو جانتا ہوں جس دن یہ آیت نازل ہوئی، جس جگہ پر نازل ہوئی اسے بھی جانتا ہوں، یہ آیت جمعہ کے دن نو ذی الحجہ کو نازل ہوئی۔ الحمد للہ یہ دونوں دن ہمارے لیے عید ہیں۔

3- واخرج الطيالسي و عبد بن حميد و الترمذي و حسنه و ابن جرير و الطبراني و البيهقي في الدلائل عن ابن عباس انه قرأهذه الآية : (اليوم اكملت لكم دينكم) فقال يهودي لو نزلت هذه علينا لا تخذنا يومها عيدا۔ فقال ابن عباس: فانها نزلت يوم عيدين اثنين: في يوم جمعة، يوم عرفة۔

(الدر المنثور، ج ۱، ص ۴۹۵)

ترجمہ: امام ابوداؤد طیالسی، امام عبد بن حمید، امام ترمذی حدیث حسن کہہ کر، امام ابن جریر امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت "الیوم اکملت لکم دینکم" کو تلاوت فرمایا۔ تو ایک یہودی نے (یہ سن کر) کہا اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت دو عیدوں والے دن نازل ہوئی جمعہ اور عرفہ کے دن۔

4- اخرج ابن جرير وابن مردويه عن علي قال: أنزلت هذه على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو قائم عشيه عرفة (اليوم اكملت لكم دينكم)۔

(تفسير الدر المنثور، ج ۱، ص ۴۹۶)

ترجمہ: امام ابن جریر طبری اور امام ابن مردویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی جبکہ آپ علیہ الصلوٰۃ

والسلام مقام عرفات پر وقوف کئے ہوئے تھے۔

خود ساختہ شیخ الاسلام صاحب یہ روایتیں جو میں نے نقل کی ہیں تفسیر الدر المنثور للسیوطی میں موجود ہیں جو آپ کو کسی باطنی بیماری کی وجہ سے نظر نہیں آسکیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کے بعد تمہیں کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہونی چاہیے تھی مگر افسوس کہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی نافرمانی کرتے ہوئے آپ نے ایک کمزور و منکر روایت سے استدلال کیا اور اس کے ضعیف و منکر ہونا آپ نے بیان نہیں کیا۔

آپ کی پسندیدہ روایت کو حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں نقل کیا ہے۔

واخرج ابن مردويه والخطيب و ابن عساكر بسند ضعيف عن ابى هريرة۔

(الدر المنثور للسيوطى، ج٢، ص٤٩٦)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام ابن مردویہ، خطیب بغدادی اور حافظ ابن عساکر نے کمزور سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

خطیب نے اس سند سے روایت کیا ہے:

قال الحافظ ابوبكر الخطيب البغدادى حدثنا عبدالله بن على بن محمد بن بشران أن انا على بن عمر الحافظ انا ابو نصر حبشون بن موسٰى بن ايوب الخلال حدثنا على بن سعيد الرملى حدثنا ضمرة بن ربيعة القرشى عن ابن شوذب عن مطر الوراق عن شهر بن جوشب عن ابى هريرة۔ الحديث

(البداية والنهاية، ج٥، ص٤٦٤)

راویوں کا حال ملاحظہ ہو:

شہر بن جوشب

یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل وغیرہ اس کی تعدیل کرتے ہیں مگر محدثین کا جم غفیر اسے قابل اعتبار نہیں سمجھتا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

وحدثنا عبید اللہ بن سعید قال سمعت النضر یقول سئل ابن عون حدیث شھر وھو قائم علی اسکفّه الباب فقال انّ شھر نذکوہ ان شھر نذکوہ قال مسلم رحمه اللہ یقول اخذته السنة الناس تکلموا فیه۔

(صحیح مسلم، ج۱، ص۳۸)

ترجمہ: نضر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے کہ امام ابن عون رحمۃ اللہ علیہ سے شہر بن حوشب کے بارے میں پوچھا گیا وہ اس وقت اپنے دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے تھے انہوں نے کہا شہر غیر معتبر ہے متروک ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد لوگوں نے اس پر اعتراضات شروع کردیئے۔

حدثنا حجاج بن الشاعر حدثنا شبابة قال قال شعبة وقد لقید شھرا فلم اعتدبه۔

(صحیح مسلم، ج۱، ص۳۸)

ترجمہ: امام شعبہ نے کہا کہ میں شہر سے ملا ہوں اسے کسی گنتی میں شمار نہیں کرتا۔

وقال ابراھیم بن الجوزجانی احادیثه لا تشبه حدیث الناس ...... وقال موسی بن ھارون ضعیف وقال النسائی لیس بالقوی۔

وقال الساجی فیه ضعف ولیس بالحافظ ...... وقال ابن حبان یروی عن الثقات المعضلات وعن الاثبات المقلوبات وقال الحاکم ابو احمد لیس بالقوی عندھم وقال ابن عدی یرویه شھر وغیرہ من الحدیث فیه الانکار مافیه و شھر لیس بالقوی فی الحدیث وھو ممن لایحتج بحدیثه ولایتدین به ...... وقال البیھقی ضعیف وقال ابن حزم ساقط ...... وقال یحییٰ القطان عن عباد بن منصور حججنا مع شھر فسرق عیبتی وقال ابن عدی ضعیف جداً قال ھذا فی ترجمة عبدالحمید بن بھرام۔

(تہذیب التہذیب، ج۴، ص۳۲۵-۳۲۶)

امام مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال ابو القاسم البلخی: قال ابن قتیبة: شهر ضعیف۔

وفی کتاب "الموضوعات" للجوزقانی: ترك لضعفه۔

وذكره ابن شاهين فی "الثقات"۔ وفی رواية عن احمد بن حنبل: ليس به باس وقال الواقدی: كان ضعيفاً فی الحديث ...... وذكره ابو العرب والعقيلی فی جملة الضعفاء۔

(اكمال تهذيب الكمال، ج ٤، ص ٧٢-٧٣)

ابراہیم بن الجوز جانی کہتے ہیں اس کی حدیث دیگر اہل علم کے مشابہ نہیں۔ موسیٰ بن ہارون کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ امام ساجی کہتے ہیں یہ ضعیف ہے اور یہ حافظ نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقات سے معضل اور مقلوبات روایت کرتا ہے۔ ابو احمد الحاکم کہتے ہیں یہ ہمارے نزدیک قوی نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ شہر کی روایت میں نکارت ہوتی ہے اور شہر حدیث میں قوی نہیں ہے اس کی حدیث سے احتجاج نہیں کیا جائے۔ امام بیہقی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ علامہ ابن حزم نے کہا کہ یہ ساقط ہے۔ امام یحییٰ القطان کہتے ہیں کہ عباد بن منصور نے بتایا کہ میں نے شہر کے ساتھ حج کیا تو اُس نے میری تھیلی (بٹوا) کو چرالیا۔ ابن عدی نے کہا یہ بہت ضعیف ہے اور یہ بات اس نے عبدالحمید بن بہرام کے ترجمہ میں کہی ہے۔

ابن قتیبہ نے کہا: شہر ضعیف ہے۔ جوزقانی کی کتاب موضوعات میں ہے اسے ضعف کی وجہ سے ترک کر دیا گیا ہے۔ ابن شاہین نے اسے ثقات میں ذکر کیا۔ امام احمد کہتے ہیں اس میں ہرج نہیں ہے۔ امام واقدی کہتے ہیں یہ حدیث میں ضعیف ہے۔ ابو العرب اور عقیلی نے اسے ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

مطر الوراق

شہر بن حوشب سے روایت کرنے والا مطر الوراق ہے۔ اس کا پورا نام مطر بن طہمان الوراق ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال ابن سعد: فیه ضعف فی الحدیث وقال ابو حاتم: ضعیف، وقال احمد و یحیٰی: ضعیف فی عطا خاصة۔ و کان یحیٰی القطان یشبه مطر الوراق بابن ابی لیلی فی سوالحفظ۔ وقال النسائی لیس بالقوی۔

(میزان الاعتدال، ج ٤، ص١٢٦-١٢٧)

امام ابن سعد کہتے ہیں اس کی حدیث میں ضعف ہوتا ہے۔امام ابو حاتم کہتے ہیں یہ کمزور راوی ہے۔امام احمد اور امام یحیٰی کہتے ہیں،ضعیف ہے خاص کر عطاء سے روایت کرنے میں۔امام یحیٰی بن سعید القطان کہتے ہیں یہ ابن ابی لیلی کی طرح بدحافظہ ہے۔امام نسائی نے کہا یہ ضعیف ہے۔

حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فانه حدیث منکر جداً، بل کذب لمخالفته لما ثبت فی الصحیحین عن امیر المومنین عمر بن الخطاب أن هذه الآیة نزلت فی یوم الجمعة یوم عرفة۔ و رسول الله صلی الله علیه وسلم واقف بها کما قدمنا، و کذا قوله ان صیام یوم الثامن عشر من ذی الحجة، وهو یوم غدیرخم یعدل صیام ستین شهراً لایصح لانه قد ثبت ما معناه فی الصحیح أن صیام شهر رمضان بعشرة أشهر، فکیف یکون صیام یوم واحد یعدل ستین شهراً، هذا باطل وقد قال شیخنا الحافظ ابو عبدالله الذهبی بعد ایراده هذا الحدیث: هذ حدیث منکر جداً۔

(البدایة النهایة، ج ٤، ص١٧٤-١٧٥)

ترجمہ: یہ حدیث بہت منکر ہے بلکہ صحیحین میں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے جو حدیث ہے اس کی مخالفت کی وجہ سے جھوٹی روایت ہے کیونکہ اس میں (حدیث عمر رضی اللہ عنہ) میں بیان ہوا ہے کہ یہ آیت عرفہ کے دن جمعہ کو نازل ہوئی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت عرفہ میں کھڑے تھے،جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اسی طرح اس کا یہ قول کہ ١٨ ذی الحجہ کا دن غدیر خم کا دن تھا اور اس کا روزہ ساٹھ (٦٠) ماہ کے روزوں کے برابر ہے، درست نہیں ہے،

کیونکہ صحیح میں اس کا یہ مفہوم ثابت ہو چکا ہے کہ ماہ رمضان کے روزے دس ماہ کے روزوں کے برابر ہیں، پس ایک دن کا روزہ ساٹھ (٦٠) ماہ کے روزوں کے برابر کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ قول باطل ہے۔

اور ہمارے شیخ ابو عبداللہ ذھبی نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ حدیث بہت زیادہ منکر ہے۔

باطل حدیث سے استدلال جعلی شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر کو مبارک ہو۔

حدیث 3 : ڈاکٹر طاہر شیخ المنہاج لکھتا ہے:

امام فخر الدین رازی يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط (المائدہ، ٦٨:٥) (اے (برگزیدہ) رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے (وہ سارا لوگوں کو) پہنچا دیجئے) ......کا شان نزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نزلت الآية فی فضل علّی بن أبی طالب علیه السلام ولما نزلت هذه الآية اخذ بيده وقال: من كنت مولاه فعلى مولاه، اللّهم وال من والاه و عاد من عاداه۔ فلقية عمر رضی الله عنه، فقال: هنيئاً لك يا ابن ابی طالب، أصبحت مولای و مولٰی كل مومن و مومنةٍ، وهو قول ابن عباس والبراء بن عازب و محمد بن علی۔

(رازی التفسير الكبير١٢: ٤٩-٥٠،

السيف الجلی ڈاكٹر طاہر شيخ المنہاج، ص٤٦)

ترجمہ: یہ آیت مبارکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نازل ہوئی۔ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اللھم وال من والاہ، وعاد من عاداہ (جس کا میں مولا ہوں، اس کا علی مولا ہے، اے اللہ! تو اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھتا ہے، اور اُس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے) اس کے فوراً بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

ملاقات کی اور فرمایا: اے ابن ابو طالب آپ کو مبارک ہو، اب آپ میرے اور ہر مومن اور مومنہ کے مولا قرار پائے ہیں۔ اسے ابن عباس براء بن عازب اور محمد بن علی نے روایت کیا ہے۔

(السیف الجلی از شیخ المنہاج ڈاکٹر طاہر، ص ۴۶)

تبصرہ بر دلیل ڈاکٹر طاہر شیخ المنہاج

یہاں بھی شیخ المنہاج ڈاکٹر طاہر صاحب نے حسب عادت ڈنڈی مارتے ہوئے غلط دلیل پیش کی ہے بلکہ اس معاملہ میں یہ قدیم رافضیوں سے بھی بازی لے گیا ہے۔ رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولایت کا اعلان کرنے کے پابند تھے غدیر خم کے موقع پر آپ نے یہ اعلان کر کے فریضہ سے سبکدوش ہو گئے اگر آپ اعلان نہ فرماتے تو گویا ایسا تھا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا ہی نہیں۔

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے سبب نزول پر دس اسباب نقل کئے ہیں جن میں آخری یہ ہے جو ڈاکٹر طاہر شیخ المنہاج نے نقل کیا ہے مگر اس کی سند موجود نہیں ہے۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب جملہ اصبحت مولائ و مولیٰ کل مومن و مومنۃ طاہر القادری پہلے بھی آیت الیوم اکملت لکم دینکم کے تحت بھی نقل کر آیا ہے جس کا بے اصل ہونا ہم پہلے واضح کر آئے ہیں) حج وداع میں عرفہ کے دن آیت مبارکہ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط" (آج میں نے مکمل کر دیا تمہارے لیے تمہارا دین اور پوری کر دی ہے تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کر لیا ہے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین) نازل ہو چکی تھی۔ پھر اس کے بعد اور کون سی چیز رہ گئی تھی جس کی تبلیغ کا حکم دیا جاتا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اصل تفسیر فرمائی ہے وہ یہ ہے:

(یایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك)۔

امر الرسول بأن لاینظر الی قلة المقتصدین و کثرة الفاسقین ولا یخشی مکروھھم فقال (بلغ) ای واصبر علی تبلیغ ما انزلته الیك من کشف اسرارھم و قضائع افعالھم

فان الله يعصمك من كيدهم ويصونك من مكرهم - وروى الحسن عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ان الله بعثني برسالته فضقت بها ذرعا و عرفت الناس يكذبوني واليهود و النصارى و قريش يخوفوني، فلما انزل الله هذه الآية زال الخوف بالكلية۔

(تفسیر الکبیر للرازی، ج ٤، ص ٣٩٩، طبع جدید)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا گیا کہ اپنی قلت تعداد اور فاسقین کی کثرۃ پر نظر نہ کریں اور نہ اُن کے مکر و فریب سے خوف زدہ ہوں اللہ نے آپ کی طرف جو پیغام بھیجا ہے اُس کی تبلیغ کریں اللہ دشمنوں کے مکر و فریب سے آپ کو محفوظ رکھے گا۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا میں سوچ میں پڑ گیا کہ لوگ میری تکذیب کریں گے۔ یہود و نصاریٰ اور قریش خوفزدہ کریں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو مجھ سے خوف بالکل زائل ہو گیا۔

مفسرین کرام کی عادت ہے کہ آیت کی شان نزول و تفسیر سے متعلق صحیح و سقیم احادیث و اقوال اپنی کتب میں درج کر دیتے ہیں، ہر قول سے مفسر کا اتفاق ضروری نہیں ہوتا۔

سوال: حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الدر المنثور فی التفسیر الماثور'' میں نقل کیا ہے اخرج ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابن عساکر عن ابی سعید الخدری قال: نزلت هذه الآية (يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك) على رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم غدير خم في علي بن ابي طالب۔

واخرج ابن مردویه عن ابن مسعود قال كنا نقرا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم (يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك) أن عليًّا مولى المومنين ان راویوں کی صحت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔

جواب: پروفیسر طاہر صاحب شیخ المنہاج والتفضیلیہ نے (السیف الجلی، ص ٤٦) پر جو روایت تفسیر الکبیر للرازی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے درج کی اس کا کوئی ماخذ موجود نہیں ہے۔ اب رہی امام

سیوطی علیہ الرحمۃ کی ''الدر المنثور'' میں مذکور دو روایتیں تو یہ بھی بے سند ہیں۔ امام ابن مردویہ علیہ الرحمۃ کی وفات ۴۱۰ھ میں ہوئی۔ جب تک امام ابن مردویہ علیہ الرحمۃ اور حضرت ابو سعید خدری و حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم تک سند موجود نہ ہو ان روایتوں کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اگر امام سیوطی نے ان کے صحیح ہونے کا تذکرہ کیا ہوتا تو انہیں زیر غور لایا جا سکتا تھا۔ یہ محض شیعہ راویوں کی بیان کردہ ہیں جو ناقابل اعتبار ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر طاہر صاحب شیخ المنہاج نے ''السیف الجلی، ص ۴۶، حدیث ۲۳'' کے حاشیہ میں لکھا ہے:

''ابن ابی حاتم رازی نے ''تفسیر القرآن العظیم (۴:۲:۱۱۷۲، رقم ۶۶۰۹) میں عطیہ عوفی سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ سورہ المائدہ کی آیت نمبر ۶۷ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔''

(السیف الجلی علی منکر ولایت علی رضی اللہ عنہ، ص٤٦)

ڈاکٹر طاہر صاحب نے صرف ایک راوی کا تذکرہ کیا ہے یہ بھی ضعیف ہے اس پر کثیر علماء کرام نے جرح کی ہے۔ میں پوری تفصیل نقل کرنے کی بجائے حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ کی رائے نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

عطیة بن سعید بن جنادة ...... العوفی الجدلی الکوفی ...... ابو الحسن صدوق یخطئ کثیرا کان شیعیا مدلس۔

(تقریب التہذیب، ص ٢٤٠)

ترجمہ: عطیہ عوفی صدوق ہے مگر حدیث بیان کرنے میں بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے بے شک شیعہ ہے اور مدلس ہے۔

جو راوی کثیر غلطیاں کرنے والا ہو، شیعہ ہو اور تدلیس بھی کرتا ہو (مدلس کی صیغہ عن سے بیان کی گئی روایت قبول نہیں کی جاتی) ایسے راوی کی اپنے عقیدہ کی تائید کرنے والی روایت قبول نہیں کی جاتی۔ یہ تو ایک راوی کا حال ہے اس سے جو نیچے راوی ہیں ان کا حال ان شاء اللہ اس سے پتلا ہوگا۔

تفسیر ابن ابی حاتم ہمارے سامنے موجود نہیں وگرنہ ہم دوسرے راویوں کا حال بھی بیان کر دیتے۔

حدیث 4 : عن عمار بن یاسر قال: وقف علی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وھو راکع فی تطوع فنزع خاتمہ فاعطاہ السائل فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلمہ بذلك فنزلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھذا الآیۃ (انما ولیکم اللہ و رسول اللہ والذین امنوا یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکاۃ وھم راکعون) فقراھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال: من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔

(طبرانی معجم الاوسط، السیف الجلی، ص٤٧)

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کھڑا ہوا۔ آپ نماز میں رکوع کی حالت میں تھے۔ اُس نے آپ کی انگوٹھی کھینچی۔ آپ نے انگوٹھی سائل کو عطا فرما دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کی خبر دی۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا...... (بے شک تمہارا (مددگار) دوست اللہ اور اُس کا رسول ہی ہے اور (ساتھ) وہ ایمان لانے والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ (اللہ کے حضور عاجزی سے) جھکنے والے ہیں) آپ نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے، اے اللہ! جو اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اُس سے عداوت رکھ۔

(السیف الجلی، ص٤٨)

تبصرہ: قاری ظہور احمد فیضی شیعی نے شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ میں لکھا ہے کہ مولاہ اور ولیہ ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ پروفیسر طاہر صاحب شیخ المنہاج نے "انما ولیکم اللہ و رسولہ" کا ترجمہ فرمایا ہے "بے شک تمہارا (مددگار) دوست اللہ اور اُس کا رسول ہی ہے"۔ پروفیسر طاہر صاحب نے ایک اور مقام پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں

الفاظ نقل کئے ہیں ''قال: انه مولای''۔ وہ (علی) تو میرے مولا (آقا) ہیں۔

ظہور احمد فیضی شیعی نے بھی ترجمہ کرتے وقت جا بجا ٹھوکریں کھائی ہیں۔ ایک مقام پر حدیث کے لفظ ''وولی کل مومن بعدی'' کا ترجمہ کیا (اور وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی (محبوب) ہے) (شرح خصائص علی، ص ۳۶۹) اور پھر آگے چل کر امام ابن عساکر کے حوالہ سے ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کا معنیٰ ''معناہ من تولانی فلیتول علیًّا'' نقل کیا ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ سے بھی محبت کرے۔

(شرح خصائص علی رضی الله عنه، ص ٤٠٤)

شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ کے صفحہ ۴۱۱ پر ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' (پھر جس کا میں مالک ہوں تو علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مالک ہیں) کر دیا ہے۔

اور صفحہ ۴۱۶ پر ''بخ بخ لك یا ابن ابی طالب أصبحت مولای و مولی کل مسلم'' کا ترجمہ کیا ہے (واہ واہ، اے ابوطالب کے فرزند! آپ میرے اور ہر مسلمان کے آقا ہو گئے)۔

ڈاکٹر طاہر صاحب شیخ المنہاج والتفضیلیہ اور قاری ظہور احمد فیضی شیعی جیسے لوگوں کے بارے میں ہی یہ محاورہ ہے ''دروغ گورا حافظہ نباشد'' جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔ جھوٹ بولنے والا اپنے بیان کی تردید خود کر دیتا ہے۔

جب ''انما ولیکم اللہ و رسولہ'' کا ترجمہ پروفیسر طاہر شیخ المنہاج نے ''بے شک تمہارا (مددگار) دوست اللہ اور اُس کا رسول ہی ہے'' کیا ہے تو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ فرمانا ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ'' تو اس کا ترجمہ ہوگا ''جس کا میں محبوب و دوست ہوں اُس کا علی محبوب و دوست ہے۔ اے اللہ! جو اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھ جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ''۔ مگر تفضیلی شیعی صاحبان اپنی بدعقیدگی کی وجہ لفظ ''مولا'' جو حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں وارد ہوا ہے کا ترجمہ کبھی کچھ کرتے ہیں کبھی کچھ۔ جبکہ حدیث شریف

کے سیاق وسباق کی وجہ سے مولا کا معنی مددگار، محبوب ودوست ہی صحیح ہے۔

اگر یہاں لفظ ''مولا'' کا معنی ''مالک'' لیا جائے تو پھر تفضیلی شیعہ صاحبان کے نزدیک قرآن مجید کی آیت مبارکہ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ و جِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيرٌ (التحریم:۴) کا یہ مطلب ہونا چاہیے ''کہ بے شک اللہ ان (رسول اللہ) کا مالک ہے اور جبرائیل علیہ السلام، اور صالح مومنین اور اس کے بعد فرشتے ان (رسول اللہ) کے مالک ہیں''۔ کیا یہ مطلب درست ہوگا؟ ہم کہیں گے ہرگز نہیں کیونکہ مولاہ یہاں مددگار کے معنی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مالک ہے مگر سیدنا جبرئیل علیہ السلام، صالح مومنین اور فرشتے حضور علیہ السلام کے مالک نہیں ہو سکتے بلکہ یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مملوک ہیں۔

ہمارے نزدیک حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نہ صرف ضعیف بلکہ موضوع ہے۔ روایت میں ہے۔

"عن عمار بن یاسر رضی الله عنه یقول: وقرف علی عَلِیّ بن ابی طالب رضی الله عنه سائل وهو راکع فی تطوع فنزع خاتمه فاعطاه سائل۔"

(السیف الجلی، ص۴۷)

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کھڑا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نماز میں حالت رکوع میں تھے۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کھینچی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی سائل کو دے دی۔

یہ ترجمہ ڈاکٹر طاہر صاحب شیخ المنہاج کا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سائل مدد مانگ رہا تھا یا غنڈہ گردی کر رہا تھا۔ اس نے یہ بھی نہ دیکھا کہ سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ بجائے انتظار کرنے کے اس نے زبردستی انگوٹھی اتارنا شروع کر دی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی اسے دے دی۔ کیا اتنی ہلچل کے بعد نماز باقی رہ جاتی ہے؟ پروفیسر صاحب فقہ

طاہر یہ کی رو سے وضاحت فرمائیں۔

میرے نزدیک اس بارے میں ایک عمدہ خوبصورت روایت امام سیدنا باقر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

واخرج ابو نعيم فی الحلية عن عبدالملك بن ابی سليمان قال: سالت اباجعفر محمد بن علی عن قوله (انما وليكم الله و رسوله والذين آمنوا الذين يقيمون الصلوٰة ويوتون الزكاة وهم راكعون) قال: اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم قلت: يقولون: علی؟ قال: علی منهم۔

(الدر المنثور فی التفسير بالماثور، ج ٢، ص ٥٦٤)

امام ابو نعیم نے ''الحلیۃ'' میں عبدالملک بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں پوچھا ''تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اُس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ بارگاہ الٰہی میں جھکنے والے ہیں'' تو انہوں نے بتایا اس سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں۔ میں نے پوچھا لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان میں سے ہیں۔ اس روایت کو امام ابن جریر نے اس طریق سے روایت کیا ہے۔

وقال ابن جرير حدثنا هنا دحدثنا عبدة عن عبدالملك عن ابی جعفر۔ الحديث

(تفسير ابن كثير، ج ٢، ص ١٠٠)

حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ثم رواه ابن مردويه من حديث علی ابن ابی طالب رضی الله عنه نفسه، وعمار بن ياسر وابی رافع وليس يصح شئ منها بالكلية لضعف اسانيدها وجهالة رجالها۔

(تفسير ابن كثير، ج ٢، ص ١٠٠)

پھر امام ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے (رکوع میں انگوٹھی عطا کرنے کے بارے میں) خود حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمار بن یاسر اور حضرت ابی رافع رضی اللہ عنہم سے روایات بیان کی ہیں اور ان میں سے کوئی بات صحیح نہیں ہے، ان روایات کی اسناد ضعیف اور رجال میں جہالت ہے۔ حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے نیچے پروفیسر طاہر صاحب نے متعدد کتابوں کی فہرست اور صفحہ نمبر دیئے ہیں مگر ان میں حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ موجود نہیں ہے اور یہ غلط بیانی محض لوگوں پر اپنی علمیت کا رعب جمانے کے لیے کی گئی ہے۔

حدیث 5: ڈاکٹر طاہر شیخ المنہاج نقل کرتا ہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال: عممنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم غدیر خم بعمامۃ سدلھا خلفی، ثم قال: ان اللہ عزوجل أمدنی یوم بدر و حنین بملائکۃ یعتمون ھذہ العمۃ، فقال: ان العمامۃ حاجزۃ بین الکفر والایمان۔

(السیف الجلی، ص۷۹، رقم ۵۱)

ترجمہ: (خود) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے دن ایسے عمامے سے میری دستار بندی کروائی اس کا شملہ پیچھے لٹکا دیا۔ پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے بدر و حنین میں (جن) فرشتوں سے میری مدد کی، اُنہوں نے اسی ہیت کے عمامے باندھ رکھے تھے''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک عمامہ کفر اور ایمان کے درمیان فرق کرنے والی ہے۔

ڈاکٹر طاہر صاحب نے اس حدیث کے لیے جن کتابوں کے نام دیئے ہیں وہ ہیں۔ مسند طیالسی: ۲۳رقم ۱۵۴ احسام الدین ہندی، کنز العمال ۱۵:۳۰۶،۴۸۲رقم ۴۱۱۴۱، ۴۱۹۰۹، سنن الکبری بیہقی ۱۰:۱۴)

تبصرہ بر حدیث

پروفیسر طاہر صاحب شیخ المنہاج نے یہ حدیث نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ غدیر خم کے دن ولایت علی کا اعلان کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک

سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی باقاعدہ دستار بندی کی گئی جبکہ یہ روایت ضعیف و منکر ہے۔ خود طاہر صاحب شیخ المنہاج کا اس حدیث پر کبھی عمل نہیں رہا۔ اس حدیث میں عمامہ کو کفر و ایمان کے مابین فرق کرنے کی نشانی قرار دیا گیا جبکہ شیخ المنہاج پروفیسر طاہر صاحب کے سر پر اکثر عمامہ نہیں دیکھا گیا ان کے سر پر ہمیشہ ٹوپی ہی دیکھی گئی ہے، اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں عمامہ کا کتنا احترام ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو یوں بیان کیا ہے:

حدثنا ابوبکر بن فورك رحمه الله انبا عبدالله بن جعفر ثنا یونس بن حبیب ثنا ابوداؤد ثنا الاشعث بن سعید ثنا عبدالله ابن بسر عن ابی راشد الحبرانی عن علی رضی الله عنه قال عممنی رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم غدیر خم بعمامة سدلها خلفی۔ الحدیث

(السنن الکبری للبیهقی، ج ۱۰، ص ۱٤)

اس کا ترجمہ پروفیسر طاہر صاحب شیخ المنہاج کے حوالہ سے پہلے گزر چکا ہے اس روایت کے دو راوی ضعیف اور متروک ہیں۔ حالات ملاحظہ فرمائیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

اشعث بن سعید (ت-ق) ابو الربیع السمان البصری

قال احمد: مضطرب الحدیث، لیس بذاك، وقال ابن معین لیس بشی وقال النسائی: لایکتب حدیثه، وقال الدارقطنی: متروك۔ وروی عباس عن ابن معین: ضعیف۔ وقال هیثم: کان یکذب۔ وقال البخاری: لیس بالحافظ عندهم۔ سمع منه وکیع، ولیس بمتروك۔

(میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲٦۳)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس کی حدیث میں اضطراب ہوتا ہے اور یہ کچھ نہیں۔ امام

ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس سے حدیث نہ لکھی جائے۔ امام دارقطنی کہتے ہیں یہ متروک ہے (اس سے حدیث لینا چھوڑ دی گئی ہے)۔ عباس دوری نے ابن معین سے بیان کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ ہیثم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بے شک یہ جھوٹا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ ہمارے نزدیک حافظ نہیں، وکیع سے اس نے سماعت کی ہے یہ متروک نہیں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اشعث بن سعید البصری ابو الربیع السمان متروك۔

(تقریب التہذیب، ص ۳۷)

امام حافظ علاء الدین مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقال الساجی: ضعیف ...... قال ابو عبید الآجری: سالت ابا داؤد عنه فقال ضعیف۔

وقال ابو عمر ابن عبدالبر فی کتاب "الاستغنا" تالیفه: هو عندهم ضعیف الحدیث اتفقوا علی ضعفه لسوحفظه وأنه یخطی علی الثقات فاضطرب حدیثه۔

وذکره الحافظ ابن شاهین فی جملة "الضعفاء والکذابین"۔ وقال محمد بن الجارود لیس حدیثه بشی ......

وقال ابوبکر ابن ابی داؤد فیما ذکرة الهیثم بن خلف الدوری: هوم اشد ضعفا الربیع وفی کتاب "الضعفاء" لابن الجوزی ...... یروی عن الائمة الاحادیث الموضوعات خصوصًا هشام بن عروه۔

(اکمال تہذیب الکمال، ج ۱، ص ۴۲۸–۴۲۹)

امام ساجی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ امام آجری کہتے ہیں اس کے بارے میں امام ابوداؤد سے پوچھا گیا فرمایا ضعیف ہے۔ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ ہمارے نزدیک ضعیف ہے، اس کے بدحافظہ ہونے کی وجہ اس کے ضعف پر اتفاق ہے اور یہ ثقات سے روایت بیان کرنے میں خطا کرتا ہے اس کی حدیث میں اضطراب ہوتا ہے۔

حافظ ابو حفص ابن شاھین نے اس کا ذکر ''الصغفاء والکذابین'' میں کیا ہے محمد بن جارود کہتے ہیں: اس کی حدیث کچھ نہیں ہے۔

الھیثم بن خلف الدوری نے کہا یہ شدید ترین ضعیف ہے۔ ابن جوزی نے کہا یہ ائمہ حدیث سے خود ساختہ حدیثیں بیان کرتا ہے خاص طور پر ہشام بن عروہ سے۔

ڈاکٹر طاہر صاحب شیخ المنہاج نے کیسے شاندار راوی کی روایت سے استدلال کیا ہے جو تمام ائمہ حدیث کے نزدیک مجروح ومتروک ہے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

کسی نے اس کے بارے میں مزید اقوال دیکھنے ہوں تو تہذیب التہذیب لابن حجر رحمۃ اللہ علیہ دیکھ لے۔

اس روایت کے موضوع ہونے کے لیے الاشعث بن سعید ہی کافی ہے، مگر اس اوپر ایک اور راوی ہے وہ بھی بالاتفاق محدثین ضعیف ہے۔

عبداللہ ابن بسر (ت-ق) الحبرانی الحمصی

امام ذھبی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قال یحیٰی بن سعید القطان: رأیته ولیس بشیء۔ وروی عن ابن بُسر، وابی راشد الحبرانی۔ وقال ابو حاتم وغیرہ: ضعیف۔ وقال النسائی: لیس بثقة ابو الربیع السمان، حدثنا عبداللہ بن بسر، عن ابی راشد الحبرانی، سمعت علیّا یقول: عممنی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یوم غدیر خم بعمامة سدل طرفها۔ الحدیث

(میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۳۹۶)

امام یحیٰی بن سعید القطان کہتے ہیں میں نے اسے دیکھا ہے اور یہ کوئی چیز نہیں اور یہ (اپنے ہم نام) عبداللہ بن بسر المازنی الصحابی اور ابی راشد الحبرانی سے روایت کرتا ہے۔ امام ابو حاتم وغیرہ نے کہا یہ ضعیف ہے۔ امام نسائی فرماتے ہیں یہ ثقہ نہیں اور ابو الربیع نے اس کے واسطے سے

یوم غدیر خم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عمامہ باندھنے کی حدیث بیان کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن بسرا لسکسکی الحبرانی ابو سعید الحمصی سکن البصرۃ ضعیف۔

(تقریب التہذیب، ص ۱٦۸-۱٦۹)

میں خوساختہ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر (بظاہر) القادری کی بیان کردہ احادیث پر تبصرہ یہاں ختم کر رہا ہوں۔ جب میں نے ڈاکٹر صاحب کی نقل کردہ بعض احادیث پر تبصرہ کے لیے قلم اُٹھایا تو میرا ارادہ مختصر تبصرہ کرنے کا تھا مگر جب بات چل نکلی تو نکلتی چلی گئی اور تبصرہ قدرے طویل ہو گیا ہے۔

تفضیلی شیعی حضرات کی چھٹی دلیل

حسب ونسب میں برتری

اخرجه البيهقي في الدلائل و اخبرنا ابو عبدالله الحافظ قال حدثنا محمد بن عبدالله بن عتاب العبدی قال حدثنا محمد بن احمد بن ابی العوام الرياحی اخبرنا بهلول بن المورّق، قال حدثنا موسی بن عبيدة قال حدثنا عمرو بن نوفل بن بديل عن الزهری عن ابی سلمة عن عائشة قالت: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: قال لی جبرائيل عليه السلام: قلبت الارض مشارقها و مغاربها فلم اجد رجلاً أفضل من محمد، وقلبت الارض مشارقها و مغاربها فلم اجد بنی أبٍ افضل بنی هاشم۔

(دلائل النبوة، ج ۱، ص ۱۷٦،

شرح خصائص علی رضی الله عنه للفيضی، ص ٤٥٤)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ میں نے زمین کی مشرقوں اور مغربوں کو بغور دیکھا، پس میں نے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کسی شخص کونہیں پایا، اور میں نے زمین مشارق اور مغارب کو بغور دیکھا تو میں نے بنو ہاشم سے افضل کوئی خاندان نہیں پایا۔

وجہ استدلال: تفضیلی شیعی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے مطابق چونکہ خاندان بنو ہاشم سب سے افضل خاندان ہے لہٰذا اس خاندان سے تعلق رکھنے والے افراد خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں۔

تحقیق وتبصرہ بردلیل تفضیلیہ

امام ہیثمی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

وعزاہ للطبرانی فی الاوسط۔ وقال: فیہ موسٰی بن عبیدۃ الربذی وھو ضعیف۔

(مجمع الزوائد، ج۸، ص۲۱۷)

''اسے طبرانی نے اوسط میں نقل کیا ہے اس کی سند میں موسی بن عبیدۃ الربذی سے اور وہ ضعیف ہے۔'' اگر اس حدیث کی بنیاد پر سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دیا جائے تو پھر معاملہ یہیں نہیں رُکے گا بلکہ آگے بڑھے گا، کیونکہ ایک اور حدیث میں ہے۔

اخرجہ الترمذی عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفی من ولد ابراھیم اسمعیل واصطفی من ولد اسمعیل بنی کنانۃ واصطفی من بنی کنانۃ قریشا واصطفی من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم۔ قال ابو عیسٰی ھذا حدیث حسن صحیح۔

الجامع الصحیح سنن ترمذی، ج۲، ص۷۹۷، رقم۳۵۳۸)

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سے اسمٰعیل علیہ السلام کو منتخب کیا اور اولاد اسماعیل علیہ السلام سے بنو کنانہ کو، بنو کنانہ سے قریش کو قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے

مجھے منتخب فرمایا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

یہ ایک جزوی فضیلت ہے اور ایک جہت سے ہے۔ قاری ظہور احمد فیضی لکھتا ہے:

''بلکہ ایک لحاظ سے (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سب صحابہ کرام پر فائق تھے۔'' اور وہ ہے آپ کا ابًا امًا ہاشمی ہونا۔

(شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ، ص٤٥٤)

جزوی فضیلت سے کلی افضلیت لازم نہیں آتی ہے، ورنہ بنی کنانہ، قریش اور بنو ہاشم کو انبیاء کرام بنی اسرائیل سے افضل ماننا پڑے گا۔

اگر نسب کو وجہ افضلیت بنایا جائے تو پھر سیدنا ابراہیم ابن رسول اللہ، سیدنا قاسم ابن رسول اللہ سیدنا عبداللہ ابن رسول اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیاں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل قرار پائیں گے کیونکہ نسبی افضلیت کی حد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوتی ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا:

واصطفانی من بنی هاشم۔ ''بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا''۔

تو اس صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ان سات ہستیوں کے بعد شمار ہوگا اور یہ آٹھویں نمبر پر آئیں گے۔ کیا تفضیلی حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آٹھواں نمبر تسلیم کریں گے؟ اگر تفضیلی شیعی حضرات کسی دوسری حدیث کے ذریعے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس سے مستثنیٰ قرار دیں تو دلائل صحیحہ کے ساتھ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو بھی یہ استثنیٰ حاصل ہے کیونکہ یہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں۔

واخرج احمد وغیرہ عن علی: خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر و عمر۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص٤٥)

ترجمہ: امام احمد وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے نبی علیہ السلام کے بعد اس اُمت میں سب سے بہترین ابوبکر اور عمر ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اخرجه ابن عساکر عن علی: لایفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الاجلدته حد المفتری۔

(تاریخ الخلفاء، ص٤٦)

ترجمہ: امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی بندہ مجھے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل نہ کہے، اگر کسی نے کہا تو اس پر مفتری کی حد جاری ہوگی۔ (اُسے ۱۰۰ کوڑے مارے جائیں گے)

تفضیلی شیعی حضرات کی چند بڑی دلیلوں کا جواب ہم نے لکھ دیا ہے۔ اور یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کی کرم نوازی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت سے ہی ممکن ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو عوام اہل سنت و جماعت کے لیے عقیدہ میں استقامت کا باعث بنائے اور منکرین کے لیے ذریعہ ہدایت فرمائے۔ آمین

❖❖❖

ماخذومراجع

۱۔ قرآن مجید فرقان حمید

۲۔ تفسیر معالم التنزیل — امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ (م:۳۱۰ھ)

۳۔ الجامع الاحکام القرآن — امام ابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی (م:۶۷۱ھ)

۴۔ تفسیر خازن — علامہ علاؤالدین علی بن احمد الخازن رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ الدر المنثور — امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ تفسیر کبیر — امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (م:۴۷۷ھ)

۷۔ تفسیر روح البیان — امام اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۱۳۷ھ)

۸۔ تفسیر روح المعانی — علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ تفسیر مظہری — علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۳۲۵ھ)

۱۰۔ تفسیر فتح العزیز — خاتم المفسرین والمحدثین علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ مسند امام احمد — امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ الجامع الصحیح — امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ صحیح مسلم — امام مسلم بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔ سنن ابی داؤد — امام سلیمان بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۵۔ خصائص علی رضی اللہ عنہ — امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ

۱۶۔ الجامع الصحیح سنن ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ
۱۷۔ سنن ابن ماجہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۸۔ مصنف عبد الرزاق	امام عبد الرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ
۱۹۔ مصنف ابن ابی شیبۃ	امام ابو بکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ
۲۰۔ حلیۃ الاولیاء	امام ابو نعیم اصبھانی رحمۃ اللہ علیہ
۲۱۔ تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
۲۲۔ الصواعق المحرقۃ	حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
۲۳۔ المستدرک علی الصحیحین	امام ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ
۲۴۔ صحیح ابن حبان	امام ابو حاتم محمد بن حبان رحمۃ اللہ علیہ
۲۵۔ مسند ابو یعلی موصلی	امام ابو یعلی موصلی رحمۃ اللہ علیہ
۲۶۔ الریاض النضرۃ	علامہ محب طبری رحمۃ اللہ علیہ
۲۷۔ تاریخ طبری	امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ
۲۸۔ المعجم الکبیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی رحمۃ اللہ علیہ
۲۹۔ فتاویٰ عزیزی	علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۰۔ تحفہ اثنا عشریہ	علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۱۔ ازالۃ الخفاء	امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۲۔ فتح الباری	علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
۳۳۔ تلخیص المستدرک	امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الذھبی رحمۃ اللہ علیہ
۳۴۔ میزان الاعتدال	امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ
۳۵۔ اکمال تہذیب الکمال	علامہ علاء الدین مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ
۳۶۔ تہذیب التہذیب	علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

۳۷۔ تقریب التہذیب	علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
۳۸۔ مجمع الزوائد	امام ھیثمی رحمۃ اللہ علیہ
۳۹۔ کتاب الآثار	امام ابو یوسف القاضی رحمۃ اللہ علیہ
۴۰۔ الفقہ الاکبر	امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
۴۱۔ عقیدۃ الطحاویۃ	امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ
۴۲۔ فضائل الصحابۃ	امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ
۴۳۔ السنۃ	امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
۴۴۔ فضائل الصحابہ	امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
۴۵۔ سبع سنابل	علامہ میر عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ
۴۶۔ تمہید ابو شکور سالمی	علامہ ابو شکور محمد بن عبد السعید سالمی الکشی رحمۃ اللہ علیہ
۴۷۔ مکتوبات امام ربانی	امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ
۴۸۔ اشعت اللمعات شرح مشکوۃ	شیخ محقق علامہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۴۹۔ غنیۃ الطالبین	قطب ربانی غوث صمدانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
۵۰۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	علامہ علی القاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ
۵۱۔ مسند البزار	امام ابو بکر البزار رحمۃ اللہ علیہ
۵۲۔ قلائد الجواہر	علامہ یحییٰ قادنی رحمۃ اللہ علیہ
۵۳۔ الیواقیت الجواہر	امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ
۵۴۔ فتوحات مکیہ	شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ
۵۵۔ جامع کرامات الاولیاء	الامام المحقق یوسف بن اسماعیل النبھانی رحمۃ اللہ علیہ
۵۶۔ اللمع	شیخ ابی نصر عبد اللہ بن علی السراج الطوسی رحمۃ اللہ علیہ
۵۷۔ کشف المحجوب	امام الاولیاء سیدنا علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

۵۸۔ قوت القلوب	امام ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ
۵۹۔ تفسیر بیضاوی	امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ
۶۰۔ تفسیر نور العرفان	علامہ مفتی احمد یار خان بدایونی ثم گجراتی رحمۃ اللہ علیہ
۶۱۔ غایۃ التحقیق	امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

تفضیلی شیعی علماء کی کتب

۱۔ شرح خصائص علی رضی اللہ عنہ	قاری ظہور احمد فیضی
۲۔ انوار علی	فقیر امیر شاہ صاحب
۳۔ القول الوثیق	پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری
۴۔ القول المعتبر فی الامام المنتظر	پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری
۵۔ السیف الجلی علی منکر ولایۃ علی رضی اللہ عنہ	پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری
۶۔ الصدیق	صائم چشتی فیصل آبادی
۷۔ زبدۃ التحقیق	مولوی پیر عبد القادر جیلانی
۸۔ فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب مدینۃ العلم علی رضی اللہ عنہ	احمد بن محمد بن الصدیق الغماری
۹۔ غایۃ التبجیل وترک القطع فی التفضیل	شیخ محمود سعید ممدوح مصری

کتب علماء شیعہ امامیہ

۱۔ تفسیر مجمع البیان	علامہ طبرسی
۲۔ تفسیر منہاج الصادقین	ملا فتح اللہ کاشانی
۳۔ تفسیر قمی	علامہ ابن بابویہ
۴۔ تفسیر نمونہ	مرتبہ: جماعت علماء شیعہ

مصنف کی چند اور تالیفات

اہل سنت اہل جنت
(شرح وتوضیح حدیث افتراق امت)
مطبوعہ

البرہان الجلی
تعاقب وتنقید بر شرح خصائص علی للفیضی
زیر طبع

برصغیر میں وہابی تحریک
(تاریخ وعقائد)
(زیر قلم)

اخبار البشارت والسرور فی اثبات
حیات تصرفات وسماع اہل قبور
(زیر قلم)

الجامع السنن والآثار
فی بیان الطریقہ الصلوٰۃ علیٰ النبی المختار